وسیلی شوکشن

میں جینا چاہتا ہوں

12360

وسیلی شوکشین

میں جینا چاہتا ہوں

دارالاشاعت ترقی • تاشقند

ترجمہ: منظر سلیم
سرورق اور خاکے:
بورس مارکیویچ

ВАСИЛИЙ ШУКШИН

ОХОТА ЖИТЬ

Рассказы

На языке урду

سوویت یونین میں شائع شدہ

© جملہ حقوق بحق دارالاشاعت
ترقی تاشقند شاخ محفوظ ہیں– ۱۹۷۷ء

Ш $\frac{70302-772}{014(01)-77}$ без объяв.

فہرست

	صفحہ
...امتحان اور بھی ہیں	۵
پرانے اور نئے	۳۵
بہار کے دن	۵۱
آزمائش	۶۵
ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے	۷۹
میں جینا چاہتا ہوں	۹۷
ایک خوبصورت شام	۱۳۹
یادوں کے سائے	۱۵۱
بھیڑئیے	۱۶۷
احساس تنہائی	۱۸۱
باطنی پہلو	۲۰۱
خیالوں کا ہجوم	۲۱۷
ٹوٹتے رشتے	۲۲۹
ایک ناگہانی واقعہ	۲۴۹
میں ایسا کیوں ہوں؟	۲۶۳
زندگی میں ایک بار	۲۷۷
حرف آخر	۲۹۳

...امتحان اور بھی ہیں

اس موسم بہار میں جبکہ بوائی کا وقت آگیا تھا ایک نیا، نوجوان ڈرائیور پاشکا خول‌مانسکی بیس‌تری‌یانکا میں وارد ہوا- دبلا پتلا، گٹھا ہوا جسم، قدموں میں پھرتی، بےباک بھوری آنکھیں جن سے کچھ پیلاپن جھلکتا تھا، پتلی ستواں ناک، چیچک کے کچھ داغ اور ڈھلواں محرابی بھویں- نہ تو اسے بات بات پر غصہ آتا تھا اور نہ ہی وہ بہت خوبصورت تھا- اسے دیکھ کر کسی چڑیا کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا-

پاشکا کٹر عیسائی خاندان میں پیدا ہوا تھا- وہ کوہ التائی میں کاتون دریا کے قریب بلندیوں پر واقع مواضعات میں سے ایک موضع کا رہنےوالا تھا لیکن اس نے اپنے آباو اجداد کے روایتی اور قدیم فیشن کے طور طریقوں میں سے ایک کو بھی نہیں اپنایا تھا-

اس کے بیس‌تری‌یانکا میں وارد ہونے کا قصہ کچھ یوں تھا:

مقامی اجتماعی فارم کا چیرمین یرمولائی پروخوروف شہر سے فارم کی بڑی جیپ گاڑی میں گھر واپس لوٹتے وقت تقریباً نصف راستہ طے کر چکا تھا کہ پچھلی اسپرنگوں میں سے ایک جواب دے گئی- پروخوروف نے ڈرائیور کو جی بھر کے برا بھلا کہا، اس کے بعد انگوٹھے کے اشارے سے گزرتی ہوئی لاریوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا تاکہ کوئی اسے

بٹھا لے- دو لاریاں رکے بغیر آگے بڑھ گئیں لیکن تیسری لاری ٹھہری اور اس کے ڈرائیور نے دروازہ کھولا-

"کہاں جا رہے ہو؟"

"بیس تری یانکا -"

"اور سالتون کہاں ہے؟ بیس تری یانکا کہیں اس کے قریب ہی واقع ہے؟"

"ہاں، اس سے کچھ قریب ہی واقع ہے - کیوں؟"

"میں تمہیں سالتون تک لے چلوں گا، تم مجھے راستہ بتانا -"

دونوں ساتھ روانہ ہوگئے -

ڈرائیور اپنی سیٹ پر پیچھے کی طرف ٹیک لگائے بیٹھا تھا - اس کا دایاں ہاتھ اسٹیرنگ پر اور بایاں لاری کے دروازے پر رکھا ہوا تھا - اس کی آنکھیں سامنے سڑک پر جمی ہوئی تھیں اور ان کے گوشوں میں کوئی گہری سوچ کروٹیں لے رہی تھی-

لاری چٹانوں کے گڈھوں سے معجزنما طور پر کتراتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی- سامنے سے آتی ہوئی ایک لاری ان سے اتنے زیادہ قریب سے ہوکر گزری کہ چیرمین کی جیسے جان نکل گئی- اس کے برعکس نوجوان اپنی جگہ اس طرح بیٹھا تھا جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہ ہو: اس کی آنکھ کے گوشے میں گہری فکر کی وہی جھلک موجود تھی -

"کبھی کسی حادثے سے دوچار ہوئے ہو؟"

"کیا؟ فکر مت کرو- بڑے میاں، اپنے حواس درست رکھو- جانتے ہو ایرفورس میں سب سے اہم بات کیا ہوتی ہے؟" ڈرائیور کے چہرے پر تمسخرآمیز لیکن دوستانہ مسکراہٹ پھیل گئی -

"میں سمجھتا ہوں کہ ایرفورس میں خاص بات یہ ہونی چاہئے کہ نمائشی رویہ نہ اپنایا جائے-"

"نہیں، یہ ٹھیک نہیں" نوجوان نے اسٹیرنگ بالکل چھوڑ دیا اور سگریٹوں کے لئے اپنی جیب ٹٹولی - ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے مسافر کے خوف‌زدہ ہونے کے تصور سے لطف‌اندوز ہو رہا ہے-

پروخوروف نے دانت کٹکٹائے اور منہ پھیر لیا۔
اسی لمحہ لاری اچانک کچھ اوپر اچھلی۔ پروخوروف نے اندرونی تحریک سے جلدی سے دروازہ پکڑ لیا اور ڈرائیور کی طرف اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ اسے قتل کرنا چاہتا ہو۔
"اے! ہواباز!"
نوجوان دوبارہ مسکرایا۔
"میں تیزرفتاری کو پسند کرتا ہوں" اس نے اعتراف کیا۔
پروخوروف نے لمحہ بھر نوجوان کی آنکھوں کا جائزہ لیا۔ اس کے اندر کوئی ایسی بات تھی جو اسے پسند آ رہی تھی۔
"سالتون کس سلسلے میں جا رہے ہو؟"
"اپنے کام کے سلسلے میں۔"
"کون سا کام؟ بوائی؟"
"وہاں مجھے وقتاً فوقتاً فارم پر کام کرنےوالے جوانوں کی مدد کرنا ہے۔"
چالاک پروخوروف ذرا دیر چپ رہا اور ایک سگریٹ سلگائی۔ اس نے طےکر لیا تھا کہ وہ نوجوان کو اس فارم پر کام کرنے کے لئے آمادہ کرےگا جس کا وہ چیرمین تھا۔
"خاص سالتون میں کام کروگے یا ضلعے کے کسی اور مقام پر؟"
"کہیں باہر۔ لستویانکا نامی گاؤں میں۔ تمہاری طرف کے یہ دیہی علاقے بہت اچھے ہیں۔"
"تمہارا نام کیا ہے؟"
"میرا؟ پاشکا۔ پاویل ایگورچ خولمانسکی۔"
"تب تو ہم دونوں ہمنام ہیں۔ میرے والد کا نام بھی ایگور تھا۔ کیوں نہ تم چلکے ہمارے یہاں کام کرو؟"
"کیا مطلب؟"
"تم جس فارم پر کام کرنے جا رہے ہو اس کے چیرمین کو میں جانتا ہوں۔ اس سے معاملہ طے کرلوں گا۔ میں بھی چیرمین ہوں۔ اور میں تمہیں بتاؤں، لستویانکا ایک غیردلچسپ جگہ ہے جبکہ ہمارا علاقہ بہت ہی صاف ستھرا ہے۔"

"میں ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہا ہوں- مجھے جو ہدایات ملی ہیں ان کے بموجب..."

"تمہیں اس سے فرق کیا پڑےگا؟! میں بھی تمہیں وہ رسید دے سکتا ہوں جو بوائی کے سلسلے میں تمہارے اپنے فرائض انجام دینے کی تصدیق ہوگی- کام باضابطہ طور پر ہوگا اور میں معاملے کو اس فارم کے چیرمین سے طے کرلوں گا- ویسے بھی اسے ہمارے ایک احسان کا بدلہ چکانا ہے- بولو، کیسا رہےگا؟"

"تمہارے یہاں کوئی کلب ہے؟" پاشکا نے پوچھا-

"کلب؟ ہاں، ہاں، ہے کیوں نہیں-"

"معاملہ طے ہو گیا-"

"کیا کہا؟"

"میں نے کہا بات طے ہوگئی- درد سر ختم-"

پروخوروف اس کے راضی ہو جانے پر خوشی سے ہنسا-

"تم بڑے مسخرے ہو (بوائی کے موقعے پر ایک اور ڈرائیور ٹرک سمیت میسر آ جائے تو کتنی عمدہ بات ہے، واقعی درد سر ختم!) ایگورچ، صحیح معنوں میں تم ایک مسخرے ہو-"

"میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہوں- اچھا تو تمہارے یہاں کلب ہے نا؟"

"ہاں، ہاں پاشا، ہمارے یہاں ایک اچھا کلب ہے- پہلے وہ عمارت گرجا گھر کے طور پر استعمال ہوتی تھی-"

"تب تو ہم وہاں عبادت کر سکیں گے" پاشکا نے جواب دیا اور دونوں ہنس پڑے-

تو اس طرح پاشکا بیس‌تری‌یانکا میں وارد ہوا-

وہ پروخوروف خاندان کے ساتھ ٹھہرا اور جلد ہی پروخوروف کی بیوی سے دوستی کرلی- شام کو وہ اس عورت سے باتیں کرنے میں خاصا لطف محسوس کرتا تھا-

"بیوی کو حساس اور ہمدرد ہونا چاہئے!" پاشکا نے ایک شام کو اپنی رائے ظاہر کی- وہ ہنسوں کے لذیذ شوربے سے پیٹ بھرنے میں مصروف تھا-

"ایگورچ، تم ٹھیک کہتے ہو" پروخوروف نے ہاں میں ہاں

ملائی- وہ تنگ بوٹوں کو اتارنے کی کوشش میں بالکل دوھرا ہوا جا رہا تھا- "وہ بیوی ہی کیا جو جذبات سے عاری ہو!"

"فرض کرو، میں گھر لوٹتا ہوں" پاشکا نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا- "اگر میں تھکن سے چور اور گندہ ہو گیا ہوں تو سب سے پہلے اپنی بیوی کو دیکھنا چاہوں گا جو کافی تیز اور ہشاش بشاش ہو- مثال کے طور پر میں اس سے کہوں "ہیلو ماروسیا!" اور وہ محبت کے ساتھ مسکراتی ہوئی جواب دے "ہیلو پیارے پاویل- کیا تم تھک گئے ہو؟"

"لیکن فرض کرو کہ بےچاری بیوی دن بھر کے کام کے بعد خود ہی تھکن سے نڈھال ہو، تب؟ اس صورت میں وہ کیسے خوش و خرم ہوگی؟" مکان کی مالکہ نے تبصرہ کیا-

"کوئی بات نہیں- اگر وہ چڑچڑی اور پست‌ہمت ہوگی تو میں اس سے کہوں گا کہ درد سر کی دوا درکار ہے! اور میں دوسری عورتوں میں کشش محسوس کرنے لگوں گا- کیوں ایگورچ، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"ایسا ہونا یقینی ہے" پروخوروف نے اس کی تائید کی-

اس کی بیوی نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ اسے غصہ آگیا ہے اور کہا کہ سارے مرد عورتوں کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں-

...پاشکا اپنی آمد کے دوسرے دن کلب آیا - لاپروا اور خوش‌وخرم، گہرے سرخ رنگ کی قمیض جس کے گلے کا بٹن کھلا ہوا تھا، کروم چمڑے کے اونچے بوٹ اور فوجی انداز کی نئی ٹوپی جس کے چھجے سے نکلی ہوئی بھورے بالوں کی لٹ پیشانی پر لہرا رہی تھی-

"مقامی لوگ کیسے ہیں؟ ٹھیک ہیں نا؟" اس نے ایک نوجوان سے رواروی میں دریافت کیا اور خود رقص کرتے ہوئے جوڑوں پر سردمہری سے نگاہ دوڑائی- وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس نے "مقامی آبادی" پر کیا تاثر ڈالا ہے-

"ٹھیک ہی ہیں" نوجوان نے جواب دیا-

"اتنے بددل کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"تم مجھ سے سوالات پوچھنےوالے کون ہوتے ہو؟" نوجوان نے سختی سے جواب دیا-

پاشکا نے پرسکون انداز میں منہ بنایا-

"میں تمہارا نیا وکیل سرکار ہوں- میں یہاں کے حالات ٹھیک کرنے آیا ہوں-"

"ذرا خیال رکھنا- کہیں تم خود ہی نہ ٹھیک ہو جاؤ-"

"فکر مت کرو" پاشکا نے آنکھ ماری اور ہال میں موجود لڑکوں لڑکیوں کا جائزہ لینے لگا-

وہ لوگ بھی اس کا جائزہ لے رہے تھے-

پاشکا اس نوعیت کی صورتحال کو عموماً پسند کرتا تھا- کوئی بات یا چیز جو عجیبوغریب غیرمانوس اور معاندانہ ہو اس کے جوہر کو نمایاں کر دیتی تھی- اسے سب سے زیادہ دلچسپی لڑکیوں سے تھی-

رقص ختم ہوا اور جوڑے اپنی نشستوں پر واپس آگئے-

"وہ حسینہ کون ہے؟" پاشکا نے اس نوجوان سے پوچھا جس سے وہ اس سے قبل بات کر چکا تھا- جس لڑکی کی طرف اس کی توجہ مبذول ہوئی تھی وہ ناستیا پلاتونووا تھی- اس کا شمار خوبصورت مقامی لڑکیوں میں ہوتا تھا-

نوجوان کوئی جواب دئے بغیر اس کے پاس سے چلا گیا- بینڈ نے والز کی دھن چھیڑی-

پاشکا ہال کو پار کرکے سیدھا ناستیا کے پاس پہنچا، اس کے سامنے سر کو ذرا سا خم کیا اور بہآواز بلند کہا:

"اس بار تم میرے ساتھ رقص کروگی؟"

پاشکا کے نفیس آداب پر ہر شخص کو حیرت ہوئی- لوگ خوش ہوکر کھلکھلا اس میں دلچسپی لینے لگے-

ناستیا خاموشی سے اٹھی اور ایک بھاری ہاتھ پاشکا کے دبلے شانے پر رکھ دیا- پاشکا نے نرمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور دونوں رقص کرنے لگے-

ناستیا کے قدموں میں کچھ سستی اور بھاریپن تھا- اس کے برعکس پاشکا نے رقص کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ بعض لوگوں نے تو اسے دیکھنے کے لئے خود اپنا رقص بند کر دیا-

آخر میں اس نے لوگوں کو اچانک حیرت‌زدہ کر دیا- وہ ناستیا سے کچھ دور ہٹ گیا اور اس کا ہاتھ چھوڑے بغیر رقص کے بعض پیچیدہ کمالات دکھائے- لوگ دم بخود تھے- جہاں تک خود پاشکا کا تعلق تھا اس نے "مقامی آبادی" پر کچھ اس طرح نگاہ ڈالی جیسے کہہ رہا ہو "یہ تو کچھ بھی نہیں- کسی روز جب موڈ میں ہوں‌گا تو تمہیں دکھاؤں‌گا کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں- میں اچھا خاصا رقاص رہ چکا ہوں-"

ناستیا جس کے رخساروں پر سرخی چھا گئی تھی دھیمے رواں قدموں سے رقص کرتی رہی- "تم نمائشی اور رعب ڈالنےوالا رویہ پسند کرتے ہو نا؟" اس نے پاشکا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا-

پاشکا پر کوئی اثر نہ ہوا-

"کہاں کے رہنےوالے ہو؟"

"ماسکو کے" پاشکا نے رواروی میں جواب دیا-

"وہاں سب لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں؟"

"کس طرح کے؟"

"اس طرح کا نمائشی اور رعب ڈالنےوالا رویہ اپنانےوالے-"

"تمہاری عدم واقفیت پر مجھے حیرت ہے" پاشکا نے ناستیا کی پراسرار آنکھوں کی گہرائیوں میں بامعنی طور پر نرمی سے جھانکتے ہوئے کہا-

ناستیا آہستہ سے ہنسی-

پاشکا سنجیدہ ہوگیا-

"میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں- دراصل تم ایک آدرش کی حیثیت رکھتی ہو جس کی مجھے ہمیشہ سے تلاش تھی-"

ناستیا نے پاشکا سے آنکھیں چار کیں-

"بڑی تیزرفتاری سے کام کرتے ہو- ہے نا؟"

"میں یہ بات بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں-"

"تو کیا ہوا؟"

"میں آج تمہیں رخصت کرنے تمہارے گھر تک جاؤں‌گا- ویسے تمہارا خیال رکھنےوالا کوئی دوسرا دوست لڑکا موجود ہو تب تو خیر دوسری بات ہے- طے رہا نا؟"

ناستیا مسکرائی- اس نے انکار میں سر ہلایا لیکن پاشکا نے اس انکار کو نظرانداز کر دیا-

والز ختم ہوا-

پاشکا لڑکی کو ساتھ لے کر اس کی نشست تک آیا- ایک بار پھر بڑی نفاست سے سر کو خم کیا اور دوسرے نوجوانوں کے ساتھ سگریٹ پینے کے لئے ہال سے باہر چلا گیا -

اس کا استقبال معاندانہ نگاہوں نے کیا- لیکن پاشکا جانتا تھا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے-

"پاس پڑوس میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں جلدی سے کچھ شراب پی جا سکے؟" اس نے سگریٹ پیتے ہوئے نوجوانوں کے ایک گروہ کے قریب جاکر دریافت کیا-

نوجوانوں نے اسے تمسخرآمیز نظروں سے دیکھا اور کسی نے بھی جواب نہ دیا-

"بات کیا ہے؟ کیا تم لوگ گونگے ہوگئے ہو؟"

"کیا تم نہیں سمجھتے کہ ذرا ضرورت سے زیادہ پیش‌قدمی کرتے رہے ہو؟" اس لڑکے نے پوچھا جس سے پاشکا نے رقص کے آغاز سے قبل بات کی تھی -

"میں تو نہیں سمجھتا-"

"میں تو یہی سمجھتا ہوں-"

"تم ایسا سمجھتے ہو تو اپنے دل پر صلیب کا نشان بنا لو-"

نوجوان کی نگاہوں سے تلخی اور برہمی جھلکنے لگی-

"ایک منٹ کے لئے باہر نکلو تو ہم لوگ طے کر لیں گے-"

پاشکا نے نفی میں سر ہلایا-

"میں باہر نہیں جا سکتا-"

"کیوں؟"

"اس وقت باہر چلنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم میرے ہاتھ پاؤں توڑ دو اور وہ بھی بلا کسی سبب کے- ہم لوگ اس بارے میں پھر کبھی بات کرلیں گے- مگر تم سب لوگ آخر اتنے گھٹیاپن کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

نوجوانوں کو اس کی توقع نہ تھی- انہیں پاشکا کی بےباکی
پسند آئی اور دھیرے دھیرے باتچیت کا سلسلہ چل نکلا-
وہ لوگ باتچیت میں مصروف ھی تھے کہ بینڈ نے ٹینگو
کی دھن چھیڑی اور کسی دوسرے شخص نے ناستیا کو رقص کی
دعوت دے دی- پاشکا نے غصے میں اپنی سگریٹ کے ٹرے کو
پاؤں سے زمین پر زور سے رگڑ دیا- نوجوانوں نے اسے بتایا کہ
ناستیا کا ماسکو کے ایک انجینیر سے معاشقہ چل رھا ھے اور
ایسا لگتا ھے کہ وہ اس سے شادی کر لےگی- پاشکا ناستیا کو
غور سے دیکھ رھا تھا اور ایسا معلوم ھوتا تھا کہ وہ کچھ سن
نہیں رھا ھے-
ذرا دیر بعد اس نے اپنی ٹوپی پیچھے کی طرف جھکا دی-
اس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے-
"ھم دیکھیں گے کہ کون کس کو نیچا دکھاتا ھے" اس نے
کہا اور اپنی ٹوپی درست کر لی-
"وہ ھے کہاں؟"
"کون؟"
"وھی انجینیر-"
"وہ آج یہاں نہیں آیا-"
"ان دانشوروں سے نبٹنا میرے بائیں ھاتھ کا کھیل ھے-"
ٹینگو کا سلسلہ ختم ھوا-
پاشکا ناستیا کے پاس گیا-
"تم نے میرے ایک سوال کا جواب نہیں دیا تھا-"
"کون سا سوال؟"
"میں آج تمہیں گھر پہنچانے چلوں؟"
"اکیلی ٹھیک رھوں گی- شکریہ-"
پاشکا اس کے پاس بیٹھ گیا- اس کی گول گول بلیوں
جیسی آنکھوں سے دوبارہ سنجیدگی جھلکنے لگی تھی-
"کیوں نہ ھم اس بارے میں بات کر لیں جیسے دو شریف
کرتے ھیں-"
"اوہ میرے خدا!" ناستیا ٹھنڈی سانس بھرتے ھوئے کھڑی
اور ھال کے دوسرے سرے کو چلی گئی-

پاشکا اسے دیکھتا رہا- اس کے ارد گرد کے لوگ اس پر ہمدردی سے ہنس رہے تھے لیکن اسے شرمندگی کا احساس نہ ہوا- اپنے سینے کے اندر البتہ وہ ایک چبھن، ایک درد سا ضرور محسوس کر رہا تھا - وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور کلب سے چلا آیا-

اگلی شام کو پاشکا نے پہلے سے زیادہ نفاست سے لباس زیب‌تن کیا- اس نے پروخوروف سے ایک کڑھی ہوئی قمیض مانگی- کمر میں نیلا ریشمی جھالردار پٹکا باندھا- اپنی گہرے نیلے رنگ کی کارڈرائی کی برجس اور ورسٹیڈ کا جیکٹ پہنا اور مقامی لائبریری پہنچا (ناستیا جیسا کہ اس نے پہلے سے معلومات حاصل کر لی تھیں لائبریرین تھی) -

وہ کشادہ کاٹیج کے اندر جو گاؤں کی لائبریری اور دارالمطالعہ دونوں کا کام دیتا تھا داخل ہوا تو اس نے بڑے اعتماد سے ناستیا کو سلام کیا- ناستیا اس وقت لائبریری میں اکیلی تھی سوائے اس ایک نوجوان شخص کے جو میز پر بیٹھا ایک باتصویر رسالہ "اگونیوک" دیکھ رہا تھا- اس نے پاشکا کے سلام کا جواب دیا اور اسے دیکھ کر مسکرائی جیسے دونوں ایک دوسرے کے پرانے شناسا ہوں-

پاشکا اس کی میز کے پاس گیا اور خاموشی سے وہاں رکھی ہوئی کتابوں کو الٹنے پلٹنے لگا- اس نے لڑکی کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی- اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ رسالہ پڑھنے‌والا نوجوان وہی انجینیر ہے جو ناستیا کا محبوب ہے-

"کچھ پڑھنا پسند کروگے؟" ناستیا نے پوچھا- اسے حیرت تھی کہ پاشکا نے جیسے اسے پہچانا ہی نہ ہو-

"ہاں، مجھے ضرورت ہے..."

"کس کتاب کی ضرورت ہے؟" ناستیا نے غیرارادی طو پر اسی کا لہجہ اختیار کر لیا-

"مارکس کی کتاب "سرمایہ"- میں نے آخری باب ڈ سے ختم نہیں کیا-"

نوجوان نے رسالہ ایک طرف رکھ دیا اور پاشکا دیکھنے لگا-

ناستیا ہنسنے ہی والی تھی لیکن پاشکا کے چہرے کی سختی کے مدنظر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا-

"تمہارا پورا نام کیا ہے؟"

"خول‌مانسکی- سن پیدائش ۱۹۳۵ء- ڈرائیور مکینک- سیکنڈ کلاس-"

ناستیا یہ تفصیلات لکھنے میں مصروف تھی تو پاشکا نے چپ‌چاپ کن‌انکھیوں سے اس کا جائزہ لیا- پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا- انجینیر کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں- ان کی آنکھیں چار ہوئیں- پاشکا پل بھر کے لئے جھنجھلا سا گیا اور اس کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا-

"ہم لوگ معمے حل کر رہے ہیں کیا؟"

انجینیر چکرا گیا کہ کیا جواب دے -

"ہونہہ! مگر تم تو زیادہ سنجیدہ اور گہری چیزوں کو ترجیح دیتے ہو-"

"ارے ہاں، گینا- یہ بھی ماسکو کے رہنےوالے ہیں-"

"واقعی؟" گینا کو صحیح معنوں میں خوشی ہوئی- "تمہیں ماسکو چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے؟ خبریں کیا ہیں؟"

پاشکا کو لائبریری کارڈ پر دستخط کرنے کے لئے جتنے وقت کی ضرورت تھی اس نے اس سے زیادہ وقت لیا اور انجینیر کو کوئی جواب نہ دیا-

"شکریہ" اس نے ناستیا سے کہا، بھاری جلد لے جاکر میز پر رکھی اور گینا کی طرف ہاتھ بڑھایا- "پاویل ایگورچ-"

"گینا- تم سے مل کر خوشی ہوئی-"

"ہاں تو تم ماسکو کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟" پاشکا نے رسالے الٹتے پلٹتے ہوئے بات‌چیت کا سلسلہ پھر جاری کیا- "ماسکو معمول کے مطابق تیز سرگرمیوں اور دوڑ دھوپ کا مرکز بنا ہوا ہے" اس نے انجینیر کو سنبھلنے کا موقع دئے بغیر قینچی کی طرح زبان چلانا جاری رکھا:

"مجھے کارٹون اچھے لگتے ہیں- خاص طور سے عادی شرابیوں سے متعلق- ان کے کتنے دلچسپ خاکے کھینچے جاتے ہیں-"

"ہاں، کچھ کارٹون بڑے مزاحیہ ہوتے ہیں- تمہیں ماسکو چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے؟"

"ماسکو..." پاشکا نے رسالے کا ایک ورق الٹا- "میں اپنی زندگی میں وہاں کبھی بھی نہیں رہا- شاید اس لڑکی کو میرے اوپر کسی اور کا دھوکا ہو گیا ہے-"

"لیکن تم نے تو گزشتہ رات کلب میں خود ہی مجھ سے کہا تھا!" ناستیا نے احتجاج کیا-

پاشکا نے اس کی طرف دیکھا-

"بات کچھ بنی نہیں-"

ناستیا نے گینا کی اور گینا نے پاشکا کی طرف دیکھا-

پاشکا کارٹون دیکھنے میں مصروف تھا-

"عجب معاملہ ہے- ہو سکتا ہے کہ میں نے یہ بات خواب میں دیکھی ہو" ناستیا نے کہا-

"ہو سکتا ہے" پاشکا نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا- "اس کارٹون کو دیکھو- بوڑھا ریاکار!" اس نے رسالہ گینا کو تھماتے ہوئے کہا- "کیا صورت بنائی ہے!"

گینا مسکرایا-

"تم یہاں بوائی میں ہماری مدد کرنے آئے ہو نا؟"

"جی ہاں" پاشکا نے ناستیا کی طرف دیکھا: وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی- پاشکا نے اس چیز کو دل ہی دل میں خاصی اہمیت دی- "کیوں نہ ڈرافٹ کی ایک بازی کھیلیں؟" اس نے انجینیر کے سامنے تجویز پیش کی-

"ڈرافٹ؟ شطرنج کیوں نہیں؟"

"شطرنج نہایت ہی سست‌رفتار کھیل ہے" پاشکا نے کہا (اسے شطرنج کھیلنا نہیں آتا تھا)- "اس میں بہت زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے- جہاں تک ڈرافٹ کا تعلق ہے تو زور سے ہاتھ مارا اور کام چل گیا-"

"اچھی بات ہے- ڈرافٹ ہی سہی" گینا نے اتفاق رائے کیا اور ناستیا کی طرف دیکھا- وہ اپنی ڈسک کے پیچھے سے نکل کر ان دونوں کے پاس آ بیٹھی-

"کیا ہم لوگ گوٹ اٹھا لینے کا طریقہ اپنائیں گے؟"

"اس میں کیا کرنا ہوتا ہے؟"

"حریف سے کوئی چوک ہو جائے تو جرمانے کے طور پر اس کی ایک گوٹ اٹھا لی جاتی ہے" ناستیا نے وضاحت کی۔

"اوہ - اچھی بات ہے، ہم یہ طریقہ اپنائیں گے۔"

پاشکا نے تیزی سے بورڈ پر گوٹیں لگا دیں۔ پھر دو گوٹیں اٹھائیں اور انہیں پکڑکر ہاتھ پیچھے کر لئے۔

"کون سا ہاتھ؟"

"بایاں۔"

"تمہیں کامیابی نہیں ہوئی" پاشکا کو پہلی چال ملی۔

"اچھا تو اب ہم شروع کرتے ہیں" اس نے کرسی پر آرام سے جمتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے سے کائیاں‌پن اور اطمینان جھلکتا تھا۔ "یہاں سگریٹ پینے کی اجازت تو نہ ہوگی؟" اس نے ناستیا سے پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"اچھی بات ہے" پاشکا نے دوسری چال چلی - "اب ہم جیسا کہ فرانس‌والے کہتے ہیں درد سر کا مداوا کریں گے۔"

کوئی بھی شخص بہ‌آسانی اندازہ لگا سکتا تھا کہ انجینیر خراب کھلاڑی ہے۔ ناستیا اسے مشورے دینے لگی لیکن اس پر وہ معترض ہوا۔

"بھئی سنو، یہ بڑی غلط بات ہے۔ تم بار بار میری مدد کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لئے کہ تم بار بار غلط چالیں چل رہے ہو۔"

"تو اس سے کیا ہوا؟ کھیل تو میں رہا ہوں۔"

"تمہیں سیکھنا چاہئے کہ کیسے کھیلا جاتا ہے۔"

پاشکا مسکرا رہا تھا۔ اس کی چالیں تیز اور یقینی طور پر جیتنے‌والی تھیں۔

"گینا، دیکھنا وہ گوٹ، وہ دوروالی" ناستیا ایک بار پھر اس کی مدد کرنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی۔

"میں اس طرح نہ کھیل سکوں‌گا!" گینا نے برہمی سے کہا۔ "میں وہ گوٹ چلنے ہی والا تھا لیکن اب نہ چلوں‌گا۔ صولی بات ہے۔"

"تم گھبرا کیوں رہے ہو؟ عجیب آدمی ہو۔"
"گھبراؤں کیوں نا؟"
"تشویش، نظام اعصاب کے لئے بری ہوتی ہے" پاشکا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا اور ناستیا کو آنکھ مار دی جس کے چہرے پر سرخی چھا گئی۔
"اب تم ہاروگے۔ اصولی بات ہے۔"
"نہیں، نہیں، ہاریں گے کیوں؟ ان کے لئے مجھے نیچا دکھانے کا اب بھی اچھا موقع ہے" پاشکا نے سرپرستانہ انداز میں کہا۔ "یہ لو تمہاری چال کے نتیجے میں مجھے بادشاہ مل گیا۔"
"اب تم ہار چکے ہو" ناستیا نے مایوسی سے کہا۔
"تم اپنی فکر کرو، دخل مت دو!" گینا کو غصہ آگیا تھا۔ "ہارنا ناممکن ہے۔ تم دخل مت دو!"
"اور تم خود کو انجینیر کہتے ہو" ناستیا اٹھی اور اپنی ڈسک کو واپس لوٹ گئی۔
" تم نے کوئی ذہانت کی بات نہیں کی۔ اس کھیل کا میرے انجینیر ہونے سے کیا تعلق ہے؟"
"مجھے ڈر ہے کہ وہ میرا گرویدہ ہو جائے گا" ناستیا نے ایک گیت کا بول چھیڑا مگر کچھ یوں جیسے کہ خود اپنے ہی لئے گا رہی ہو۔ وہ اٹھکر کتابوں کی الماریوں کے درمیان ٹہلنے لگی۔
"عورت ذات" پاشکا نے جانے کیوں کہا۔
انجینیر نے بورڈ پر تیزی سے سب گوٹیں ملا دیں اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:
"میں ہار گیا۔"
"چلو، چلکے سگریٹ پیئیں" پاشکا نے تجویز پیش کی۔
"چلو۔"
برآمدے میں انجینیر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے رازدارانہ انداز میں کہا:
"اس کے طور طریقے میری سمجھ میں نہیں آتے۔ وہ ہر معاملے میں دخل دینا چاہتی ہے۔"

"فکرمند نہ ہو" پاشکا نے مبہم طور پر کہا- "یہاں زیادہ دنوں سے مقیم ہو؟"
"کیا کہا؟"
"یہاں زیادہ دنوں سے مقیم ہو؟"
"مہینہ بھر سے کچھ زیادہ دن ہونے کو آئے-"
"شادی کرنا چاہتے ہو؟"
انجینیر نے پاشکا کو گھورا-
"ناستیا سے؟ ہاں- مگر تم کیوں پوچھتے ہو؟"
"پریشان نہ ہو- وہ اچھی لڑکی ہے- تم سے محبت کرتی ہے نا؟"
"مجھ سے محبت؟ بھئی، میں تو یہی سمجھتا ہوں-"
انجینیر کچھ کھویا کھویا سا نظر آنے لگا-
دونوں خاموش ہو گئے- پاشکا سگریٹ پی رہا تھا اور اس کی نگاہیں اس کے سرے پر جمی ہوئی تھیں- انجینیر نے کھانستے ہوئے پوچھا:
"تم واقعی "سرمایہ" پڑھتے ہو؟"
"ڈرنے کی کوئی بات نہیں" پاشکا نے سگریٹ اپنے ہونٹوں کے گوشے میں دبا لی- بھویں سکوڑیں، ہاتھ کمر کے پٹکے کے اندر ڈالے اور ہوشیاری سے قمیض برابر کی-
"ہم لوگ پکچر دیکھنے چلیں گے؟"
"آج کون سی فلم چل رہی ہے؟"
"سنا کہ کوئی مزاحیہ فلم ہے-"
"تو دیکھ سکتے ہیں-"
"بہتر ہوگا کہ تم ناستیا کو مدعو کر لو" پاشکا نے لائبریری کے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور اپنے چہرے سے ہمدردی ظاہر کی-
"ہاں، ہاں، کیوں نہیں" انجینیر نے جواب دیا- اس کا لہجہ سنجیدہ تھا - "میں جاکر اس سے کہتا ہوں-"
"تو جاؤ نا-"
انجینیر چلا گیا تو پاشکا باہر نکلا، سیڑھیوں تک پہنچا اور ریلنگ پر جھک کر سڑک کو دیکھنے لگا-

...سینما ہال میں تینوں ایک ساتھ بیٹھے- ناستیا بیچ میں تھی-

جیسے ہی بتیاں گل ہوئیں پاشکا ناستیا کی طرف جھکا اور اس کا ہاتھ تھام لیا لیکن اس نے چپ‌چاپ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا- پاشکا پردے کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہ ہو- تقریباً دس منٹ بعد وہ پھر احتیاط کے ساتھ اس کا ہاتھ ٹٹولنے لگا- ناستیا اچانک اس کی طرف جھکی اور دھیرے سے اس کے کانوں میں کہا:

"تم مجھے اپنے مقصد کے لئے یوں استعمال کرنے سے باز نہ آئے تو میں سب کے سامنے ہنگامہ کھڑا کر دوں گی-"

پاشکا نے فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا-

ہ منٹ تک وہ چپ‌چاپ بیٹھا رہا، اس کے بعد ناستیا کی طرف جھکا اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

"میرا دل کرچوں‌والے دستی گولے کی طرح پھٹا جا رہا ہے-"

ناستیا دھیرے سے ہنس پڑی- پاشکا نے پھر اس کا ہاتھ ٹٹولا- وہ گینا کی طرف مڑ گئی-

"مجھے تم اپنی سیٹ پر بیٹھ جانے دو-"

"اس آدمی کا سر رکاوٹ بن رہا ہے کیا؟ ارے کامریڈ، ذرا اپنا سر ہٹا لو" پاشکا نے تحکمانہ لہجے میں کہا-

سامنے بیٹھے ہوئے کامریڈ نے اپنا سر ہٹا لیا-

"اب ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے" ناستیا بولی-

تماشائی خاصا شور مچا رہے تھے اور بار بار قہقہے لگا رہے تھے-

پاشکا نے بہت زیادہ نیچے جھک‌کر سگریٹ سلگائی اور جلدی سے ایک کش لے‌کر خوشبودار دھواں نیچے بکھیر دیا- اس کے مرغولے اوپر اٹھے اور پروجیکٹر کی روشنی کی شعاعوں میں صاف دکھائی دئے-

ناستیا نے اس کی پسلی میں کہنی ماری:

"کیا کر رہے ہو؟"

پاشکا نے سگریٹ بجھا دی- چند لمحوں بعد اس نے ناستیا کا ہاتھ تلاش کیا، اسے زور سے دباکر چھوڑ دیا اور نیچے جھکا ہوا باہر نکلنے لگا- وہ گینا کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس نے کہا:

"سنگدل لوگ اس فلم کو دیکھ سکتے ہیں-"

باہر سڑک پر آکر پاشکا نے اپنا کالر ڈھیلا کر دیا، سگریٹ سلگائی اور دھیرے دھیرے گھر کی طرف قدم اٹھانے لگا-

گھر پہنچ کر وہ کپڑے اتارے بغیر بستر پر لیٹ گیا-

"اتنے اداس کیوں ہو؟" پروخوروف نے دریافت کیا-

"کوئی خاص بات نہیں" پاشکا نے کہا- وہ چند منٹ اسی طرح چپ چاپ لیٹا رہا، پھر اچانک اس نے پوچھا: "کیا اس زمانے میں بھی عورتیں اغوا کی جاتی ہیں؟"

"کیا مطلب؟" پروخوروف نے پوچھا-

"میرا مطلب ہے جس طرح پرانے زمانے میں اغوا کی جاتی تھیں- کی جاتی تھیں نا؟"

"اوہ! مجھے کیا معلوم! مگر اغوا کیا بھی کیوں جائے- عورتیں تو ویسے ہی، اغوا کے بغیر ہی راضی ہو جاتی ہیں-"

"ٹھیک کہتے ہو- میں بس یونہی سوچ رہا تھا" پاشکا نے اتفاق رائے ظاہر کیا- ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا: "اور قانون میں اغوا کرنے کی کوئی سزا بھی نہیں ہے؟"

"میں تو نہیں سمجھتا- ویسے مجھے اس بارے میں ٹھیک سے کچھ معلوم نہیں ہے-"

پاشکا بستر سے اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا- وہ کسی خیال میں بری طرح غرق تھا-

"اٹھارہ برس کی عمر زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے" اچانک وہ ایک گیت کا بول گنگنایا- "اچھا ایگورچ، یہ رہی تمہاری قمیض" اور پھر اس نے انگریزی میں کہا: "شکریہ!"

"آخر اس کا مطلب کیا ہے؟"

"کچھ نہیں" پاشکا نے پروخوروف کی کڑھی ہوئی قمیض

اتارکر خود اپنی قمیض پہن لی - وہ کمرے کے وسط میں ذرا دیر کھڑا سوچتا رہا- "طے ہو گیا، ایگورچ!"

"کیا تم کسی لڑکی کو اغوا کرنا چاہتے ہو؟" پروخوروف نے پوچھا-

پاشکا ہنس پڑا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور باہر سڑک پر آ گیا-

یہ ایک بھیگی ہوئی تاریک رات تھی- تیز بارش ہو چکی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ہر چیز سے بارش کے قطرے ٹپک رہے ہوں- گاؤں کے کتوں کی بھونکنے کی آوازیں خاموشی میں گونج رہی تھیں اور کہیں دور کوئی گشتی برقی انجن شور مچا رہا تھا-

پاشکا اس ڈپو میں گیا جہاں وہ اپنی لاری کھڑی کرتا تھا- گیرج کے احاطے میں ایک آواز نے اسے للکارا-

"دوست" پاشکا نے جواب دیا-

"کون دوست؟"

"خول‌مانسکی-"

بوڑھا پہریدار نکل‌کر روشنی میں آ گیا- وہ بھیڑ کی کھال کا لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھا اور بندوق اس کے شانے پر رکھی ہوئی تھی-

"کہیں جانا ہے کیا؟"

"جی ہاں-"

"کوئی فالتو سگریٹ ہوگی؟"

"ہاں-"

ان دونوں نے سگریٹیں سلگائیں-

"میرے خیال میں کچھ اور بارش ہوگی" بوڑھے آدمی نے جماہی لیتے ہوئے کہا- "ایسے موسم میں نیند آنے لگتی ہے-"

"تو سو جاؤ نا" پاشکا نے مشورہ دیا-

"اس کی اجازت نہیں- ابھی ابھی میں اونگھ گیا مگر اتنے میں وہ آ گیا..."

پاشکا نے باتونی بوڑھے کا سلسلۂ کلام منقطع کر دیا-

"اچھا تو بڑے میاں- میں ذرا جلدی میں ہوں-"

"تو جاؤ نا" بوڑھے نے پھر جماھی لی-
پاشکا نے لاری اسٹارٹ کی اور ڈپو کے احاطے سے باھر نکل آیا-
اسے معلوم تھا کہ ناستیا کا گھر دریا کے کنارے عمودی اور وسیع راس کے دوسری جانب ھے-
اس روز دوپہر کو اس نے پروخوروف سے بات کی تھی اور چیرمین نے ناستیا کے گھر کی نشاندھی کر دی تھی- پاشکا نے یہ بات ذھن میں رکھ لی تھی کہ گھر کے بہترین کمرے کی کھڑکیاں باغ کی طرف کھلتی ھیں-
اب صرف ایک سوال اس کے ذھن کو پریشان کر رھا تھا: پلاتونوف خاندان میں کتا پلا ھوا ھے کہ نہیں؟
گاؤں کی سڑکیں سنسان تھیں- دور دور تک کہیں کوئی نظر نہ آتا تھا- حتیٰکہ محبت کرنےوالے جوڑوں نے بھی گھروں کے اندر پناہ لے رکھی تھی- پاشکا بہت آھستہ آھستہ لاری چلا رھا تھا تاکہ کہیں پھنس کر نہ رہ جائے-
ناستیا کے گھر کے نزدیک اس نے گاڑی کھڑی کر دی، نیچے اترا اور انجن کو چلتے رھنے دیا-
"اب دیکھنا ھے" اس نے دل ھی دل میں کہا اور ھتھیلی سے اپنا سینہ سہلایا: وہ بہت گھبرایا ھوا تھا-
گھر کی بتیاں گل تھیں- پاشکا کی آنکھیں تاریکی سے مانوس ھو گئیں تو درختوں کی پتیوں سے خالی شاخوں کے درمیان سے اسے سامنےوالے کمرے کی کھڑکیوں کے شیشوں کی مدھم سی چمک دکھائی دی- اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا-
کاش، ان لوگوں کے یہاں کتا نہ پلا ھو، اس نے دل ھی دل میں سوچا-
وہ دھیمے سے کھانسا، جنگلے کو احتیاط کے ساتھ ھلایا مگر گھر کے احاطے سے کوئی آواز بلند نہ ھوئی- چاروں طرف سناٹا چھایا ھوا تھا اور اسے چھت سے بارش کے قطرے ٹپکنے کی آوازیں سنائی دے رھی تھیں-
"اچھا تو پاشکا، اب یا تو گولی تمہاری سر سے ھوکر نکل جائےگی یا پھر..."

اس نے چپ‌چاپ جنگلے کو پار کیا اور کھڑکیوں کی طرف بڑھنے لگا- اس کی وفادار گاڑی کے انجن کی دبی دبی آواز، خود اس کے قدموں کی ہلکی سی آواز اور بارش کے قطرے ٹپکنے کی تیز آواز کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی- بہار کی تازگی چاروں طرف بکھری ہوئی تھی اور ہوا کچھ ایسی بھیگی ہوئی تھی جیسی تہہ‌خانے کی ہوتی ہے-

پاشکا باغ سے گزرتے ہوئے دل ہی دل میں اٹھارہ برس کی عمر سے متعلق گیت کا وہی ایک بول گنگنا رہا تھا: "اٹھارہ برس کی عمر زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے-" یہ بول صبح ہی سے تمام دن اس کے ہونٹوں پر مچلتا رہا تھا-

وہ کھڑکیوں کے بالکل نزدیک پہنچ چکا تھا کہ اس کے قدموں کے نیچے کوئی ٹہنی زور سے چرچرائی- پاشکا اسی جگہ جیسے جم کر رہ گیا- سناٹا، بارش کے ٹپکتے ہوئے قطرے- پاشکا نے آخری دو قدم اٹھائے اور سامنے کی کھڑکیوں کے پاس جا کھڑا ہوا-

گھبراہٹ پر قابو پانے کے لئے وہ پل بھر رکا رہا-

اب اس کے ذہن میں ایک نیا سوال ابھرا: "کمرے میں کیا وہ اکیلی سو رہی ہوگی؟"

اس نے ٹارچ نکال‌کر جلائی اور اس کی روشنی ایک کھڑکی سے اندر ڈالی- روشنی کا ایک پیلا گولا دیواروں پر رینگنے لگا اور تاریکی میں لپٹی ہوئی مختلف چیزیں ایک ایک کرکے دکھائی دینے لگیں- ٹائل کا ایک بڑا اسٹوو، ایک دروازہ، ایک پلنگ... روشنی کا گولا تھرتھرایا اور رک گیا- پلنگ پر کوئی کسمسایا، ایک سر اوپر اٹھا- یہ ناستیا تھی جو خوف‌زدہ نہیں معلوم ہو رہی تھی- وہ پھرتی سے پلنگ سے اتری اور رات کا لباس پہنے ہوئے کھڑکی کے پاس آئی- پاشکا نے ٹارچ بجھا دی-

ناستیا نے چٹخیاں ہٹاکر کھڑکی کھولی- گرم اونگھتی ہوا کی ایک لہر کمرے سے باہر نکلی-

"کیا بات ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا- اس کی آواز سے ٹپکتی ہوئی بیگانگی نے پاشکا کو چوکنا کر دیا-

"کیا اس نے پہچان لیا؟" پاشکا نے خوف‌زدہ ہوکر دل ہی دل میں سوچا- فی‌الوقت پاشکا چاہتا تھا کہ اس پر کسی اور کا دھوکا ہو جائے-

اس نے زبان نہیں کھولی-

ناستیا کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی- پاشکا نے پھر ٹارچ جلا دی- ناستیا کمرے کے دروازے تک گئی، اسے مضبوطی سے بند کیا اور کھڑکی کے پاس واپس آ گئی- پاشکا نے ٹارچ بجھا دی-

"شاید اس نے اسے پہچانا نہیں ورنہ وہ اس طرح صرف رات کے لباس میں چلتی پھرتی نہ ہوتی-"

ناستیا نے کھڑکی سے باہر جھانکا- وہ پاشکا سے اتنی قریب ہو گئی تھی کہ وہ اس کے بالوں کو سونگھ سکتا تھا- اس کی آنکھوں کے سامنے ایک گرم دھند سی چھا گئی- اس نے اسے ایک طرف ڈھکیل دیا اور کھڑکی سے پھاندکر اندر آ گیا-

"اچھا تو آخرکار بات تمہاری سمجھ میں آ ہی گئی؟" ناستیا نے کہا- اس کی آواز میں نسبتاً زیادہ گرمجوشی تھی-

"بات واقعی میری سمجھ میں آ چکی ہے" پاشکا نے سوچا- "اب شور و غل اور ہنگامہ ہوگا-"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اپنے پاؤں پونچھ ڈالو؟" ناستیا نے کہا- اس وقت پاشکا کھڑکی پار کرکے اندر آ چکا تھا اور اس کے بغل میں کھڑا تھا-

پاشکا اب بھی کچھ نہ بولا- اس نے ناستیا کے گرم اور نرم و نازک جسم کو اپنی بانہوں میں جکڑکر اتنی زور سے بھینچا کہ اس کے رات کے لباس کا ایک بند ٹوٹ گیا-

"اوہ!" ناستیا کا دم گھٹنے لگا- "کیا کر رہے ہو؟ شیطان کہیں کے..."

پاشکا نے اسے پیار کرنا شروع کر دیا مگر اس اثنا میں ناستیا کے دل میں کوئی خیال آیا- اچانک اس نے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا- پھرتی سے دور ہٹ گئی اور روشنی کا سوئچ تلاش کرنے کے لئے دیوار پر تیزی سے ہاتھ دوڑانے لگی-

"سارا قصہ ختم" پاشکا نے دل ہی دل میں سوچا اور

خراب‌ترین صورت‌حال کا سامنا کرنے کے لئے خود کو تیار کرنے لگا- اب وہ چیخنا شروع کرے‌گی، اس کا باپ دوڑا ہوا آئے‌گا اور میری خبر لے‌گا- احتیاطاً وہ پیچھے ہٹ‌کر کھڑکی کے پاس پہنچ گیا-

کمرہ روشنی سے جگمگا اٹھا- ناستیا پہلے تو بالکل بدحواس سی ہوگئی اور اسے خیال ہی نہ رہا کہ وہ ایک اجنبی کے سامنے تقریباً برہنہ کھڑی ہے-

پاشکا نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا:

"ڈر گئیں؟"

ناستیا نے جلدی سے اپنی اسکرٹ کرسی سے اٹھائی اور اسے پہننے لگی- اس کے بعد وہ پاشکا کے پاس آئی... قبل اس کے کہ اسے کچھ سوچنے کا وقت مل سکے اس نے اپنے بائیں گال پر ایک زوردار طمانچہ محسوس کیا- پھر ایک دوسرا طمانچہ اس کے دائیں گال پر پڑا-

لمحہ بھر وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو گھورتے رہے- غصے سے ناستیا کے رخسار تمتمانے لگے تھے اور اس وقت وہ بےحد خوبصورت لگ رہی تھی-

پاشکا یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ انجینیر واقعی بڑا خوش‌قسمت ہے-

"فوراً یہاں سے نکل جاؤ" ناستیا نے دھیرے سے کہا-

پاشکا سمجھ گیا کہ وہ چیخے چلائے‌گی نہیں- وہ اس طرح کی باتوں پر یقین رکھنےوالی لڑکی نہیں تھی-

"کیوں نہ ہم اس بارے میں بات کر لیں جیسے دو شریف لوگ کرتے ہیں" اس نے کہا اور سگریٹ سلگائی- "میں یہاں سے جا سکتا تھا لیکن یہ تو بڑی بےکیفی اور بزدلی کی بات ہوگی" اس نے ماچس کی تیلی کھڑکی سے باہر اچھال دی اور جلدی جلدی سوچنے لگا- کیونکہ اسے ڈر تھا کہ ناستیا کوئی بھاری چیز اپنے ہاتھوں میں اٹھا لے‌گی اور دوبارہ اسے کمرے سے نکل جانے کا حکم دے‌گی- اسی اندیشے کے تحت وہ ٹہلتا ہوا کھڑکی سے میز تک گیا اور پھر اپنی جگہ پر لوٹ آیا-

"میں تم سے محبت کرتا ہوں- یہ ایک حقیقت ہے، محض

خالی خولی بات نہیں- ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی- آخر اس انجینیر میں وہ کون سی خوبی ہے جس سے میں محروم ہوں- تم کہو تو آسانی سے سوشلسٹ محنت کا ہیرو بن سکتا ہوں- صرف تمہارا کہنا کافی ہوگا- ہنگامہ کیوں کھڑا کرو- اپنی چیزیں باندھ لو اور ہم لوگ یہاں سے چل دیں- شہر میں جاکر ساتھ ساتھ رہیں گے-"

پاشکا نے سلسلۂ کلام منقطع کر دیا اور ناستیا کی طرف بڑی سنجیدگی سے پلک جھپکائے بغیر دیکھتا رہا- وہ اس سے محبت کرتا تھا- اتنی شدید محبت جتنی اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے نہیں کی تھی- ناستیا کو اس کا احساس تھا-

"تم اتنے احمق کیسے ہو سکتے ہو؟" اس نے اداسی اور سادگی سے کہا- "تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کتنی مہمل بات ہے؟" وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی: "ایک تو اس طرح کی حرکت کرنا پھر اوپر سے اس کے جواز کے لئے دلیلیں دینا- ہونہہ! مجھ سے محبت کرتے ہیں!" اس نے کچھ عجیب انداز سے پلکیں جھپکائیں اور منھ موڑ لیا- پاشکا سمجھ گیا کہ وہ رو رہی ہے- "تم محبت میں مبتلا ہو مگر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں بھی محبت میں مبتلا ہو سکتی ہوں؟" اس نے پاشکا کی طرف رخ کیا- اس کی آنکھوں میں آنسو منڈلا رہے تھے-

اب وہ بہت ہی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی- اور ٹھیک اسی لمحے پاشکا کو یقین ہو گیا کہ وہ کبھی بھی اس کی نہ ہو سکے گی- اس کے ساتھ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا: جیسے ہی کسی معاملے میں سنجیدگی اور گہرائی کی نوبت آتی تھی اسے پتہ چلتا تھا کہ یہ اس کی دسترس سے باہر ہے-

"رو کیوں رہی ہو؟"

"اس لئے کہ تم صرف اپنے بارے میں سوچتے ہو- تم سب بڑے خودغرض ہوتے ہو- ہونہہ! مجھ سے محبت کرتے ہیں!" اس نے آنسو پونچھ ڈالے- "مجھ سے محبت کرتے ہو تو تمہیں کم‌ازکم میری کچھ عزت کرنی چاہئے- یہ کوئی طریقہ نہیں ہے..."

"میں نے آخر کیا کیا ہے؟ کھڑکی سے پھاندکر اندر آ گیا

ہوں- یہی نا- مگر اس کی کون پروا کرتا ہے- ایسی باتیں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں-"

"کھڑکی سے اندر پھاندنا کوئی بات نہیں- اصل بات یہ ہے کہ تم سب بڑے احمق ہو- وہ بھی احمق ہے- اب وہ رقابت سے پاگل ہوا جا رہا ہے- محض تمہاری وجہ سے- کہتا ہے کہیں چلا جائے گا-"

"کہاں چلا جائے گا؟" پاشکا سمجھ گیا کہ ناستیا کس احمق کی بات کر رہی ہے-

"کہاں؟ یہ تو تم خود اس سے پوچھو!"

پاشکا کی تیوریوں پر بل پڑ گئے-

ناستیا نے ایک بار پھر اپنی ہتھیلیوں سے آنسو پونچھے- اس نے کچھ کہا نہیں-

پاشکا کا دل اس کے لئے ہمدردی کے جذبات سے تڑپ اٹھا-

"تیار ہو جاؤ!" اس نے حکم دیا-

ناستیا نے نگاہیں اٹھائیں اور اس کی طرف حیرت سے دیکھا-

"ہم لوگ اس کے گھر چلیں گے اور میں ماسکو کے اس مغرور اور خودپرست آدمی کو بتاؤں گا کہ حقیقی انسانی محبت کا کیا مطلب ہوتا ہے-"

"ہم کہیں نہ جائیں گے- زیادہ نمائشی رویے کا مظاہرہ نہ کرو-"

"سنو، خوبصورت صاحبزادی!" پاشکا نے بھناکر کہا- "میں نے تمہیں اپنے منھ پر طمانچے مار لینے دئے- لیکن میں یہ احمقانہ باتیں برداشت نہیں کر سکتا کہ نمائشی رویہ اپنانا بند کر دوں- ہونہہ- آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"اتنی رات گئے تم مجھے لے کر کہاں جاؤ گے؟.."

"مجھے اس کی ذرا بھی فکر نہیں کہ یہ کون سا وقت ہے- کپڑے پہنو- یہ لو اپنا بلاوز!"

پاشکا نے بلاوز کرسی سے اٹھاکر ناستیا کی طرف اچھال دیا- اس نے بلاوز لے لیا اور ہچکچاتی ہوئی کھڑی ہوگئی- پاشکا ایک بار پھر کمرے میں ٹہلنے لگا-

"اسے کس بات نے رقابت میں مبتلا کر دیا؟" پاشکا نے پوچھا- اس کے لہجے سے ایک طرح کا اطمینان جھلکتا تھا-

"ہم نے ایک ساتھ رقص کیا تھا نا- کسی نے اس کو بتا دیا- اور پھر سینما گھر میں ہم لوگ سرگوشیاں بھی تو کر رہے تھے- واقعی وہ کتنا احمق ہے-"

"تم نے صفائی کیوں نہ پیش کی؟"

"میں کیوں صفائی پیش کروں؟ اور سنو، میں کہیں نہ جاؤں گی!"

پاشکا ٹھہر گیا-

"میں تین تک گنوں گا- ایک... دو... اور اس کے بعد تمہیں پیار کرنا شروع کر دوں گا-"

"ذرا کوشش کرکے تو دیکھو!.. آخر تم اس سے کہو گے کیا؟"

"میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کہنا ہے-"

"تو پھر میں تمہارے ساتھ کیوں جاؤں؟"

"تمہارا چلنا ضروری ہے-"

"مگر کیوں؟"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے- ویسے بھی تمہارا چلنا ضروری ہے-"

ناستیا نے بلاوز پہنا اور اس کے بعد جوتے پہنے-

"اچھا تو پہلے تم نکلو- میں بعد میں آتی ہوں- کوئی نہیں دیکھ لے تو..."

پاشکا پھاندکر باغ میں پہنچا اور ناستیا کو باہر آنے کے لئے سہارا دیا- وہ لوگ سڑک تک پہنچے- ٹرک کے انجن سے آواز نکل رہی تھی جیسے کہ وہ چپکے چپکے اپنے مالک کی شکایت کر رہا ہو-

"اندر داخل ہو جاؤ، رونے دھونےوالی خاتون... اتنی رات گئے لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا بڑا اچھا کام ہے، ہونہہ-"

پاشکا اپنے نئے اور غیرمتوقع رول سے لطف‌اندوز ہونے لگا تھا-

ناستیا کیبن میں چڑھ گئی۔
"کیا تم مجھے اس گاڑی میں اغوا کرنا چاہتے تھے؟"
"اس کا کوئی سوال ہی نہیں!.. تم جیسی لڑکیوں سے معاملہ طے ہونے تک تو میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔"
"بھئی پاویل، تم..."
"کیا؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔
"ہوگا، جانے دو۔"
"ہاں، اب ٹھیک ہے" پاشکا نے جھٹکے اور شور کے ساتھ ٹرک کو گئیر میں لیا اور روانہ ہو گیا۔
...پاشکا نے انجینیر کی کھڑکی پہ دستک دی تو وہ جاگ رہا تھا۔
"کون ہے؟"
"میں ہوں۔"
"تم کون ہو؟"
"پاشکا۔ پاویل ایگورچ۔"
انجینیر نے دروازہ کھولا اور پاشکا کو اندر لے گیا۔ اس نے اسے کھلی ہوئی حیرت سے گھورا۔
پاشکا نے میز کی طرف اشارہ کیا جس پر کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔
"دل کا درد غمناک اشعار میں ڈھال رہے ہو کیا؟"
"میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں، آخر معاملہ کیا ہے..."
"ایک منٹ میں سب تمہاری سمجھ میں آ جائے گا" پاشکا میز پر بیٹھ گیا اور اس نے کہنی سے کاغذات ایک طرف کر دئے۔
"تم ناستیا سے محبت کرتے ہو نا؟"
"دیکھو، سنو!" انجینیر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔
"ہاں، تم اس سے محبت کرتے ہو۔ اچھا تو جاؤ، اسے یہاں لے آؤ۔ وہ ٹرک میں ہے۔"
"کہاں؟ کس ٹرک میں؟"
"باہر سڑک پر کھڑی ہے۔ تمہیں مجھ سے رقابت محسوس

کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی- اچھی لڑکیوں سے تعلقات میں مجھے کبھی بھی کامیابی نہیں حاصل ہوئی-"

انجینیر تیزی سے باہر نکل گیا- جہاں تک پاشکا— پاویل ایگورچ کا تعلق تھا اس نے اپنا سر میز پر ٹکا لیا اور آنکھیں موند لیں- اچانک اس نے خود کو بہت ہی تھکا ہوا محسوس کیا، گیت کا وہ بول جو اسے دن بھر پریشان کرتا رہا تھا ایک بار پھر اس کے ذہن میں ابھرا: "اٹھارہ برس کی عمر زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے..." اسے اپنے سینے میں شدید درد و کرب کا احساس ہو رہا تھا-

انجینیر ناستیا کے ساتھ واپس لوٹا-

پاشکا کھڑا ہو گیا اور اس نے ذرا دیر تک ان دونوں کی طرف کچھ اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ کوئی الوداعی تقریر کرنے والا ہو-

"سب کچھ ہو گیا نا؟" اس نے دریافت کیا-

"ہاں، سب کچھ ہو گیا" انجینیر نے کہا-

ناستیا مسکرائی-

"اچھی بات ہے" پاشکا نے ترش‌روئی سے کہا- "تمہیں بہترین زمانہ نصیب ہو" وہ دروازے کی طرف چلنے لگا-

"کہاں چل دئے؟ ذرا دیر رکو نا!" انجینیر نے احتجاج کیا لیکن پاشکا پیچھے مڑکر دیکھے بغیر باہر نکل گیا-

پاشکا نے گاؤں کو خیرباد کہا اور سالتون روانہ ہو گیا- چلتے وقت اس نے پروخوروف کے دروازے کے اندر ایک پرچہ ڈال دیا تھا جس پر لاریوں کے اس ڈپو کا پتہ درج تھا جہاں پاشکا کام کرتا تھا اور جہاں ایمانداری سے تین دن کام کرنے کی رسید بھیجی جاتی تھی- وہ جانتا تھا کہ چیرمین کو بہت تکلیف پہنچے گی- اس لئے اس نے پرچے کے آخر میں اس عبارت کا اضافہ کردیا تھا: "مجھے معاف کرنا، دوست- میرے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا-"

پاشکا بہت اداس تھا اور ایک کے بعد دوسری سگریٹ سلگا رہا تھا-

اب پھوار پڑنے لگی تھی-

اگری‌نیوو میں جو سالتون سے قبل آخری گاؤں تھا، اسے
سامنے سڑک پر دو افراد نظر آئے- انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا
اور پاشکا نے گاڑی کھڑی کر دی- ایک نوجوان افسر اور ایک
لڑکی دوڑے ہوئے آئے-
"آپ مہربانی کرکے ہمیں سالتون تک بٹھا لے‌چلیں گے؟"
ایسا لگتا تھا کہ افسر کسی بات پر بہت زیادہ مسرور ہے-
"اندر آ جاؤ-"
لڑکی کیبن میں چڑھ آئی اور چلبلے‌پن سے اپنے کپڑوں
وغیرہ کو جھاڑنے لگی- لفٹنٹ لاری کے پچھلے حصے میں چڑھ
گیا- انہوں نے چلا چلاکر ایک دوسرے سے باتیں کرنا اور
ہنسنا شروع کردیا-
پاشکا نے کن‌انکھیوں سے لڑکی کو دیکھا- سفید چمکیلے
دانت، گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ- وہ بہت خوبصورت
تھی لیکن ناستیا کی خوبصورتی کے مقابلے میں اس کی
خوبصورتی کچھ بھی نہیں تھی-
"اتنی رات گئے تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟"
"ملنے جلنے" لڑکی نے فوراً جواب دیا- اس نے اپنے دوسرے
لڑکے سے پھر بات کرنے کے لئے اپنا سر کیبن سے باہر نکالا-
"ساشا! ساشا! .. تم وہاں ٹھیک ہو نا؟"
"بالکل ٹھیک ہوں" لفٹنٹ پیچھے سے چلایا-
"بات کرنے کے لئے دن کیا کچھ کم طویل ہوتا ہے؟" پاشکا
نے دوبارہ لڑکی سے سوال کیا-
"کیا؟" اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر کھڑکی کی
طرف مڑکر کہنے لگی: "ساشا! ساشا! .."
"ہر شخص محبت میں پاگل ہوا جا رہا ہے" پاشکا
بڑبڑایا- "سب کے سب جیسے دیوانے ہو گئے ہوں" اسے پھر
ناستیا کی یاد آئی- ابھی کچھ ہی دیر قبل وہ یہاں اس کے بغل
میں بیٹھی تھی لیکن اس کی نہیں تھی اور یہ لڑکی بھی اس کی
نہیں ہے-
"ساشا! ساشا!"
"ساشا؟ ساشا!" پاشکا حقارت‌آمیز انداز میں دل ہی دل

—1732

میں بڑبڑایا- "تمہارا ساشا مسرت کے احساس سے بیخود ہو رہا ہے- تم کہو تو وہ دوڑتا ہوا اس ٹرک سے آگے نکل جائے-"

"میں سوچتا ہوں کہ وہ لوگ ہمیں دیکھیں گے تو کیا کہیں گے!" ساشا لاری کے پچھلے حصے سے چلایا-

لڑکی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی-

"سال کے اس زمانے میں لوگوں کا دماغ قابو میں نہیں رہتا" پاشکا نے آزردگی سے دل ہی دل میں سوچا-

بارش تیز ہو گئی-

"ساشا! تم وہاں کس حالت میں ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں-"

"اس سے کہو کہ فالتو ٹائر کے نیچے ایک ترپال رکھا ہے- اس سے وہ خود کو ڈھک سکتا ہے" پاشکا نے تجویز پیش کی-

لڑکی کیبن سے اتنی باہر جھکی کہ گرتے گرتے بچی-

"ساشا! ساشا! فالتو ٹائر کے نیچے ترپال رکھا ہے! خود کو ڈھک لو!"

"بہت اچھا! شکریہ!"

"شکریہ کی کیا بات" پاشکا نے کہا- اس نے ایک اور سگریٹ جلائی اور اپنی آنکھیں غور و فکر کے ساتھ سامنے سڑک پر جما دیں-

پرانے اور نئے

"... ہاں تو ماں، آئیے کیوں نا؟ اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کیجئے، ضرور آئیے اور ہمیں دیکھ جائیے- آپ ماسکو اور تمام چیزوں کی ایک جھلک دیکھ سکیں گی- میں کرائے کی رقم بھیج دوں گا- لیکن بہتر ہوگا کہ آپ ہوائی جہاز سے سفر کریں جو نسبتاً سستا ثابت ہوگا- فوراً تار بھیجئے تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ آپ سے کب ملنا ہے- سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ سفر کے تصور سے ذرا بھی خوف‌زدہ نہ ہوں-"

دادی ماں مالانیا نے یہ سب پڑھا- اپنے پژمردہ ہونٹوں کو سکوڑا اور گہری سوچ میں ڈوب گئی-

"یہ پاویل کا دعوت‌نامہ ہے" اس نے شورکا سے کہا اور اپنی عینک کے اوپر سے گھورکر لڑکے کو دیکھا- شورکا اس کا نواسہ تھا- اس کی بیٹی شادی‌شدہ زندگی کو کامیاب نہیں بنا سکی تھی اور بوڑھی عورت نے اسے سمجھا بجھا کر شورکا کو عارضی طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا تھا- وہ اپنے نواسے کو چاہتی تو بہت تھی لیکن اسے دباکر پوری طرح اپنے قابو میں رکھتی تھی-

شورکا میز کے پاس بیٹھا اسکول کا کام پورا کرنے میں مصروف تھا- نانی نے اسے جو کچھ بتایا اس کے جواب میں

اس نے بےنیازی سے شانے جھٹکائے جیسے کہہ رہا ہو کہ آپ کو مدعو کیا گیا ہے تو جائیے نا۔

"تمہارے یہاں تعطیلات کب ہوں گی؟" دادی ماں نے سخت لہجے میں دریافت کیا۔

"کون سی تعطیلات؟ سرما کی؟"

"تم سمجھتے ہو کہ میرا مطلب گرما کی تعطیلات سے تھا؟"

"یکم جنوری سے ۔ مگر یہ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"

دادی ماں نے دوبارہ اپنے ہونٹ سکوڑے اور خیالات میں کھو گئی۔

شورکا کا دل پرمسرت الجھن سے مضطرب ہو اٹھا۔

"بتائیے نا۔ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" اس نے اپنا سوال دوہرایا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔ اپنا اسکول کا کام جاری رکھو۔"

دادی ماں نے خط اپرن کی جیب میں رکھ لیا۔ کوٹ پہنا، شال لی اور کاٹج سے نکل پڑی۔

شورکا یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کہاں جا رہی ہے کھڑکی کی طرف لپکا۔

گیٹ پر دادی ماں کی ملاقات ایک پڑوسن سے ہوئی جسے وہ اونچی آواز میں اپنی خبر سنانے لگی:

"پاویل نے مجھے ماسکو میں اپنے یہاں قیام کے لئے مدعو کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ واقعی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا کہنا ہے کہ آکر ہم لوگوں کو دیکھ جائیے۔ ہم لوگ آپ کی کمی بری طرح محسوس کر رہے ہیں۔"

پڑوسن نے کچھ جواب دیا جسے شورکا نہ سن سکا لیکن اسے نانی کی زوردار آواز سنائی دی۔

"ہاں، یہ ممکن تو ہے۔ میں نے اپنے پوتی پوتوں کو ابھی دیکھا تک نہیں۔ ان کی صرف ایک تصویر دیکھی ہے لیکن سفر کا تصور البتہ بڑا پریشان کن ثابت ہو رہا ہے۔"

دوسری دو عورتیں جو ادھر سے گزر رہی تھیں ان لوگوں کے پاس ٹھہر گئیں، پھر ایک اور عورت آکر رکی۔ ایک اور

عورت آئی اور وہاں ٹھہر گئی اور اس طرح جلد ہی دادی ماں مالانیا کے پاس بھیڑ سی اکٹھا ہوگئی- ہر نئے شخص کی آمد پر وہ اپنی کہانی نئے سرے سے چھیڑ دیتی تھی:

"پاویل نے مجھے ماسکو بلایا ہے- سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں..."

صاف ظاہر تھا کہ لوگ اسے ماسکو جانے کا مشورہ دے رہے تھے-

شورکا نے اپنے ہاتھ جیبوں میں ڈالے اور کمرے میں ٹہلنے لگا- ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو- ساتھ ہی ساتھ وہ کسی گہری فکر میں بھی کھویا ہوا معلوم ہوتا تھا- وہ مجموعی حیثیت سے اپنی نانی ماں سے بہت زیادہ ملتا جلتا تھا: اسی کی طرح دبلا پتلا، اسی کی طرح آنکھوں کے نیچے گال کی ہڈیاں کافی ابھری ہوئی اور اسی کی جیسی چھوٹی چھوٹی تیزفہم آنکھیں- لیکن ان دونوں کے کردار بالکل مختلف تھے- دادی ماں پرقوت، چست اور مستعد تھی- وہ گٹھے ہوئے جسم اور بھاری آواز کی مالک تھی اور ہر چیز کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشاں رہتی تھی- جہاں تک شورکا کا تعلق تھا، یوں تو وہ پرتجسس ذہنی رجحان رکھتا تھا لیکن وہ حماقت کی حد تک شرمیلا، منکسر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی آزردہ ہو جانےوالا لڑکا تھا-

اس روز شام کو ان دونوں نے ماسکو بھیجنے کے لئے تار کا ایک مسودہ تیار کیا-

شورکا لکھ رہا تھا اور دادی ماں بول رہی تھی-

"میرے پیارے بیٹے پاشا، تم واقعی مجھے بلانا چاہتے ہو تو میں ضرور آؤں گی- حالانکہ مجھے بڑھاپے میں..."

"ٹھہرئے" شورکا نے کہا- "تار کہیں اس طرح بھی لکھے جاتے ہیں؟"

"تمہارے خیال میں تار کیسے لکھے جانے چاہئیں؟"

"آئیں گے، یا پھر شاید یوں، نئے سال کے بعد آئیں گے- تمہاری ماں- بس ہو گیا تار-"

دادی ماں کے جذبات کو خاصی ٹھیس لگی۔
"شورکا، تمہیں اسکول جاتے چھ سال ہونے کو آئے لیکن اب بھی تمیز سے محروم ہو۔ اب تو کچھ تمیز سیکھو۔"
شورکا کو یہ بات ناگوار گزری۔
"اچھی بات ہے، آپ ویسے ہی لکھائیے۔ معلوم ہے اس طرح کا تار بھیجیں گی تو کتنا خرچہ آئے گا؟ پرانے سکوں میں تقریباً بیس روبل!"
دادی ماں نے اپنے ہونٹ سکوڑے اور سوچنے لگی۔
"اچھا تو تم تار یوں لکھو: میرے بیٹے! میں یہاں پڑوسیوں سے مشورہ کرتی رہی ہوں..."
شورکا نے قلم رکھ دیا۔
"میں یہ سب نہیں لکھ سکتا۔ آخر یہ جاننے کی کس کو فکر ہوگی کہ آپ مختلف لوگوں سے رائے لیتی رہی ہیں؟ ڈاک‌خانے‌والے ہم لوگوں پر ہنسیں گے۔"
"جو میں کہتی ہوں لکھو!" دادی ماں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے بیٹے کے لئے بیس روبل صرف کرنے میں بخل سے کام لوں گی؟"
شورکا نے قلم اٹھایا اور تہذیب کے ساتھ اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کاغذ پر جھک گیا۔
"میرے پیارے بیٹے پاویل! میں نے یہاں پڑوسیوں سے مشورہ کیا ہے۔ سب کا کہنا ہے کہ مجھے آنا چاہئے۔ ہاں، اپنی عمر کو دیکھتے ہوئے مجھے کچھ خوف ضرور محسوس ہو رہا ہے۔"
"ہوگا یہ کہ ڈاک‌خانے‌والے اس تار کو از سر نو لکھیں گے" شورکا نے دادی ماں کو ٹوکتے ہوئے کہا۔
"کوشش کرکے تو دیکھیں!"
"آپ کو اس بارے میں کچھ پتہ ہی نہ چلے گا۔"
"اچھا، تم لکھتے رہو... بےشک مجھے کچھ خوف محسوس ہو رہا ہے لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ نئے سال کے بعد آئیں گے۔ شورکا کو اپنے ساتھ لاؤں گی۔ اب وہ بڑا ہو چکا ہے اور خاصا فرمانبردار لڑکا ہے۔"

شورکا نے آخری فقرہ جو اس کے بڑے ہو جانے اور فرمانبردار ہونے سے متعلق تھا نہیں لکھا-

"شورکا کے ساتھ ہوں گی تو مجھے زیادہ خوف نہ محسوس ہوگا- اچھا تو میرے بیٹے، فی الحال خدا حافظ- میں خود بھی تمہاری کمی کو بہت بری طرح محسوس کر رہی ہوں-"

"بہت بری طرح" کی جگہ شورکا نے "بڑی شدت سے" لکھا-

"...کم از کم مجھے تمہارے چھوٹے بچوں کو دیکھنے کا ایک موقع میسر آ جائے گا- تمہاری ماں-"

"اب ہمیں کل رقم جوڑنی چاہئے" شورکا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر الفاظ پر قلم سے نشان لگانا اور انہیں چپکے چپکے شمار کرنا شروع کیا: "ایک، دو، تین، چار..."

دادی ماں اس کے پیچھے کھڑی انتظار کرتی رہی-

"اٹھاون، انسٹھ، ساٹھ! یہ کتنا ہوا؟ ساٹھ کو تیس سے ضرب دینے پر ایک ہزار آٹھ سو حاصل آتا ہے نا؟ یہ کتنا ہوا؟ سو سے تقسیم کرنے پر اٹھارہ ہوئے- یعنی بیس روبل سے کچھ زیادہ کا ہوا" شورکا نے احساس فتحمندی کے ساتھ اعلان کیا-

دادی ماں نے تار لے کر جیب میں رکھ لیا-

"اسے میں خود ڈاک خانے لے جاؤں گی- تمہارا کیا، تم تو جتنے کا ہے اس سے زیادہ کا حساب لگاؤ گے ہی- بڑے قابل ہو نا-"

"جائیے، جائیے- یہ تار بہرحال اتنی ہی رقم کا ہوگا- میرے حساب میں چند کوپیک سے زیادہ کا فرق نہ نکلے گا-"

...تقریباً گیارہ بجے شب میں ان کا پڑوسی، گاؤں کے سکول کا سپلائی مینجر ایگور لیزونوف ان لوگوں سے ملنے آیا- دادی ماں اس کے گھر میں کہہ آئی تھی کہ وہ کام سے لوٹے تو اس سے ملاقات کرلے- ایگور نے اپنے زمانے میں کافی سفر کیا تھا اور اس نے طیارے میں بھی پرواز کی تھی-

ایگور نے پہلے کوٹ اتارا، پھر ہیٹ اتاری- اپنے سفید ہوتے ہوئے الجھے بالوں کو سخت ہتھیلیوں سے برابر کیا اور

میز کے پاس بیٹھ گیا- کمرے میں چارے کی سوکھی کٹی ہوئی گھاس اور بگھی کے گھوڑے کے ساز و سامان کی بو پھیلی ہوئی تھی-

"تو تم ہوائی جہاز سے سفر کرنا چاہتی ہو- ہے نا؟"

دادی ماں مالانیا تہہ‌خانے میں گئی اور شہد سے تیار کی جانےوالی بیئر کی ایک بڑی بوتل لے کر واپس لوٹی-

"ہاں ایگور، ہمیں کچھ تفصیلات بتاؤ-"

"بھئی، اس معاملے میں کچھ زیادہ بتانے کو تو ہے نہیں" ایگور نے بوڑھی عورت کو گلاس میں شراب انڈیلتے دیکھا تو وہ اس طرف متوجہ ضرور ہو گیا لیکن اس کی نگاہیں حرص وطمع کی آئینہ‌دار نہ تھیں- "بس تم شہر میں ایروفلوٹ ایجنسی کے دفتر تک جاؤ- وہاں بیسک تومسک ٹرین سے نوواسی‌برسک تک سفر کرو اور کسی سے پوچھ لو کہ ٹکٹ‌گھر کہاں ہے- یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے- تم اسٹیشن سے سیدھی بھی ہوائی اڈے کو جا سکتی ہو..."

"ٹھہرو! یہ کیا کہہ رہے ہو: یہ بھی ہو سکتا ہے- وہ بھی ہو سکتا ہے- مجھے یہ بتاؤ کہ میں کروں کیا- یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں کیا کر سکتی ہوں- اور ہاں، اتنی جلدی جلدی نہیں- ساری باتوں کی ایک ساتھ میرے اوپر بوچھار نہ کرو-"

دادی ماں نے گلاس ایگور کے سامنے رکھ دیا اور اسے کڑی نگاہوں سے دیکھا-

ایگور گلاس کو سہلانے لگا-

"تم نوواسی‌برسک پہنچوگی تو تمہیں سب سے پہلے یہ دریافت کرنا ہوگا کہ ہوائی اڈے تک کیسے پہنچو- شورکا، اسے یاد رکھنا-"

"شورکا، اسے کہیں لکھ لو" دادی ماں نے حکم دیا-

شورکا نے اپنی کاپی سے ایک ورق پھاڑا اور لکھنا شروع کردیا-

"جب تم تولماچووا پہنچوگی تو تمہیں پھر دریافت کرنا ہوگا کہ ماسکو کے لئے ٹکٹ کہاں ملتے ہیں- اس کے بعد تم

اپنے ٹکٹ خرید لینا، ٹی-یو-۱۰۴ طیارے پر سوار ہو جانا اور ۵ گھنٹے میں مادر وطن کے دارالخلافہ ماسکو میں ہوں گی-"

بوڑھی عورت نے اپنا سر اپنے چھوٹے، مرجھائے ہوئے مکے پر ٹکا لیا اور پسپائی کی کیفیت کے ساتھ ایگور کی باتیں سننے لگی- وہ جتنی زیادہ باتیں کر رہا تھا اور اس کے لئے سفر جتنا آسان معلوم ہو رہا تھا اتنی ہی بوڑھی عورت کے چہرے کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی-

"ہاں، سویردلوفسک میں کچھ دیر تمہیں رکنا ہوگا-"

"کس لئے؟"

"تمہیں رکنا ہوگا اور بس! کوئی تم سے تمہاری رائے نہ معلوم کرے گا- وہاں طیارے کا عملہ تمہیں اتار دے گا- سمجھیں؟" ایگور نے سوچا کہ اب وہ مےنوشی کا مستحق ہو گیا ہے- "ٹھیک ہے نا؟ اچھا تو یہ جام تمہارے آسان سفر کے نام-"

"ارے، اتنی جلدی نہ کرو- کیا ہمیں ان لوگوں سے کہنا ہوگا کہ سویردلوفسک میں ہمیں اتار دیں یا خود وہ لوگ ہر شخص کو اتار دیتے ہیں؟"

ایگور نے بیئر حلق میں اتار لی- ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ذائقے کا چٹخارہ لیا اور مونچھیں سہلائیں-

"ہر شخص کو- مالانیا وسیلیونا، تمہاری یہ بیئر تو بہت عمدہ ہے- کیسے تیار کرتی ہو اسے؟ میری عورت کو بھی اس کی تیاری کا طریقہ بتا دو-"

دادی ماں نے اس کے لئے ایک اور گلاس انڈیلا-

"جب تم اتنا زیادہ کنجوس ہونا چھوڑ دوگے تو اچھی بیئر تیار کرنے لگوگے-"

"کیا مطلب؟" ایگور الجھن میں پڑ گیا-

"اس میں کچھ زیادہ شکر ملاؤ- تم تو ہمیشہ چاہتے ہو کہ ہر چیز بہت سستی پڑے- خمیر میں زیادہ شکر ملاؤ، تب کہیں یہ پینے میں مزہ دے گی- اسے تیز بنانے کے لئے تمباکو کا استعمال جیسا کہ تم کرتے ہو، نہایت ہی شرمناک بات ہے-"

"ہاں، ہاں" ایگور نے دلجوئی کے خیال سے کہا- اس نے

گلاس اٹھایا، بوڑھی عورت اور پھر شورکا کی طرف دیکھا اور پی گیا- "ہاں، ہاں" اس نے دوہرایا- "یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن نوواسیبرسک پہنچنا تو خیال رکھنا کہ تم سے کوئی غلطی نہ ہو-"

"کیوں؟"

"بھئی تم جانتی ہو- کچھ بھی ہو سکتا ہے-"

ایگور نے پاوچ نکالا، سگریٹ بناکر جلائی اور اپنی مونچھوں کے نیچے سے ڈھیروں سفید دھواں باہر اچھالا- "جب تم تولماچووا پہنچوگی تو تمہیں خاص طور سے خیال رکھنا ہوگا کہ ٹکٹ فروخت کرنےوالی ڈسکوں کے معاملے میں تم سے کوئی بھول چوک نہ ہو ورنہ ہو سکتا ہے تم خود کو ولاڈیواسٹک کو پرواز کرتے پاؤ-"

دادی ماں بےچینی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ایگور کا گلاس تیسری باربھرا- ایگور اسے فوراً ہی پی گیا، چٹخارہ لیا اور اپنے خیال کی وضاحت شروع کر دی-

"میں تمہیں بتاؤں، بعض لوگ ڈسک کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں ٹکٹ چاہئے- یہ نہیں بتاتے کہ کہاں کا ٹکٹ چاہئے- چنانچہ وہ خود کو بالکل مخالف سمت میں پرواز کرتے پاتے ہیں- اس لئے جیسا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں سب کام احتیاط سے کرنا-"

دادی ماں نے ایگور کے لئے چوتھا گلاس انڈیلا- ایگور پر اب بڑے سکون اور آرام کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ باتیں کرنے کے موڈ میں آ گیا-

"طیارے میں پرواز کرتے وقت فولادی اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے! یہ تیزی سے بلند ہوتا ہے اور عملہ سب سے پہلے مسافروں کو کوئی مٹھائی پیش کرتا ہے-"

"مٹھائی؟"

"ہاں- ہاں- اور اس کا مطلب ایک لحاظ سے یہ کہنا ہوتا ہے کہ فکروں کو بالائے طاق رکھ دو- کچھ بھی بیت جائے ذرا بھی پروا نہ کرو... لیکن دراصل وہ سب سے زیادہ خطرناک لمحہ ہوتا ہے- یا پھر میں تمہیں بتاؤں، وہ لوگ کہیں گے: خود کو

سیٹ سے لگی ہوئی پیٹی سے باندھ لو- تم پوچھوگی "مگر کیوں؟" جواب ملےگا "ضابطے یہی ہیں-" ہونہہ ضابطے! ان کے کہنے کا مطلب ہوتا ہے کہ ہم دھڑام سے گر سکتے ہیں- واقعی ان کا یہی مطلب ہوتا ہے مگر اسے وہ ضابطوں کا نام دیتے ہیں-"

"اوہ خدا!" بوڑھی عورت چیخی- "یہی سب ہوتا ہے تو آخر طیارے میں پرواز ہی کیوں کی جائے-"

"ایک مقولہ ہے نا: "بھیڑئے سے ڈرتے ہو تو جنگل میں نہ جاؤ" ایگور نے بوتل پر اچھلتی ہوئی نگاہ ڈالی- "ہاں، جیٹ طیارے ذرا زیادہ قابل اعتبار ہوتے ہیں اور وہ، پراپیلر لگے ہوئے طیارے؟ وہ تو کسی بھی وقت پھٹ سکتے ہیں اور مصیبت آ سکتی ہے... اس کے علاوہ اکثر انجنوں میں آگ بھی لگ جاتی ہے- ایک بار میں ولاڈی‌واسٹک سے پرواز کر رہا تھا" ایگور اپنی کرسی پر کچھ اور زیادہ آرام سے جم گیا، نئی سگریٹ سلگائی اور ایک بار پھر بوتل کی طرف دیکھا- مگر دادی ماں نے اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش نہ کی- "ہاں تو ہم لوگ پرواز کر رہے تھے- بالکل اتفاقیہ طور پر میں نے کھڑکی سے جھانکا- طیارے سے شعلے بلند ہو رہے تھے-"

"خدا ہمیں سلامت رکھے!" دادی ماں نے چیختے ہوئے کہا-

شورکا حیرت سے منھ کھولے سن رہا تھا-

"ظاہر ہے کہ میں نے شور مچایا- ایک ہواباز دوڑتا ہوا میرے پاس آیا... ابھی صورتحال زیادہ خراب نہیں ہوئی تھی- وہ میرے اوپر برس پڑا اور بس کہنے لگا: یہ تم بلا وجہ دہشت کیوں پھیلا رہے ہو؟ ٹھیک ہے کہ آگ لگی ہے لیکن تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں- جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو... تو یہ ہے وہ طریقہ جس سے یہ لوگ اپنی ہوائی سروس میں مختلف کام انجام دیتے ہیں-"

شورکا کو یہ بات بڑی ناقابل یقین معلوم ہوئی- وہ یہ سننے کی توقع کر رہا تھا کہ شعلے دیکھتے ہی ہواباز نے رفتار تیز کرکے ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی یا پھر یہ کہ اس نے

طیارے کو زمین پر اتار دیا- لیکن اس نے تو صرف ایگور کی
سرزنش کی اور کچھ بھی نہیں کیا-
"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی" ایگور نے شورکا کو
مخاطب کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی- "آخر یہ لوگ
مسافروں کو پیراشوٹ کیوں نہیں دیتے؟"
شورکا نے شانے جھٹکے- اس کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ
مسافروں کو پیراشوٹ نہیں دئے جاتے- واقعی ایسا تھا تو یہ
بھی ایک عجیب بات تھی-
ایگور نے سگریٹ کا ٹرا ایک گملے میں ڈال دیا، اپنی
جگہ سے کچھ اٹھا اور بوتل سے اپنا گلاس بھر لیا-
"مالانیا، یہ بہت ہی عمدہ بیئر ہے!"
"حد سے تجاوز نہ کرو، ورنہ بدمست ہو جاؤگے-"
"بہت ہی عمدہ چیز ہے..." ایگور نے اپنا سر ہلایا اور
پی گیا-
"اوہ، جیٹ طیارے! وہ بھی خطرناک ہوتے ہیں- کسی
جیٹ میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو یہ قصائی کے بغدے کی
سی تیزی سے نیچے گرتا ہے، اچانک اور فوراً- جس کا مطلب
یہ ہوا کہ بعد میں اٹھانے کے لئے کچھ نہیں بچتا- ۳ سو گرام
فی مسافر کے حساب سے سامان جس میں اس کے کپڑے بھی
شامل ہوتے ہیں" ایگور نے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کہا
اور اپنی توجہ بوتل پر مرکوز کر دی- دادی ماں نے بوتل اٹھائی
اور اسے باہر کمروں کی درمیانی گزرگاہ میں رکھ آئی- ایگور
کچھ دیر اور بیٹھا رہا، پھر جانے کے لئے کھڑا ہوا- اس کے قدم
کچھ ڈگمگا سے رہے تھے-
"پھر بھی سچ پوچھو تو خوف‌زدہ ہونے کی کوئی وجہ
نہیں" اس نے بہ آواز بلند کہا- "لیکن ہواباز کے کیبن سے
جتنی بھی دور رہنا ممکن ہو اتنی دور رہنا- پیچھے، بالکل آخری
سرے پر بیٹھنا- تب تم محفوظ رہوگی- اچھا تو اب
میں چلا-"
وہ بھاری قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا اور اپنا
ہیٹ اور کوٹ پہنا-

"پاویل سرگئی‌وچ کو میری طرف سے آداب کہنا- مالانیا، واقعی تمہاری بیئر کتنی عمدہ ہے!"

دادی ماں کو یہ بات بری لگی کہ ایگور نے اپنے اوپر اتنی جلدی نشہ طاری کر لیا اور بات‌چیت سودمند نہیں رہی-

"ایگور، تم ہمیشہ جتنے سلجھے ہوئے رہا کرتے تھے اب ویسے نہیں ہو-"

"بات یہ ہے کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں" ایگور نے اپنے کوٹ کے کالر سے پیال کا ایک ٹکڑا نکالا- "میں نے اپنے افسروں سے کہا تھا کہ کٹی ہوئی سوکھی گھاس موسم گرما میں گاڑیوں میں بھرکے اٹھا لی جائے مگر وہ تیار نہ ہوئے اور اب اس برفانی طوفان کے بعد تمام سڑکیں برف سے ڈھک گئی ہیں- ہم لوگ تمام دن گاڑیاں ڈھکیلنے اور کھینچنے میں مصروف رہے لیکن مشکل سے گھاس کے صرف قریب‌ترین ڈھیروں تک پہنچ سکے- اور اب یہ تمہاری بئیر..."

ایگور نے اپنا سر ہلایا اور دھیمے سے ہنسا- "اچھا تو اب میں چلتا ہوں- تم ہوائی جہاز سے جاؤ- واقعی خوف‌زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں- بس ذرا ہوابازکے کیبن سے دور ہی رہنا- خدا حافظ-"

"خدا حافظ" شورکا نے کہا-

اس کے جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا-

ان لوگوں نے اسے اونچی دہلیز سے اترتے اور بعد میں احاطہ پار کرتے سنا، پھر گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی- سڑک پر پہنچ کر اس نے ایسی آواز میں جو زیادہ بلند نہ تھی ایک گیت چھیڑا:

"بےکراں سمندر موجیں مارتا ہوا..."

مگر وہ اچانک خاموش ہو گیا-

دادی ماں نے تاریک کھڑکی کی طرف مایوسی کی کیفیت سے دیکھا- شورکا نے ایگور کی بتائی ہوئی باتوں میں سے جو کچھ سنا تھا اسے وہ پڑھنے لگا-

"شورکا، مجھے پرواز کرنے سے خوف محسوس ہو رہا ہے" دادی ماں نے کہا-

"آخر دوسرے لوگ بھی تو پرواز کرتے ہیں..."
"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم لوگ ٹرین سے سفر کریں؟"
"اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میری تمام چھٹیاں سفر کرنے
میں ضائع ہو جائیں۔"
"کچھ سمجھ میں نہیں آتا" دادی ماں نے ٹھنڈی سانس بھرتے
ہوئے کہا۔ "ہمیں پاویل کو ایک خط بھیجنا چاہئے۔ رہا وہ تار
تو اسے ہم منسوخ کر دیں گے۔"
شورکا نے اپنی کاپی سے ایک اور ورق پھاڑا۔
"تو اب ہم لوگ پرواز نہ کریں گے؟"
"پرواز! لیکن پرواز کتنی خوفناک آزمائش ہے۔ اوہ میرے
خدا! صرف تین سو گرام، باقی کچھ نہیں..."
شورکا گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔
"لکھو: پیارے بیٹے پاشا، میں نے پاس پڑوس کے بعض
واقف‌کار لوگوں سے بات‌چیت کی ہے..."
شورکا کاغذ پر جھک گیا۔
"ان لوگوں نے ہمیں پرواز کے اس سارے چکر کے متعلق
معلومات فراہم کی ہیں... ہم نے طے کیا ہے کہ میں اور شورکا
موسم گرما میں ٹرین سے آئیں گے۔ ہم ابھی آ سکتے تھے مگر
شورکا کی چھٹیاں بہت مختصر ہیں۔"
شورکا دو ایک سیکنڈ ہچکچایا، اس کے بعد اس نے پھر
لکھنا شروع کر دیا:
"...اور اب ماموں پاویل، میں خود آپ کو لکھ رہا ہوں
نانی ماں کو ہمارے سپلائی مینجر ماموں ایگور نے جو شاید آپ
کو یاد ہوں‌گے، خوف‌زدہ کر دیا ہے۔ مثال کے طور
پر انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک بار انہوں نے سفر کے دوران
دیکھا کہ انجن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے ہواباز کو
مطلع کیا لیکن ہواباز نے صرف انہیں تنبیہہ کی اور
کچھ بھی نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انجن میں واقعی
آگ لگی ہوتی تو ہواباز نے تیزرفتاری کے ذریعے شعلوں
سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی ہوتی جیسا کہ
لوگ عموماً کرتے ہیں۔ ہیں تو سمجھتا ہوں کہ شاید ماموں

ایگور کو بھاپ خارج ہونے کی جگہ شعلے دکھائی دئے اور انہوں
نے کسی بنیاد کے بغیر طیارے میں خوف پھیلایا- آپ مہربانی
کرکے نانی اماں کو ایک خط میں لکھئے کہ خوف‌زدہ ہونے کی
کوئی وجہ نہیں- لیکن میں جو کچھ لکھ رہا ہوں اس کا تذکرہ
نہ کیجئے گا- ورنہ وہ موسم گرما میں بھی سفر نہ کریں گی-
ترکاریوں کے باغ، سوروں، مرغیوں، ہنسوں وغیرہ کی نگرانی کا
سوال ہوگا، وہ ان سب کو کبھی بھی نہ چھوڑیں گی- آپ جانتے
ہیں، ہم لوگ اب بھی دیہاتی ہیں- لیکن مجھے ماسکو دیکھنے
کا بےحد اشتیاق ہے- اسکول میں جغرافیہ اور تاریخ کے مطالعے
کے دوران ہم ماسکو کے بارے میں پڑھتے ہیں لیکن جیساکہ آپ
جانتے ہیں یہ مطالعہ، مشاہدے کی برابری نہیں کر سکتا- ہاں،
ماموں ایگور نے ایک اور بات یہ کہی کہ مسافروں کو پیراشوٹ
نہیں فراہم کئے جاتے- یہ تو ان کی زندگی سے کھیلنے کے برابر
ہوا- مگر نانی ماں اس پر یقین کرتی ہیں- ماموں پاشا، مہربانی
کرکے انہیں شرمندگی کا احساس دلائیے- وہ آپ سے بےحد محبت
کرتی ہیں- اس لئے آپ انہیں کچھ اس مضمون کا خط لکھیں:
'اماں، آخر اس سے آپ کا مطلب کیا ہے، خود آپ کا بیٹا ہوا باز
ہے، سوویت یونین کا ہیرو ہے، اسے متعدد اعزاز مل چکے ہیں
اور آپ مسافر طیارے میں بھی پرواز کرتے ڈرتی ہیں جو
مکانات کی طرح محفوظ ہوتا ہے! اور وہ بھی ایک ایسے زمانے
میں جب ہم نے آواز کی رکاوٹوں کو توڑ دیا ہے-'' آپ انہیں یہ
سب لکھیں اور وہ فوراً ہی طیارے میں سوار ہو جائیں گی- وہ
آپ پر بہت فخر کرتی ہیں اور بلاشبہ ان کا یہ فخر بالکل
بجا ہے- میں بھی آپ پر فخر کرتا ہوں اور ماسکو دیکھنے
کے لئے بےحد مشتاق ہوں- اچھا تو اب خدا حافظ- سلام کے
ساتھ الیکساندر-''

اس اثنا میں دادی ماں اس کے لکھنے کے لئے بول رہی
تھی-

''...ہم لوگ کچھ بعد میں آئیں گے- خزاں شروع ہونے
تک- اس وقت تک سماروغ ملنے لگیں گے- میں تمہارے لئے ان
کا اچار لا سکوں گی، جنگلی بیریوں کا مربا بھی بنا لوں گی-

ماسکو میں یہ چیزیں دکانوں پر بنتی ہیں- لیکن وہ لوگ اس
طرح نہیں بنا سکتے جیسے میں گھر میں بناتی ہوں- تو عزیز
بیٹے، یہ ہے صورتحال- تمہاری بیوی اور بچوں کو بہت بہت
پیار- شورکا کی طرف سے بھی سلام اور پیار- اب ختم کرتی
ہوں... شورکا، تم نے سب لکھ لیا نا؟"

"جی ہاں- سب لکھ لیا-"

دادی ماں نے کاغذ لیا، اسے موڑا، لفافے میں رکھا اور خو
ہی پتہ لکھا: "ماسکو- مکان نمبر ۸۷- لیننسکی پراسپکٹ
فلیٹ نمبر ۱۵۶، سوویت یونین کے ہیرو لیوباوین پاویل
اگناتیوچ کے نام اس کی ماں مقیم سائبیریا کی طرف سے-"

پتہ وہ ہمیشہ خود لکھا کرتی تھی- وہ جانتی تھی کہ پتہ و
خود لکھےگی تو خط کا وہاں پہنچنا نسبتاً زیادہ یقینی ہوگا۔

"تو اب یہ طے رہا- شورکا، تنگ نہ کرو- ہم لوگ
موسم گرما میں چلیں گے-"

"میں آپ کو تنگ نہیں کر رہا ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ آپ
کبھی کبھار کچھ سامان وغیرہ باندھتی رہیں- کیونکہ بہت ممکن
ہے کہ آپ اچانک اپنی رائے بدل دیں اور طیارے میں سفر کرنے
کا فیصلہ کریں-"

دادی ماں نے نواسے کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں

اس رات شورکا نے اسے بڑے روسی آتش‌دان کے اوپر
بستر پر بےچینی سے کروٹیں بدلتے سنا- وہ دھیرے دھیرے
ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی اور آہستگی سے بڑبڑاتی
جاتی تھی-

شورکا بھی نہ سو سکا- وہ سوچ رہا تھا- عنقریب آنےوالے
دنوں کے دامن بہت ہی شاندار اور حیرت‌انگیز باتوں سے مالامال
نظر آتے تھے- ایسی مہم‌جوئیوں کی توقع تھی جن کا اس سے
قبل اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا-

"شورکا!" نانی نے پکارا-

"کیا ہے؟"

"مجھے توقع ہے کہ وہ لوگ پاویل کو کریملن کے اندر
جانے دیں گے- جانے دیں گے نا؟"

- 1732

"مجھے تو یہی توقع ہے- مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟"
"سوچو نا، کریملن کے اندر جانا- ایک ہی بار کیوں نہ
سہی اور وہاں ساری چیزوں کو دیکھنا کتنا اچھا لگے گا!"
"اب ہر شخص کو اندر جانے دیا جاتا ہے-"
دادی ماں کچھ دیر تک خاموش رہی-
"ہر شخص کو اندر جانے دیا جاتا ہے" اس نے کچھ اس
طرح کہا جیسے اسے اس کا یقین نہ ہو-
"یہ بات نکولائی وسیلیویچ نے بتائی تھی-"
چند لمحوں تک وہ دونوں خاموش رہے-
"نانی ماں، آپ ویسے تو بڑی بہادر ہیں مگر اب خوف‌زدہ
ہو رہی ہیں" شورکا نے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کہا-
"آخر آپ کو کس بات سے اتنا خوف محسوس ہو رہا ہے؟"
"تم سو جاؤ" دادی ماں نے حکم دیا- "تم تو جیسے بڑے
ڈر ہو نا- سب سے پہلے تو خود تم ہی ڈر کے مارے پتلون میں
پیشاب کردوگے-"
"شرط لگائیے گا کہ میں ڈروں گا نہیں-"
اچھا لڑکے، اب سو جاؤ- ورنہ کل اسکول جانے کے لئے وقت
پر تمہاری آنکھ نہ کھلے گی-
شورکا چپ‌چاپ سو گیا-

بہار کے دن

اپریل میں بہار کا ایک دن تھا جب
استیپان ایمیلیانوف ایلوچکا نام کی ایک لڑکی کی محبت میں
گرفتار ہو گیا- وہ ان لوگوں کے ساتھ کام کرتی تھی جو بنجر
زمینوں کو شاداب بنانے میں مصروف تھے- اس لڑکی کو اس
نے صرف دو بار دیکھا تھا- پہلا موقع وہ تھا جب اسے شہر سے
گاؤں تک سفر کے لئے اس نے اپنی گاڑی میں بیٹھ جانے دیا تھا-
اس وقت اس نے سوچا تھا کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے-
پس میں بات چیت کی نوبت بھی نہیں آئی- لاری ناہموار راستے
پر ہچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور وہ کسی دھچکے
کی وجہ سے استیپان پر آگرتی تھی تو اس کی طرف خفت اور
ندامت سے دیکھتی گویا کہ کہہ رہی ہو: "آپ اچھی طرح جانتے
ہیں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا-" استیپان کو اس
کی ذرا بھی فکر نہ تھی- اس نے لڑکی کی طرف دیکھا تک نہیں-
وہ سیٹیوں کے ذریعے ایک گیت "دریائے امور کی موجیں"
کے بول کی دھن بجانے میں مگن تھا اور اسے کوئی فکر تھی تو
صرف اپنی بیٹری کی جو بےجان ہو چلی تھی-

وہ لوگ گاؤں پہنچے تو لڑکی اپنے بیگ کے اندر رقم
ٹٹولنے لگی-

استیپان کی گال کی ہڈیوں کے ارد گرد ہلکی سی سرخی
چھا گئی-

"رہنے دیجئے۔"

"مگر کیوں؟" لڑکی نے اس کی طرف اپنی معصوم، شفاف آنکھوں سے دیکھا۔ یہ کوئی بری بات تو نہیں؟"

"فکر مت کیجئے" استیپان نے گاڑی کو زور سے گئیر میں لیا۔ پاؤں نیچے رکھا اور روانہ ہو گیا۔

لمحہ بھر کے لئے لڑکی کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ بعض لڑکیاں دیکھنے میں واقعی بڑی خوبصورت لگتی ہیں! مگر بات یہیں ختم ہو گئی اور وہ اسے بھول گیا۔

اس کے بعد چند ہفتوں تک التائی کی اونچی نیچی سڑکوں پر گاڑی چلانے کے سلسلے میں وہ گاؤں سے باہر رہا۔ اس دوران اس نے اپنی راتیں جہاں ممکن ہو سکا بسر کیں اور دوسری لڑکیوں کو دیکھا۔ ان میں کچھ خوبصورت، کچھ کم خوبصورت — ہر طرح کی لڑکیاں شامل تھیں۔ "دنیا میں لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں!" اس نے سوچا۔ "ان سب کے بارے میں سوچ جائے تو سر میں درد ہونے لگے۔"

پھر اپریل کا مہینہ آیا۔

سنیچر کا دن تھا۔ استیپان اپنی گاڑی میں گھر لوٹا، غسل‌خانے میں جی بھر کے نہایا۔ کڑھے کالر کی صاف قمیض اور نرم چمڑے کے نئے لانگ بوٹ پہنے۔ شہد سے تیار کی جانے‌والی تیز شراب کا ایک بڑا گلاس حلق میں انڈیلا اور ڈرامہ دیکھنے کے لئے گاؤں کے کلب چلا گیا۔

اس رات مقامی ڈرامہ گروپ کا پروگرام ہو رہا تھا۔ استیپان اپنے گاؤں کے لوگوں کو اسٹیج پر دیکھ کر بہت لطف‌اندوز ہوتا تھا۔ واقعی یہ کتنی شاندار بات تھی۔ کسی شخص کو آپ برسوں سے جانتے ہوں اور وہ یعنی گریشا نوواسیلوف ایک دن اچانک کلب کے اسٹیج پر بھاگتا دوڑتا دکھائی دے۔ کمر تک لمبی داڑھی لگائے اور ایک عجیب و غریب آواز سے چیختا ہوا۔

"ارے۔ اے۔ تم... میں تمہیں زندہ دفن کر دوں گا۔"

استیپان ہمیشہ ایسے موقعوں پر زور زور سے قہقہے لگاتا اور ہمیشہ اس کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ ان قہقہوں پر برا مانتے اور کہتے تھے کہ اسٹیج پر جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ اس کی سمجھ سے باہر ہے۔

استیپان نے اگلی قطاروں میں سے ایک میں سیٹ لی اور ڈرامہ دیکھنے کے لئے اطمینان سے بیٹھ گیا لیکن اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اسٹیج پر وہی لڑکی نظر آئی جسے وہ شہر سے اپنی گاڑی پر بٹھاکر لایا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح خوبصورت لیکن پرسکون اور دیکھنے میں جانے کیوں خاصی اہم شخصیت کی مالک نظر آتی تھی۔ سر کچھ پیچھے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ ہلکے بھورے بالوں کی لٹیں کمر تک لہرا رہی تھیں اور اس نے سرخ رنگ کے گھٹنوں تک اونچے جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اور دھیرے دھیرے سر موڑتی تھی۔ اس کی آواز بڑی نرم اور پیاری لگ رہی تھی۔ استیپان کو کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس سے متاثر ہو رہا ہو۔ اس نے اسے فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے لیکن اتنی زیادہ خوبصورت ہے، اس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

اس اثنا میں ایک نوجوان واسکا سیمیونوف، اجتماعی فارم کا بک‌کیپر جو بڑا تیس‌مارخان بنا کرتا تھا، ہیٹ پہنے عینک لگائے اسٹیج پر نمودار ہوا۔ وہ بھی کچھ ایسا تاثر دے رہا تھا جیسے کہ کوئی خاصی اہم شخصیت ہو۔ کوئی اور موقع ہوتا تو استیپان اسے دیکھتے ہی زور سے قہقہہ بلند کرتا مگر اس وقت اس کا ہنسنے کا جی نہ چاہا۔ وہ لڑکی کو دیکھتا اور یہ سوچتا رہا کہ دیکھیں وہ اور واسکا مل‌کر کیا کرتے ہیں۔ اس نے لڑکی کی آنکھوں میں ایک چمک نمودار ہوتے دیکھی۔ اسے پیچھے ہٹتے دیکھا جیسے کہ وہ کسی چیز سے خوف‌زدہ ہو اور دل ہی دل میں استیپان کو اس کی حالت پر افسوس ہوا۔

تم کیوں آئے ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا!" اس گدھے نے

یہ آواز بلند اعلان کیا- اس نے اتنے زور سے کہا کہ ہال میں
بیٹھا ہوا ہر شخص سن سکے-
"یہاں سے چلے جاؤ" لڑکی نے کہا لیکن کچھ اس انداز سے
جیسے کہہ رہی ہو "یہاں سے نہ جاؤ-"
"میں تو نہ جاؤں گا" واسکا نے کہا اور اس کے کچھ اور
قریب آگیا-
استیپان نے بنچ کا سرا زور سے پکڑ لیا- وہ جانتا تھا کہ
واسکا اتنی آسانی سے ٹلنے والا نہیں ہے اور قبل اس کے کہ وہ
پلک جھپکا سکے، قبل اس کے کہ وہ سوچ سکے کہ یہ معاملہ
کیسے ختم ہوگا، بک کیپر نے بڑی ہوشیاری سے لڑکی
کو اپنی بانہوں میں لے لیا، اسے اپنے بازو پر کچھ جھکایا اور
پیار کر لیا- بوسے کے بعد استیپان نے لڑکی کے ہونٹوں کو
دیکھا- کچھ ابھرے ہوئے، کچھ نم اور کچھ کھلے ہوئے یہ ہونٹ
ایک شرمیلی، پرمسرت مسکراہٹ سے تھرتھرا رہے تھے-
استیپان کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا- وہ اٹھا اور
کلب سے چل دیا-
باہر نکل کر وہ ایک کھمبے کی ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور
کہیں کافی دیر کے بعد جاکر اس کے حواس درست ہوئے-
"یہ کیسے ممکن ہے!.." وہ بڑبڑایا-

...تین دنوں تک استیپان کھویا کھویا سا پھرتا رہا (اس
کی گاڑی کی مرمت ہو رہی تھی) - اس دوران اس نے لڑکی کے
بارے میں کچھ معلومات حاصل کیں- اس کا نام ایلا تھا- وہ
وارونیژ شہر کی رہنے والی تھی اور ایک ٹریکٹر ٹیم کے ساتھ
ٹائم کیپر کی حیثیت سے کام کر رہی تھی- اس سے زیادہ اور
کچھ نہ معلوم ہو سکا- اس کے دل میں واسکا سیمیونوف سے
بات کرنے کا خیال آیا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ اسٹیج پر جو
کچھ ہوا تھا اسے واسکا زیادہ اہمیت نہیں دے رہا تھا- لیکن
اس نے جلد ہی ارادہ بدل دیا- ظاہر تھا کہ عام زندگی میں
معاملہ اسٹیج کا جیسا نہیں تھا- اس نے سوچا: وہ اس بارے
میں بات کرے گا تو لوگ اس پر ہنسیں گے-

ایک روز شام کو استیپان نے اپنے نرم چمڑے کے جوتوں کو خوب چمکایا اور ... ایلوچکا سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہو گیا- اس کے مکان کے گیٹ تک پہنچا (وہ بوڑھے کوکسن جوڑے کے ساتھ ٹھہری ہوئی تھی)، ذرا دیر اس جگہ منڈلاتا رہا اور پھر وہاں سے چلا آیا- بےمقصد گھومتے پھرتے وہ گاؤں سے باہر نکل آیا اور آخر میں دریا کے کنارے نم زمین پر جا بیٹھا- اس نے اپنے بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ لئے، ان پر اپنا سر ٹکا لیا اور اسی طرح علی‌الصباح تک بیٹھا سوچتا رہا...

ان چند دنوں میں اس کا وزن کم ہو گیا- اندرونی کرب سے آنکھیں سیاہ ہو گئیں اور کھانا چھوٹ گیا- دن رات سگریٹیں پھونکتے اور سوچتے رہنے کے سوا اس کا اور کوئی مشغلہ نہیں رہ گیا تھا- "بیٹے، تم آخر اتنے پریشان کیوں ہو؟" اس کے باپ نے دریافت کیا-

"کچھ نہیں..." استیپان نے سگریٹ کا بچا ہوا ٹرا جوتے سے زمین پر مسل دیا اور دوسری سگریٹ کے لئے ہاتھ بڑھایا- اس نے باپ سے آنکھیں نہیں چار کیں-

ایلوچکا کو اس اثنا میں اس نے ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا- کلب جانا بالکل بند کر دیا تھا-

چوتھے دن استیپان نے اپنے باپ سے کہا:

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں-"

"اچھا؟ مگر کس سے؟" ایگور سیویریانیچ نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا-

"وہ... وہ نئی لڑکی ہے نا... وہ ٹائم کیپر" استیپان نے باپ کی طرف جو کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا دیکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا-

ایگور کسی سوچ میں کھو گیا-

"تم اسے جانتے بھی ہو؟"

"ہاں..." استیپان ہچکچایا- "جی نہیں-"

"تو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں شادی طے کرانے جاؤں گا" ایگور نے سختی سے کہا-

"آخر کیوں؟"

"میں نہیں چاھتا کہ اس بڑھاپے میں شرمندگی اٹھانی پڑے- میں جانتا ھوں کہ ایسے معاملے میں کیا ھوتا ھے- لڑکی کے یہاں جاؤ اور اس کو اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ھو- ھونہہ- کیوں نہ پہلے تم اس سے بات کر لو- اس کے ساتھ کچھ گھومو، پھرو جیسا کہ لوگ عموماً کرتے ھیں- تب ھم تمہاری شادی طے کرا دیں گے- ورنہ... دراصل استیپان، تم ھمیشہ یونہی رھے، یونہی چیزوں کی طرف دیوانہ‌وار لپکتے ھو- میں نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا-"

ایگور کے بوڑھے باپ سیوریان نے ان کی باتیں سن لیں- وہ آتش‌دان کے اوپری بستر پر لیٹا ھوا تھا اور اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی-

"ھونہہ! واہ رے آدمی، کیا بات کہی- شادی طے کرانے نہ جاؤگے!" استیپان کے دادا نے برا مانتے ھوئے کہا- "تم شاید بھول گئے کہ تمہاری بیوی کو شادی پر رضامند کرنے کے لئے مجھے کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑی تھی؟"

ایگور فکرمند ھو گیا اور اس نے سگریٹ سلگائی- دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رھی- وہ کہتا بھی کیا- جوانی میں تو وہ بھی بالکل استیپان جیسا تھا: کسی لڑکی سے آنکھیں چار کرتے اسے بھی ڈر لگتا تھا-

"جانے کو تو میں ضرور چلا جاؤں" اس نے کہا- "مگر میں سمجھتا ھوں کہ وہ تم سے شادی نہ کرے گی-"

"کرے گی، کیوں نہیں! ضرور کرے گی!" بوڑھے سیوریان نے کہا- "کون لڑکی ھے جو اس کے جیسے نوجوان سے شادی نہ کرنا چاھے گی-"

"آپ یہ کیوں سوچتے ھیں کہ وہ مجھ سے شادی نہ کرے گی؟" استیپان نے پوچھا- اسے اپنے جسم میں ایک عجیب ھیجانی کیفیت کا احساس ھو رھا تھا-

"وہ ٹھہری شہر کی رھنے‌والی- کوئی نہیں کہہ سکتا کہ

ہ شہری لڑکیاں کیا چاہتی ہیں- کہے گی، تم دیہاتی اور
س‌ماندہ ہو-"

"تم خود پس‌ماندگی کا ثبوت دے رہے ہو" بوڑھے سیوریان
ے پھر مداخلت کی- "آج کل ان باتوں کو کون اہمیت دیتا ہے-
ج کل کی لڑکیاں پہلے کے مقابلے میں کافی ہوشیار ہوتی ہیں-
یں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، پھر بھی اس بات کو جانتا
وں-"

اگلی جمعرات کو صبح ہی صبح باپ بیٹے اپنی مہم پر
وانگی کی تیاری کرنے لگے-

استیپان نے پھر اپنی کڑھی ہوئی قمیض پہنی اور آئینے کے
سامنے دیر تک اپنے سیدھے اور سخت بالوں کو برابر
کرتا رہا-

ایگور جس کے چہرے سے پریشانی کے جذبات نمایاں تھے
اپنے نئے پتلون میں ایک چھوٹے اور پھسلتے ہوئے بٹن کو کاج
کے کپڑے کے اوپر پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا- آخرکار وہ
اپنی کھردری انگلیوں سے بٹن کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا اور
اسے تنگ کاج کے اندر ڈالنے لگا-

"جانے کیسی چیزیں تیار کرتے ہیں- گدھے کہیں کے!" اس
نے لعنت بھیجتے ہوئے کہا- "آدمی اپنی جان دے دے لیکن بٹن نہ
لگا پائے- ہونہہ!"

استیپان بالوں میں کنگھا کر چکا تو کمرے کے وسط میں
کھڑے سوچنے لگا کہ اس کی سج‌دھج میں کوئی کسر تو
نہیں رہ گئی-

"ٹائی باندھ لو" دادا سیوریان نے اسے رائے دی-

"کڑھی ہوئی قمیض پر ٹائی اچھی نہ لگے گی" استیپان نے
وضاحت کی-

آخرکار وہ دونوں تیار ہو گئے-

ایگور نے اپنی بھاری ہتھیلی سر کے پچھلے حصے پر جما
دی اور الجھن کے ساتھ بوڑھے کو گھورا-

"ہم لوگ اپنے ساتھ بوتل لے جائیں کہ نہیں؟ اب سارے

طور طریقے بدل چکے ہیں- کوئی بات یقینی تو ہوتی نہیں-"

بوڑھا کچھ دیر سوچتا رہا-

"ایسا کرو کہ ایک بوتل جیب میں رکھ لو" اس نے مشورہ دیا- "ضرورت پڑ جائےگی تو تمہارے پاس موجود رہےگی-"

باپ بیٹا روانہ ہو گئے-

یہ ایک خوشگوار دن تھا- چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی، چھوٹے چشمے اور نالے تیزی سے بہہ رہے تھے، پانی کے گڈھوں میں آسمان کا عکس پڑ رہا تھا- نیلی نیلی پرچھائیاں جا بجا سیاہ زمین پر لرز رہی تھیں- سڑکوں پر اپریل کی بہار شباب پر تھی-

وہ لوگ خاموشی سے پانی کے گڈھوں سے کتراتے ہوئے چل رہے تھے تاکہ ان کے لانگ بوٹ صاف رہیں-

کوک‌سن خاندان ایک بڑے مکان میں رہتا تھا جسے ان لوگوں نے خود بنایا تھا-

پہلے دونوں کمرے خالی تھے- ایگور کا دل ڈوبنے لگا- اس نے سوچا تھا کہ پہلے وہ بوڑھے کوک‌سن سے بات کرلےگا اور بات چیت کے بیچ میں رواروی میں کہےگا: "ہم لوگ یہاں ایک چھوٹے سے کام کے سلسلے میں آئے ہیں..." اسے امید تھی کہ بوڑھا کوک‌سن ضرور مدد کرےگا- لیکن اب تو انہیں سیدھے بہترین کمرے کو جانا ہوگا جس میں ایلا رہتی تھی-

"باپ بیٹے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کمرے کی طرف چل پڑے-

ایگور نے ایک انگلی کے جوڑ سے دروازے پر آہستہ سے دستک دی-

"آ جائیے" اندر سے جواب ملا-

استیپان کا دل سینے کے اندر اضطرابی کیفیت سے اچھلنے لگا-

ایگور نے ایک پٹ ذرا سا کھولا اور اندر چلا گیا- استیپان بھی اندر گیا لیکن وہ دونوں در ہی پر رک گئے-

ان کے سامنے میز پر واسکا سیمیونوف بیٹھا ہوا تھا اور اس کے بغل میں، بالکل بغل میں ایلوچکا بیٹھی ہوئی تھی۔
دونوں چائے پی رہے تھے۔ واسکا نے اپنی جیکٹ اتار رکھی تھی اور پیلی ریشمی قمیض پہنے بیٹھا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے شیو کیا تھا اور اس کے چکنے رخسار مسرت کے احساس سے تمتما رہے تھے۔ وہ بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے کہ یہ خود اس کا اپنا گھر ہو۔
اس نے ایملیانوف باپ بیٹے کی طرف محبت اور بھولےپن سے دیکھا۔
ایلوچکا پھرتی سے اٹھی اور اس نے مہمانوں کے لئے دو کرسیاں رکھ دیں۔
"آئیے، آئیے، بیٹھئے نا۔"
ایگور واسکا کو گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مڑکر بیٹے کی طرف دیکھا۔ استیپان کا چہرہ تمتما رہا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے کہ اس کے قدم فرش پر جم کر رہ گئے ہوں۔
"بیٹھئے نا، کھڑے کیوں ہیں!" ایلوچکا نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ "کیا آپ لوگوں کی پہلے سے ملاقات نہیں ہے؟"
استیپان بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی ٹوپی گھٹنے پر رکھ لی۔
ذرا دیر تک خاموشی چھائی رہی۔
ایلوچکا کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ کبھی استیپان کو، کبھی ایگور کو اور کبھی واسکا کو دیکھتی تھی۔ واسکا بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ قصہ کیا ہے۔
"میرے لائق کوئی خدمت؟ آپ کو تو میں پہچانتی ہوں" ایلوچکا نے استیپان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایک دن شہر سے آتے وقت آپ نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا تھا مگر اس وقت آپ بڑے غصے میں معلوم ہوتے تھے۔"
استیپان نے اس کی طرف دردناک مسکراہٹ سے دیکھا۔
واسکا نے ان لوگوں کی تفریح کے لئے مذاق کیا۔
"اچھا تو ہم لوگ چوری چھپے کچھ مسافر بٹھا لیتے ہیں۔ کیوں استیپان ایگورچ؟ یہ کوئی اچھی بات نہیں!.."
ایگور نے واسکا کے چکنے چہرے کی طرف ایک بار پھر

دیکھا، کسی سانڈ کی طرح اپنا سر کچھ جھکایا اور واضح انداز میں کہا:

"ہم یہاں شادی طے کرنے آئے ہیں-"

حیرت سے ایلوچکا کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا-

"لیکن کیسے؟.."

"کیسے! شادی کیسے طے کی جاتی ہے؟ یہ ہے، میرا بیٹا" ایگور نے استیپان کی طرف سر سے اشارہ کیا- "یہ چاہتا ہے کہ تم اس سے شادی کر لو- بشرطیکہ تم راضی ہو-"

ایلا نے استیپان کی طرف دیکھا-

استیپان نے اپنی مٹھیاں اتنے زور سے بھینچ لیں کہ وہ سفید پڑ گئیں- اس نے انہیں اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا اور اپنی نگاہیں ان پر گاڑ دیں- اس کی پیشانی پر پسینے کے چھوٹے چھوٹے قطرے نمودار ہوئے- لیکن اس نے انہیں پونچھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی-

"شادی؟" ایلا نے پوچھا- اس کے چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی-

"اور کیا؟" استیپان نے ٹھنڈی سانس بھری اور واسکا کو گھورا- واسکا زور سے ہنسا اور ایلا کی طرف دیکھنے کے لئے کرسی پر گھوم گیا- وہ میز کے پاس کھڑی تھی- اس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ اپنی سفید پتلی انگلیوں سے احتیاط کے ساتھ اپنے لباس سے نرم روئیں کا ٹکڑا نکال رہی تھی-

"استیپان، تمہارے دل میں یہ خیال بہت دیر سے آیا" واسکا نے بلند آواز سے اعلان کیا اور ایک بار پھر اپنی کرسی پر گھوم گیا- "تم نے بہت دیر کردی- میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

استیپان نے اس بار اس کی طرف دیکھا تک نہیں- اس کی امید بھری نظریں لڑکی پر جمی ہوئی تھیں- وہ اس کے جواب کا منتظر تھا- اب اس کی الجھن کسی وجہ سے دور ہو چکی تھی-

ایلوچکا نے اچانک سر اٹھایا اور اپنی شفاف سبز اور معصوم نگاہوں سے استیپان کو دیکھا- اس ایک نگاہ میں

انکسار، پیار، سرزنش اور منظوری کے علاوہ حیا و اضطراب کے امتزاج کی کیفیت کی آئینہ‌دار کوئی اور بات بھی تھی جو ناقابل بیان حد تک دلکش تھی- استیپان کا دل خوشی سے اچھلنے لگا- اس ایک لمحے میں ان دونوں کے درمیان کس رشتے نے جنم لے لیا اور کیوں جنم لے لیا، اس کی وضاحت کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا، صرف وہی دونوں جانتے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ محسوس کر سکتے تھے-

ٹھیک اسی لمحے واسکا بول اٹھا:

"استیپان، ہم دونوں جلد ہی شادی کرنےوالے ہیں-"

یہ بات اس وقت اتنی احمقانہ معلوم ہوئی کہ خود واسکا نے بھی محسوس کیا کہ اسے یہ بات نہ کہنی چاہئے تھی-

ایگور کھڑا ہوا اور کمرے سے باہر جانے ہی والا تھا کہ اچانک ایلوچکا تڑپ اٹھی اور اس نے بہت ہی جلدی میں کہا:

"کہاں چل دئے؟ آپ تو شادی طے کرنے آئے تھے نا! میں نے تو ابھی کوئی جواب نہیں دیا-"

اس نے تیزی سے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اور استیپان پر سے اپنی نگاہیں ہٹا لیں- لیکن استیپان... اب استیپان کے لئے یہ بات کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے یا نہیں- شرم اور مسرت کے جذبات سے اس کا وجود جل اٹھا تھا- دنیا کی کوئی بھی طاقت اب اسے کھڑے ہونے اور وہاں سے چلے جانے پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی-

ایگور ٹھہر گیا- اس اثنا میں واسکا الجھن کے مارے سرخ ہو چکا تھا- ایسا لگتا تھا کہ اس پر بھی صداقت روشن ہو چلی تھی-

"بیٹھئے نا- ہم لوگ چائے پئیں- ٹھیک ہے نا؟"

ایلا شروع میں شدید الجھنوں کا شکار تھی مگر اب وہ بڑے اعتماد بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک مختلف قسم کی مسرت، ایک پرعزم مسرت سے بات کر رہی تھی-

ہر شخص امید و بیم کی حالت میں اس بات کا منتظر تھا جو اب ناگزیر معلوم ہو رہی تھی۔

"شاید میرے لئے یہاں سے چلا جانا بہتر ہوگا؟" واسکا نے زور سے دریافت کیا۔ مایوسی سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ وہ ناکامی کے کگارے پر کھڑا تھا لیکن اس نے خود کو بچانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں" استیپان نے بھی زور سے کہا۔ اس نے یہ بات جلدی میں کہہ دی تھی۔ استیپان نے سوچا کہ اسے اس طرح جلدی نہ کرنی چاہئے تھی لیکن دراصل وہ خود کو سنبھال نہ سکا۔ ان دونوں میں سے ایک کو بہرحال جانا تھا۔ دونوں کے رویے میں برہمی اور سختی تھی اور ظاہر تھا کہ اس رویے کے لئے ایلا ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کو معاف کر سکتی تھی۔

اس بار بھی واسکا نے استیپان کو نظرانداز کرتے ہوئے ایلا کو گھورکر دیکھا۔ ایلا کا چہرہ پھر حیا سے سرخ ہو گیا اور اس نے ایگور کی طرف دیکھا جو اب بھی بیچ کمرے میں کھڑا تینوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ وہ پوری طرح چکرا کر رہ گیا تھا۔ ایلا اداسی کے ساتھ مسکرائی۔

"کیسی عجیب صورت‌حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے! کاش کوئی میری مدد کرتا... آخر آپ اس طرح کھڑے کیوں ہیں، بیٹھئے نا۔"

ایلا نے اپنا پاؤں دھیرے سے زمین پر پٹکا۔ اس کے لئے واقعی یہ بڑی دشوار صورت‌حال تھی۔

واسکا کرسی سے اٹھا اور جیکٹ پہننے لگا لیکن اس نے اس میں خاصی دیر لگائی۔ ہر شخص منتظر تھا کہ وہ جیکٹ پہن چکے۔

"اچھا تو استیپان، مجھے تم سے ہمدردی ہے" واسکا نے کہا اور وہ کمرے سے باہر جانے لگا۔ دروازے پر رک کر اس نے سب کی طرف ایک لاابالی اور خباثت سے بھری ہوئی نگاہ ڈالی اور دروازہ زور سے بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

لمحہ بھر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔

استیپان نے احتیاط کے ساتھ اپنی پیشانی سے پسینہ
نچھا اور مسکرا دیا-
"بھئی، میں اور کسی کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ
لیکن جہاں تک میرا تعلق ھے میں ایک جام چڑھانے جا رہا
ں" ایگور نے میز کے قریب پہنچتے ہوئے اعلان کیا- "یہاں
دی طے کرانے کے بعد میں خاصی کمزوری محسوس کر رہا
ں- خاصی کمزوری!"

آزمائش

"دیر سے کیوں آئے؟" پروفیسر نے
ٹالب علم سے سختی سے پوچھا-
"میں... میں... مہربانی کرکے مجھے معاف کیجئے... میں
سیدھا کام پر سے، ایک فوری اہمیت کے کام پر سے یہاں آ رہا
ہوں..." طالب علم جس کے چہرے سے سادگی اور دیانتداری
ٹپکتی تھی اور جو خاصا لمبا تڑنگا نوجوان تھا لیکچر روم کے
دروازے پر کھڑا ھچکچا رہا تھا- اس کی آنکھیں اس کی
صاف‌دلی کی آئینہ‌دار تھیں اور انہیں کسی بھی لحاظ سے
بھولی بھالی یا احمقانہ نہیں قرار دیا جا سکتا تھا-
"سوال کا کوئی پرچہ منتخب کرکے مجھے اس کا نمبر
بتا دو-"
"سترہ-"
"سوالات کیا ھیں؟"
"پہلا سوال ھے "ایگور کی فوجی مہم کی منظوم داستان"-
دوسرا سوال..."
"اچھا پرچہ ھے" پروفیسر کو اتنا سخت لب ولہجہ اختیار
کرنے پر کچھ شرمندگی سی محسوس ھوئی- "جواب تیار
ھو-"
طالب علم پرچے پر جھک کر غور و فکر میں ڈوب گیا-
پروفیسر لمحہ بھر تک اسے دیکھتا رہا- اس نے اپنی طویل

زندگی میں ایسے ہزاروں نوجوان طالب علموں کو دیکھا تھا- وہ
ان سب کو محض طالب علم تصور کرنے کا عادی ہو چکا تھا لیکن
دراصل ان لوگوں کے اس جم غفیر میں کوئی بھی دوسرے سے
مماثلت نہیں رکھتا تھا- سب ایک دوسرے سے بالکل مختلف
ہوتے تھے-

اس نے سوچا، زندگی رواں دواں رہتی ہے اور تمام چیزیں
بدل جاتی ہیں- پرانے زمانے کے پروفیسر اپنے آپ کو استاد
کہہ سکتے تھے... اور آج ہم لوگ محض پروفیسر ہیں-

"مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"جی؟ جی نہیں، شکریہ-"

پروفیسر ٹہلتا ہوا کھڑکی تک چلا گیا اور اس نے سگریٹ
سلگائی- پرانے زمانے کے پروفیسروں سے متعلق اپنے خیال کے
بارے میں وہ کچھ اور سوچنا چاہتا تھا لیکن اس کے بجائے اس
کی توجہ سڑک پر مبذول ہو گئی-

شام ہو رہی تھی- سڑک پر حسب معمول خاصی بھیڑ بھاڑ
تھی- ایک ٹرام تیزی سے گزری اور سڑک کے موڑ پر مڑی تو
اس کے کلکٹر آرم سے سرخ چنگاریاں نکل کر بکھر گئیں- ٹریفک
روشنیوں کے قریب بہت سی کاریں اکٹھا ہوگئی تھیں- اشارہ
پاتے ہی یہ ساری کاریں سڑک پر تیزی سے آگے بڑھ گئیں-
فٹ پاتھوں پر لوگ تیز تیز قدموں سے چلے جا رہے تھے جیسے
بہت جلدی میں ہوں-

"کتنا عجیب لگتا ہے" پروفیسر نے دل ہی دل میں سوچا
"آخر ہم لوگ ہمیشہ اتنی جلدی کہاں پہنچنے کے لئے کرتے
ہیں؟ ویسے تو لگتا ہے کہ پہنچنا کہیں بھی نہیں ہے لیکن پھر
بھی..."

طالب علم پروفیسر کو متوجہ کرنے کے لئے آہستہ سے
کھانسا اور اپنی جگہ پر کچھ جنبش سی کی-

"تیار ہو گئے؟ اچھا تو شروع کرو" پروفیسر نے کھڑکی
کی طرف سے اپنا منہ موڑ لیا- "میں سن رہا ہوں-"

طالب علم پرچے کو اپنی موٹی کھردری انگلیوں میں تھامے
ہوئے تھا جو انگلیوں کی کپکپاہٹ سے لرز رہا تھا-

پروفیسر نے سوچا کہ نوجوان بہت گھبرایا ہوا ہے لیکن
کوئی بات نہیں- اس سے اسے کوئی نقصان نہ
پہنچے گا-

"ایگور کی فوجی مہم کی منظوم داستان" ایک عظیم فن‌پارہ
ہے، طالب علم نے کہنا شروع کیا- "یہ ایک... یہ ایک
شاہکار ہے- اس کی تخلیق بارھویں صدی کے آخر میں ہوئی
تھی... اس تخلیق میں شاعر نے ان امنگوں کی ترجمانی کی
ہے جو..."

طالب علم کی طرف، اس کے چہرے کے تیکھے نقوش کی
طرف دیکھتے ہوئے پروفیسر نے سوچا کہ اس داستان کا خالق
کوئی نوجوان ہی رہا ہوگا- لیرمونتوف کی طرح جلی کٹی
کہنے والا اور ذہین!

"اس زمانے میں شہزادوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی اور
اس لئے... یوں کہا جا سکتا ہے کہ روس بھر میں پھوٹ پڑی
ہوئی تھی- اور اس لئے جب قپچاقوں نے روس پر حملہ
کیا..." طالب علم نے اپنے ہونٹ کاٹے اور اس کی پیشانی پر
بل پڑ گئے- اسے خود بھی احساس ہو گیا ہوگا کہ اس کا بیان
کمزور، بےجان اور غیردلچسپ تھا- شرم سے اس کا چہرہ کچھ
سرخ سا ہو گیا-

"اس نے نظم کا مطالعہ نہیں کیا" پروفیسر نے طالب علم کی
طرف تیز برہم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوچا- "واقعی اس نے
نظم نہیں پڑھی، صرف تعارف پڑھا ہے- لعنت ہو ان سب پر!
مراسلاتی نصابات سے کوئی اور توقع ہی کیا کر سکتا ہے!"
دراصل پروفیسر مراسلاتی نصابات کا مخالف تھا- اس نے اس
سلسلے میں ایک مخالفانہ مضمون بھی لکھا تھا جسے مسترد کر
دیا گیا تھا- کچھ لوگوں کے لئے اس کی یہ مخالفت خاصی
تکلیف‌دہ ثابت ہوئی تھی لیکن پروفیسر نے سوچا: "یہ طالب علم،
جس کی استعداد کیا تکلیف‌دہ نہیں- ہونہہ! سننے سے تعلق
رکھتا ہے- شہزادوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی!"

"نظم پڑھی بھی ہے؟"

"جی... میں نے اس پر ایک نگاہ ڈالی ہے..."

"تمہیں شرم نہیں آتی؟" پروفیسر کی آواز پژمردہ طور پر پرسکون تھی- وہ جواب کا انتظار کرنے لگا-

طالب علم کا چہرہ تمتما اٹھا-

"پروفیسر صاحب، دراصل مجھے وقت نہیں مل سکا- بڑا ضروری اور فوری اہمیت کا کام تھا- یہ ایک مخصوص حکم تھا-"

"تمہیں کچھ بھی حکم ملا ہو، مجھے اس کی فکر نہیں- تم جاننا چاہو تو بتاؤں، مجھے فکر دراصل اس شخص کی ہے، اس روسی کی ہے جو اپنی قوم کے ادب کے عظیم‌ترین شاہکار کے مطالعے کے لئے وقت نہ نکال سکا- مجھے اس کی گہری فکر ہے-"

پروفیسر کو یہ لمبا، تڑنگا، گٹھے ہوئے جسم کا نوجوان سخت ناپسند معلوم ہونے لگا- "تم نے یہ مراسلاتی نصاب خود اپنی مرضی سے اپنایا تھا؟"

طالب علم نے پروفیسر کی طرف رکھائی اور تیکھے‌پن سے دیکھا-

"یقیناً-"

"تمہیں اس سے کس بات کی توقع تھی؟"

"کس چیز سے؟"

"اسی نصاب سے- کہیں یہ تو نہیں کہ تمہارا مقصد محض اپنے مرتبے کو بہتر بنانا ہو-"

لمحہ بھر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا-

"اس کی کوئی ضرورت نہیں" طالب علم نے سکون کے ساتھ جواب دیا اور اپنا سر جھکا لیا-

"کس بات کی ضرورت نہیں؟"

"اس طرح کا رویہ اپنانے کی کوئی ضرورت نہیں-"

"واہ، واہ! کیا شاندار بات کہی" پروفیسر نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے اور کھڑے ہوتے ہوئے کہا- "کیا کہنا! اچھی بات ہے، میں اس طرح کا رویہ نہ اپناؤں‌گا لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں شرم نہیں محسوس ہو رہی ہے؟"

"ہاں، میں شرمندہ ہوں-"

"خیر، خدا کا شکر ہے کہ تمہیں شرمندگی کا احساس تو ہے۔"

ذرا دیر دونوں خاموش رہے۔ پروفیسر بلیک بورڈ کے قریب، غصے میں ناک اور منہ سے آواز نکالتا اور سر ہلاتا ہوا تیزی سے ٹہلنے لگا۔ برہمی کی اس کیفیت میں اس کی عمر کچھ کم معلوم ہونے لگی تھی۔

طالب علم بےحس و حرکت بیٹھا سوالات کے اس "اچھے" پرچے کو گھور رہا تھا... ایک لمحے کے لئے اسے یہ سب محض ڈھونگ معلوم ہونے لگا۔

"مجھ سے کچھ اور پوچھئے۔"

"یہ داستان کس صدی میں لکھی گئی تھی؟" پروفیسر غصے میں بالکل بچوں کی طرح ضدی ہو گیا تھا۔

"بارھویں صدی میں۔ بارھویں صدی کے آخر میں۔"

"ٹھیک۔ شہزادہ ایگور پر کیا بیتی تھی؟"

"شہزادہ ایگور کو قید کرلیا گیا تھا۔"

"ٹھیک۔ شہزادہ ایگور کو قید کرلیا گیا تھا۔ ہونہہ، لعنت ہو اس سب پر!" پروفیسر نے دوبارہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارا اور داڑھی ہلاتے ہوئے شہزادہ ایگور کے گرفتار کر لئے جانے کی بات پر اور اس سے بھی زیادہ اس پر کہ دونوں کی گفتگو نے اتنا احمقانہ موڑ لے لیا تھا، شدید جھنجھلاہٹ کا اظہار کیا۔

اسے ہنسی مذاق کرنا نہیں آتا تھا۔ وہ واقعی سخت غصے میں تھا اور اسے یہ خیال سخت ناگوار گزر رہا تھا کہ اس نے طالب علم اور خود اپنے آپ کو کلاس روم کے اس کھیل میں الجھا دیا ہے۔ عجیب بات یہ تھی کہ اسے نوجوان پر غصہ بھی تھا اور اس سے ہمدردی بھی محسوس کر رہا تھا۔

"کتنی جھنجھلا دینےوالی بات ہے یہ! اس نے خود کو گرفتار کیسے کرا دیا؟"

"میں جس نمبر کا مستحق ہوں وہ مجھے دے دیجئے اور اپنے آپ کو پریشان کرنا چھوڑئے" اچانک طالب علم نے فیصلہ‌کن لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اس سخت جواب سے پروفیسر کا غصہ کچھ ٹھنڈا پڑا اور وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"اچھا آؤ، اب شہزادہ ایگور کے بارے میں باتیں کریں۔ مجھے بتاؤ کہ قیدی کی حیثیت سے اس کے جذبات کیا تھے؟ اور بیٹھ جاؤ نا۔"

طالب علم کھڑا رہا۔

"مجھے فیل کرکے یہ قصہ ختم کر دیجئے۔"

"قیدی کی حیثیت سے شہزادہ ایگور کے جذبات کیا تھے؟!" پروفیسر نے چیختے ہوئے پوچھا۔ اسے پھر سخت غصہ آ گیا تھا۔ "جنگی قیدی کی حیثیت سے کوئی روسی کیا محسوس کرتا ہے؟ کیا تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے؟"

طالب علم ذرا دیر کھڑا اپنی شفاف بھوری آنکھوں سے پروفیسر کو کچھ عجیب انداز سے دیکھتا رہا۔

"یہ تو میں سمجھتا ہوں۔"

"اوہ! تو تم یہ سمجھتے ہو۔ پھر؟"

"میں خود جنگی قیدی رہ چکا ہوں۔"

"اوہ۔ کیا مطلب؟ کہاں؟"

"جرمنوں کا۔"

پروفیسر نے طالب علم کو تجسس بھری نظروں سے دیکھا اور ایک بار پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ داستان کا خالق کوئی نوجوان ہی رہا ہوگا۔ کوئی شفاف ہلکی نیلی آنکھوں والا نوجوان۔

"زیادہ دنوں تک قید رہے تھے؟"

"تین ماہ تک۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد کیا؟"

طالب علم نے پروفیسر کو اور پروفیسر نے طالب علم کو دیکھا۔ دونوں جھنجھلائے ہوئے تھے۔

"بیٹھو نا۔ کھڑے کیوں ہو!" پروفیسر نے کہا۔ "کیا تم بیچ کو نکل آئے تھے؟"

"ہاں" طالب علم نے جواب دیا اور بیٹھ گیا- اس نے سوالات کا پرچہ دوبارہ اٹھا لیا اور اسے گھورنے لگا- "جتنی جلدی نجات ملے اچھا ہے" اس نے سوچا-

"کس طرح فرار ہوئے تھے؟ مجھے اس کے متعلق بتاؤ-"

"رات میں- جب ہم لوگ مارچ کر رہے تھے-"

"تفصیل سے بتاؤ نا" پروفیسر نے اصرار کیا- "ارے صاحبزادے، کہانی بیان کرنا تو سیکھو! یہ تو ایسا کام ہے جسے ہر شخص کو کر لینا چاہئے- ہاں تو کس طرح فرار ہوئے تھے؟ دراصل میں فرار کے تکنیکی پہلو سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا- میں نفسیاتی پہلو کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں- اس وقت تمہارے جذبات کیا تھے؟ قیدی بنا لیا جانا بڑی پریشانی اور تذلیل کی بات ہے- کیوں، ہے نا؟" پروفیسر نے اسے سختی اور ہمدردی کے ملےجلے جذبات سے دیکھا- "تم پکڑے کیسے گئے تھے؟ کیا زخمی ہو گئے تھے؟"

"نہیں- ہم لوگ بس گھیرے میں آگئے تھے... پروفیسر صاحب، دراصل یہ ایک لمبی کہانی ہے-"

"بڑے مصروف آدمی معلوم ہوتے ہو!"

"میری مصروفیت کا کوئی سوال نہیں لیکن..."

"کیا تم خوف‌زدہ تھے؟"

"بے‌شک-"

"ہاں، تم واقعی خوف‌زدہ رہے ہوگے" جانے کیوں پروفیسر کو یہ جواب پسند آیا- اس نے سگریٹ سلگائی- "تمہیں اپنے گاؤں کی یاد آتی ہوگی؟ ماں کی یاد آتی ہوگی؟ اس وقت تمہاری عمر کیا تھی؟"

"اٹھارہ سال-"

"تمہیں اپنا گاؤں یاد آتا تھا؟"

"میں شہر کا رہنےوالا ہوں-"

"واقعی! میں تو سوچ رہا تھا کہ تم دیہات کے رہنےوالے ہو-"

دونوں خاموش ہو گئے- طالب علم سوالات کے اس پرچے کو جو اس کی بدقسمتی کا باعث تھا، گھورے جا رہا تھا- پروفیسر

کہربا کے سگریٹ ہولڈر سے کھیل رہا تھا اور اس کی نظریں طالب علم پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں باتیں کرتے تھے؟"

"کہاں؟" طالب علم نے نظریں اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ موضوع اس کے لئے بہت صبرآزما ثابت ہو رہا تھا۔

"قیدیوں کے کیمپ میں۔"

"کسی چیز کے بارے میں تھی نہیں۔ بات کرنے کے لئے تھ ہی کیا؟"

"لعنت ہو! لیکن تم بالکل سچ کہہ رہے ہو" پروفیسر اچانک جوش میں آگیا اور اپنا سگریٹ ہولڈر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں لیتا ہوا ڈائس کے پاس ٹہلنے لگا... "بالکل سچ کہہ رہے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"نکولائی۔"

"یہ بالکل سچ ہے۔ سمجھ میں آیا؟"

"کیا سچ ہے؟" طالب علم اخلاق سے مسکرایا اور اس نے سوالات کا پرچہ رکھ دیا۔ بات‌چیت ایک عجیب موڑ پر آگئی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا رویہ اپنائے۔

"یہی کہ تم لوگ آپس میں باتیں نہیں کرتے تھے۔ اور پھ باتیں کرنے کے لئے تھا بھی کیا۔ ظاہر ہے کہ جب لوگ دشمن کے ہتھے چڑھ جائیں تو ان کو خاموش رہنا چاہئے۔ دانش‌مندی کا تقاضا یہی ہے۔ تم کبھی کیئف گئے ہو؟"

"نہیں۔"

"اس کے ایک ضلعے کا نام پودول ہے جس کا ایک حصہ کافی بلند ہے۔ اس پر کھڑے ہونے سے دور تک کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ میں جب بھی اس جگہ کو دیکھتا ہوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں پہلے بھی یہاں آ چکا ہوں۔ اس زندگی میں نہیں بلکہ سینکڑوں سال قبل۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟" پروفیسر کے چہرے سے عجیب پیچیدہ سے جذبات

جھلکنے لگے- بالکل اتفاقیہ طور پر اس نے کسی ایسی چیز کا تذکرہ چھیڑ دیا تھا جو اسے بےحد عزیز تھی اور اب اول تو اسے ڈر تھا کہ طالب علم اس کی بات سمجھ نہ پائے گا اور دوسرے، وہ سوچ رہا تھا کہ کاش اس نے یہ بات نہ چھیڑی ہوتی- اس نے طالب علم کی طرف بیک وقت سخت اور نرم رویہ اپنانے کا کوشاں تھا-

طالب علم نے بےنیازی سے شانے جھٹکے-

"آپ کی یہ بات کچھ الجھی ہوئی سی، کچھ پیچیدہ سی لگتی ہے" اس نے اعتراف کیا-

"اس میں پیچیدگی کی کیا بات ہے؟" پروفیسر ایک بار پھر لیکچر روم میں ٹہلنے لگا- اسے اپنے اوپر سخت غصہ آ رہا تھا لیکن الفاظ تھے کہ اس کے منہ سے ابلتے چلے آ رہے تھے- اس نے بہت واضح طور پر زور سے کہا: "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کہ میں اس علاقے میں بہت عرصہ قبل گھوما پھرا تھا- ایگور کے زمانے میں وہاں گیا تھا- یہ جذبہ صرف اسی عمر میں پیدا ہوا ہوتا تو میں سمجھتا کہ بڑھاپا آ رہا ہے- لیکن میں نے اس بات کو اس وقت بھی محسوس کیا جب میں نوجوان تھا- سمجھے؟"

کمرے پر ایک پریشان کن سکوت طاری ہو گیا- دونوں نے ایک دوسرے سے آنکھیں چار کیں- ایسا لگتا تھا کہ دونوں اپنے موضوع سے ہٹ گئے ہوں-

"میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں" طالب علم نے احتیاط کے ساتھ کہا- "آخر یہ پودول بیچ میں کہاں سے آ دھمکا؟"

"اس لئے کہ قیدیوں کے آپس میں بات نہ کرنے کے متعلق تم نے جو کچھ کہا وہ مجھے بالکل سچ معلوم ہوا- میں کبھی قیدی نہیں بنایا گیا- کبھی میں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا- لیکن پودول کی بلندی پر کچھ عجیب انداز سے ان تمام باتوں کو سمجھا ہے جو جنگ سے تعلق رکھتی ہیں- مثال کے طور پر مجھے احساس ہوا کہ آدمی جب جنگی قیدی بن جاتا ہے تو وہ خاموش رہتا ہے- پوچھ گچھ کے دوران نہیں- اس کے بارے میں تو میں پڑھکر معلوم کر سکتا تھا- میرا مطلب یہ ہے کہ جنگی قیدی

آپس میں بھی خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں- دراصل بات کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا- میں نے پہریداروں سے نبٹنے کے مسئلے پر اکثر غور کیا ہے- میری رائے میں بہترین بات یہ ہوگی کہ انہیں خوف‌زدہ کردیا جائے- رینگتے رینگتے ان تک پہنچو اور ان میں سے کسی سے بڑی آہستگی سے کوئی سوال پوچھو- مثلاً یہ کہ "مہربانی کرکے مجھے بتائیے کہ اس وقت کیا بجا ہے؟' وہ بھونچکا ہوکر رہ جاتا ہے اور ٹھیک اسی لمحہ تم اس پر ٹوٹ پڑتے ہو-"

طالب علم مسکرایا-

"کیا میں مہمل بک رہا ہوں؟" پروفیسر نے طالب علم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں- وہ دل ہی دل میں طالب علم کے منہ سے بلند اور پرمسرت آواز میں یہ سننے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا: "نہیں، نہیں، پروفیسر صاحب، آپ بالکل درست فرما رہے ہیں-"

طالب علم نے بہت جلدی میں جواب دیا:

"کیوں؟ میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں-"

پروفیسر کو یقین ہو گیا کہ طالب علم کچھ بھی نہیں سمجھ سکا- اسے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ اس کے غبارے سے ہوا نکل گئی ہے- پھر بھی اس نے سوچا کہ وضاحت کے طور پر اسے کچھ اور کہنا چاہئے-

"میں نے جو کچھ کہا اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے ملک نے بہت سی جنگیں لڑی ہیں- یہ بڑی دشوار جنگیں تھیں- ان کی حیثیت تقریباً ہمیشہ عوامی جنگوں کی سی رہی ہے اور ان کے نتیجے میں ساری قوم کو زبردست تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں- جس شخص نے اس قسم کی کسی جنگ میں براہ راست حصہ نہیں لیا اس کے لئے بھی اپنے عوام کے جذبات اور تکالیف کو محسوس کرنا ناگزیر ہے- میں نے یہ بات کسی کتاب میں نہیں پڑھی- میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں اور مجھے اس بات پر یقین ہے-"

پروفیسر کی اس بات کے بعد دونوں کچھ دیر تک خاموش

رہے جیسے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ انہیں بہرحال اصل موضوع یعنی "ایگور کی فوجی مہم کی منظوم داستان" کی طرف واپس لوٹنا تھا اور اس حقیقت پر توجہ دینی تھی کہ طالب علم نے اس عظیم تخلیق کو شرمناک طور پر نظرانداز کیا ہے۔ پھر بھی پروفیسر سے آخری دو سوالات پوچھے بغیر نہ رہا جا سکا۔

"تم نے کیمپ سے اکیلے ہی فرار کیا تھا؟"

"نہیں، ہم لوگ سات آدمی تھے۔"

"شاید تم مجھے پرانے معاملے کی کھوج کرنےوالا، مغز کاٹنےوالا بوڑھا شخص تصور کرتے ہو؟"

"بالکل نہیں! میں ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہا ہوں" طالب علم کا چہرہ سرخ ہو گیا جیسے کہ وہ پروفیسر کے بارے میں بالکل یہی سب سوچ رہا تھا۔ "واقعی پروفیسر صاحب، آپ بڑی دلچسپ بات کہہ رہے ہیں۔"

بوڑھے پروفیسر کا دل سینے میں اچھلنے لگا۔

"سپاہی، تمہارے لئے یہ اچھی بات ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے۔ ویسے تم کو اس منظوم داستان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ میں اس کتاب کو تمہیں تحفے میں دے رہا ہوں... میرے پاس ایک فالتو جلد موجود ہے..." پروفیسر نے اپنے بریف کیس سے "ایگور کی فوجی مہم کی منظوم داستان" کی ایک جلد نکالی، ذرا دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر طالب علم کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا: "تم مجھے بوڑھا احمق تو نہیں سمجھتے؟"

"نہیں، نہیں۔ پروفیسر صاحب، اس کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا!" طالب علم نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے" پروفیسر نے کتاب کے اوپری ورق پر جلدی کچھ لکھا اور کتاب طالب علم کو دے دی۔ "اسے ابھی نہ پڑھو۔ گھر میں پڑھنا۔ شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آج میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ میری حالت شادی کے کسی نااہل میدوار کی سی تھی۔ اس کے بعد کے اثرات بعض اوقات بڑے ناخوشگوار ہوتے ہیں۔"

طالب علم کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے جواب میں
کیا کہے- اس نے آہستگی سے صرف اپنے شانے ہلائے-
"تم ساتوں کے ساتوں زندہ نکل آئے تھے؟"
"جی ہاں-"
"تم لوگ اب کبھی آپس میں خط و کتابت کرتے ہو؟"
"جی نہیں- بات یہ ہے کہ... آپ جانتے ہیں کہ..."
"ہاں، ہاں، میں جانتا ہوں- یہ روسی طرز زندگی ہے- اس
کے باوجود تم اس نغمے کا مطالعہ نہیں کرنا چاہتے! یہ نہایت
ہی شاندار، تمام نغمات میں سب سے زیادہ مشہور روسی
نغمہ ہے! گھوڑے سولا کے اس طرف ہنہنا رہے ہیں- کیئف
میں شوکت و عظمت کی گھنٹیاں بج رہی ہیں- نوگرود میں
بگل بج رہے ہیں- پوتیول میں پرچم لہرا رہے ہیں- کہو، کیا
ہے؟" پروفیسر نے ایک انگلی اٹھائی جیسے کہ وہ اس شاندار
نغمے کی مدھم ہوتی ہوئی آخری آوازیں سن رہا ہو- اپنا
امتحان کا کارڈ لاؤ" اس نے کارڈ پر کچھ لکھا، اسے بند کیا
اور طالب علم کو واپس کر دیا- "خدا حافظ" اس نے خشک
لہجے میں کہا-
طالب علم لیکچر روم سے نکل آیا- پیشانی سے پسینہ پونچھا
اور ذرا دیر کھڑا خالی برآمدے کو دیکھتا رہا- وہ اپنے امتحان
کے کارڈ کو اب بھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا- اسے کھول کر
پڑھنے میں خوف محسوس کر رہا تھا- خوف اس بات کا کہ
کہیں کارڈ پر "اچھا" نہ لکھا ہو یا پھر اس سے بھی زیادہ بری
بات یہ کہ کہیں "بہترین" نہ لکھا ہو-
اس نے سوچا کہ پروفیسر کا "تسلی بخش" لکھ دینا ہی
بہت کافی ہوگا- وہ بےحد شرمندہ تھا-
اس نے مڑکر لیکچر روم کی طرف دیکھا، کارڈ کو کھولا..
اسے بھدےپن سے گھورا، ایک بار پھر لیکچر روم کی طرف
دیکھا، آہستہ سے ہنسا اور چل دیا- کارڈ پر لکھا تھا
"خراب"-
باہر اسے کتاب کا خیال آیا- اسے کھول کر اس نے
پروفیسر کی لکھی ہوئی عبارت پڑھی: "سپاہی، مطالعہ

رو- یہ بھی کوئی آسان کام نہیں- پروفیسر گری گوریف-"
طالب علم نے انسٹی ٹیوٹ کی کھڑکیوں کی طرف نگاہ اٹھائی
ور اسے ایسا لگا جیسے کہ پروفیسر ایک کھڑکی کے پاس
ھڑا ھو-
پروفیسر واقعی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا... وہ نیچے سڑک
ی طرف دیکھ رہا تھا اور اپنی انگلیوں کے ناخنوں سے شیشے
و تھپتھپا رہا تھا- وہ کسی سوچ میں ڈوبا ھوا تھا-

ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے

رات میں ہلکی بارش ہوئی تھی
ور کہیں دور بجلی گرنے کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی...
یکن فرحت بخش صبح نے آفتاب کو کہرے سے نجات دلائی اور
قیق چاندی کے قطرے ارزتی ہوئی گیلی پتیوں پر بکھر گئے- کہرا
ناروں اور کھوہوں میں اکٹھا ہوا اور پھر ناخوشی کے ساتھ
مین سے غائب ہو گیا-

بوڑھا آدمی جانتا ہے کہ اسے موت کے بارے میں کس طرح
ھنڈے دل سے سوچنا چاہئے- دراصل اسی صورت میں زندگی
ا تمام خفیہ، حیرت‌انگیز اور دائمی حسن اس پر منکشف ہوتا
ے- کوئی چاہتا ہے کہ وہ اس سب پر حسرت و یاس کے ساتھ
خری بار نگاہ ڈالے اور کوچ کر جائے-

سبھی بوڑھے دنیا سے کوچ تو کر ہی جاتے ہیں اور ان کے
سفر آخرت کی آواز اتنی نرم اور دھیمی ہوتی ہے جتنی تھکے
وئے گھوڑوں کے منہ میں گرم لگام کی ہلکی سی جھنکار- زندگی
تنی خوبصورت، کتنی تڑپا دینے‌والی حد تک خوبصورت تھی-
اش، سفر آخرت کی گھڑی ابھی نہ آتی!

سفید بالوں‌والا ایک بوڑھا گیلی سڑک پر چل رہا تھا- وہ
پنی گائے کے لئے گھاس کاٹنے جا رہا تھا-

گاؤں اس کے پیچھے نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا- وہ
لتائی پہاڑیوں کی وسیع اور شاداب وادی، کوچوگوری کو جا
ہا تھا- ان پہاڑیوں میں سے کسی کی چوٹی پر پہنچنے کے

بعد دور تک ساری وادی کے خوبصورت مناظر سامنے ہوتے ہیں-
تینوں جانب پہاڑیوں سے گھری ہوئی یہ وادی وہ سرسبز
و شاداب خطہ تھی جہاں لوگ صدیوں سے گھاس کاٹنے آئے ہیں-
پہاڑیوں پر چاروں طرف گھوڑے کے پیٹ کی جتنی اونچی
گھاس لہلہا رہی تھی- غاروں میں ٹھنڈک تھی اور ان کی
نشیبی زمین پر اگی ہوئی گھنی جھاڑیوں میں سیلن اور پھپھوندی
کی مہک بسی ہوئی تھی- شفاف ٹھنڈے پانی کے چشمے زرخیز
بادامی رنگ کی مٹی سے ابل رہے تھے- ان کا پانی کتنا میٹھا تھا!
سارا ماحول آدمی کو اس سرد اور نیم‌تاریک فضا میں بیٹھنے
خود کو اداس اور تنہا محسوس کرنے کی دعوت دے رہا تھا-
بلاشبہ کوئی اس بات کی فکر کرنےوالا تھا کہ آپ زندہ ہیں یا
مر گئے... لیکن اس کے باوجود... زندگی کی یہ خوبصورتی
بہرحال ایک پراسرار شے تھی- یہ تمام ناقابل برداشت حسن
آخر کس کے لئے تھا؟ آدمی اس کو کرتا کیا؟.. افسوس تھا تو
اسی بات کا- آدمی اس سب سے محظوظ ہوئے بغیر عجلت کے
ساتھ گزر گیا-

لیکن پھر آپ نے دن کے اجالے میں قدم رکھا اور آپ کو خود
اپنی اداسی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا افسوس ہوا- کچھ ایسی
کیفیت طاری ہوئی جیسے کہ صبح صادق اور نرم و نازک
شے دل میں اتر گئی ہو- خوشی سے دل جھوم اٹھا اور
جی چاہا کہ یہ مسرت روح میں رچ بس جائے- لیکن
نہیں- دل میں طرح طرح کے خیالات کا ہجوم سا اکٹھا ہو گیا
اور خوش ہونے کی خواہش ذہن سے نکل گئی-

آفتاب کچھ اور بلند ہو رہا تھا- کہرا اٹھا اور پگھل کر
غائب ہو گیا- زمین سے کچھ بھاپ سی اٹھی لیکن یہ اجالے کو
دھندلا نہ کر سکی- اس نے صرف یہ کیا کہ اجالے کا رخ زمین
سے اوپر کی طرف کر دیا، اسے کچھ اور بلند کر دیا-

برچ* کی پتیوں کا گیلاپن ختم ہو چکا تھا لیکن ان میں اب

---

*ایک درخت جس کی شاخیں پتلی اور چھال چکنی
ہوتی ہے-

بھی بارش سے دھلی ہوئی تازگی اور نرمی برقرار تھی اور وہ دھوپ میں چمک رہی تھیں- صبح کا عظیم سناٹا دکھائی نہ دینےوالی چڑیوں کے نغموں سے گونج رہا تھا-

گرمی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی- گرم فضا پہاڑی چوٹیوں سے لڑھکتی ہوئی خاموش، سیلی ہوئی وادیوں تک اتر آئی اور زمین پر دور تک پھیلے ہوئے سبزے کی پاگل بنا دینےوالی مہک پھیل گئی-

بوڑھے نے اپنی رفتار کچھ اور تیز کر دی لیکن اتنی تیز بھی نہیں کہ وہ تھک جائے- اب وہ پہلے جیسا طاقتور آدمی نہ تھا، اسے اپنی قوت کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا تھا-

وہ اس راستے سے زندگی بھر پیدل یا گھوڑے پر بار بار گزرا تھا- اس کے ایک ایک موڑ سے واقف تھا- وہ جانتا تھا کہ کہاں گھوڑے کو دوڑانا اور کہاں روک کر آہستہ آہستہ چلانا چاہئے تاکہ صبح کے وقت تازہ دم رہنےوالا گھوڑا بھی اپنی قوت نہ ضائع کرے اور دن کے باقی حصے میں تھکا ہوا نہ دکھائی دے- اب اس کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا لیکن زندگی میں جتنے بھی گھوڑے اس نے پالے تھے وہ سب اسے یاد تھے- کوئی سننا چاہتا تو وہ اپنے ایک ایک گھوڑے کی خصوصیات اور عادات بیان کر سکتا تھا- وہ اپنے گھوڑوں اور خاص طور سے آخری گھوڑے کے بارے میں سوچتا تو اس کے دل میں عجب درد سا اٹھنے لگتا- اس گھوڑے کو نہ اس نے فروخت کیا تھا، نہ کسی چیز کے بدلے میں کسی دوسرے کو دیا تھا اور نہ ہی چپسی لوگ اسے چرا لے گئے تھے- اسے خود اس نے سواری کرتے کرتے موت کے منہ تک پہنچا دیا تھا-

یہ ۱۹۳۳ء کی بات تھی- ان دنوں وہ بوڑھا نہیں بلکہ ایک طاقتور کسان تھا- نام تو انیسیم کواسوف تھا لیکن لوگ اسے انیسیمکا کہہ کر پکارتے تھے- وہ اجتماعی فارم کا ممبر بن چکا تھا

اس سال قحط پڑ گیا تھا اور لوگ جنگلی پودے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے- بہت سے لوگوں نے اس اناج کو اکٹھا اور استعمال کرکے خود کو سخت نقصان

پہنچایا جو سردیوں میں کھلیانوں میں غلے کی منڈائی کی
جگہوں پر پڑا رہ گیا تھا- کسی نہ کسی طرح موسم گرما کو کاٹ
لے جانے کا سوال تھا- نئی فصلوں کی کٹائی تک کسی نہ کسی
طرح گزر بسر کرنی تھی- گائیں بےحد اہمیت اختیار کر گئی
تھیں کیونکہ صرف ان کا دودھ ہی بچوں کو زندہ رکھ سکتا
تھا جن کے پیٹ فاقہکشی کے باعث سوج گئے تھے-

ایک دن، اور یہ بھی گھاس کٹائی کے موسم کا ایک دن تھا،
گاؤں کے گلہبان نے جو ایک کمزور اور پستہقد شخص تھا
مویشیوں کو گھیرکر اکٹھا کرنے میں خود کو اتنا ہلکان کر لیا
کہ بےہوش ہوکر گر پڑا- جانے کتنی دیر تک وہ بےحس و حرکت
پڑا رہا- ویسے بعد میں اس نے بتایا کہ وہ بہت دیر تک پڑا
رہا تھا- اس اثنا میں گائیں بھٹکتی ہوئی تپتیا گھاس تک پہنچ
گئیں- رات گئے وہ انہیں وہاں سے ہنکا کر گاؤں تک لایا تو ا
کے جسم سوج گئے تھے- گاؤں میں داخل ہوتے ہی پہلے جس
شخص سے اس کی ملاقات ہوئی اس سے اس نے چیخ کر کہا
"کوئی تدبیر کرو! گائیں تپتیا گھاس کھا گئی ہیں-" چارو
طرف سنسنی سی پھیل گئی... عورتوں نے زور زور سے رو
شروع کر دیا- مردوں نے کوڑے سنبھالے اور بھاگے ہوئے باہ
نکلے تاکہ گایوں کو سڑکوں پر دوڑاتے رہیں- بڑی تباہی آگئ
تھی- سارے گاؤں سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں
گائیں بھاگتے بھاگتے لڑکھڑاتیں اور گر پڑتی تھیں- لوگ انہیں
دوڑاتے دوڑاتے نڈھال ہو کر گر پڑتے تھے- انیسیم کے پاس ا
دنوں گھوڑا تھا (اسے جب گشت کی ڈیوٹی پر مامور کیا گیا ت
تو اجتماعی فارم نے اس گھوڑے کو اسے دے دیا تھا جو کبھ
خود اس کی ملکیت تھا، اس کا اپنا خصی گھوڑا مشکا) وہ اچ
کر مشکا پر سوار ہو گیا اور اس نے بھی گایوں کو دوڑا
شروع کردیا- لوگ تمام رات اس کام میں مصروف رہے- تم
رات گایوں کو سڑکوں پر دوڑاتے رہے تاکہ وہ تپتیا گھاس ک
مضر اثرات سے نجات پا سکیں- لیکن صبح نمودار ہوئی
مشکا خرخراہٹ کی آواز کے ساتھ ہانپنے لگا، اگلے پاؤں جوا
دے گئے اور وہ زمین پر آ رہا- انیسیم کے بس میں جو کچھ

س نے کیا لیکن وہ گھوڑے کو زندگی نہ دے سکا- وہ دم توڑتے
ہوئے گھوڑے کے قریب کھڑا اداسی سے آنسو بہاتا رہا- اس
معاملے میں اس پر تخریب‌کاری کا الزام لگایا گیا اور اسے ٦
ہفتے مقامی جیل میں گزارنے پڑے- ویسے بعد میں سب کچھ
ٹھیک ہو گیا...

آخرکار وہ جگہ آگئی جہاں بوڑھا گھاس کاٹا کرتا تھا: یہ
سڑک کے قریب ہی ایک ڈھلواں کھائی تھی جس کے نشیب میں
کہیں کہیں کیچڑ اور دلدل تھی اور ایک چشمہ ابل رہا تھا-
آفتاب افق کے اوپر ہاتھ برابر چوڑا ہو چکا تھا-اسے
پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی تھی-
بوڑھے نے جلدی جلدی روٹی اور نمک چھڑکے ہوئے کھیرے
کا ناشتہ کیا، اپنی درانتی کو سنبھالا اور پتھر پر رگڑکر اس
کی دھار تیز کی-
گھاس کاٹنے سے اچھا کوئی کام نہیں اور بوڑھا اکیلے میں
گھاس کاٹنا بہت پسند کرتا تھا کیونکہ اس طرح اسے دن کے
دوران بہت کچھ سوچنے کا موقع مل جاتا تھا-
درانتی سے سڑاک سڑاک چلی اور گھاس کپکپاتی ہوئی
زمین پر گرنے لگی- آگے تین قدموں کے فاصلے پر ایک سانپ نے
سر اٹھایا... اور لہراتا ہوا گھاس میں غائب ہو گیا- اس کا
چمک‌دار مکروہ جسم چمک رہا تھا- ایک اور یاد بوڑھے کے ذہن
میں ابھری: اپنے لڑکپن میں وہ ایک دن تیزی سے گھوڑا دوڑاتا
چلا رہا تھا- اچانک گھوڑا اچھل کر راستے سے ہٹ گیا کیونکہ
اس نے یا تو سانپ کو دیکھ لیا تھا یا اسے سانپ کی موجودگی کا
احساس ہو گیا تھا- گھوڑے کے یوں اچانک اچھلنے سے انیسیم
ولھے کے بل زمین پر آ رہا اور ٹھیک سانپ کے اوپر گرا- اس
کے بعد ایک ہفتے تک اس کے حواس قابو میں نہیں رہے-
بوڑھے کے ذہن میں اس کے ماضی کی گہرائیوں سے
خوشگوار اور عزیزترین دنوں کی کچھ اور یادیں ابھریں جیسے
پرسکون جھیل کے دھندلے پانیوں میں شفاف چشمے ابلتے ہیں-
پانیوں کے سلسلے میں اس زمانے میں گاؤں میں رہنےوالے ایک

بوڑھے شخص کو دلکا کی یاد آئی- وہ بچوں سے کہا کرتا تھا ک
ایک سانپ مارو گے تو تمہارے چالیس گناہ معاف کر دئ
جائیں گے- اور سانپ کو آگ میں ڈالو گے تو تمہیں اس کے پیٹ
پر درجنوں چھوٹے چھوٹے پاؤں نظر آئیں گے- چنانچہ بچے بڑے
جوش و خروش سے گناہ معاف کرانے کے لئے سانپ مارنے میں
مصروف رہتے- وہ سانپوں کو جلاتے بھی تھے اور جب کوئی
سانپ شعلوں میں اینٹھتا تو ایسا لگتا تھا کہ اس کے چمکدار
پیٹ پر بےشمار چھوٹے چھوٹے پیر ہوں- بچے زور زور سے
چلاتے: "وہ رہے! وہ رہے!" ان سب کو پیر نظر آتے تھے-

بوڑھا کھانے کے وقت تک کٹائی کرتا رہا جبکہ گھاس پوری
طرح سوکھ چکی تھی- آفتاب کی تمازت بہت بڑھ گئی تھی او
اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ کسی نے اس کے سر پر گر
پان کیک رکھ دیا ہو-

"خدا کا شکر ہے!" بوڑھے نے گھاس کاٹے ہوئے ٹکڑے ک
مڑکر دیکھا اور بڑبڑایا- اس نے کافی زمین خالی کر دی تھی او
اسے اپنے صبح کے کام سے خاصا اطمینان محسوس ہوا-

وہ اس چھوٹی سی جھونپڑی میں داخل ہو گیا جو اس نے
اپنے لئے کچھ عرصہ قبل اس وقت تیار کی تھی جب وہ اس
چراگاہ کو دیکھنے آیا تھا- اب وہ آرام سے جی بھرکے کھانا کھا
سکتا تھا-

جھونپڑی کی گرم فضا میں خشک گھاس کی مہک پھیلی
ہوئی تھی- کہیں کوئی چھوٹا سا کیڑہ مستقل بلند آواز سے
بھن بھنا رہا تھا- خاموشی میں ٹڈوں کی پھیکی، کبھی نہ ختم
ہونے والی بھن بھناہٹ گونج رہی تھی- جھونپڑی کے اوپر، جھپٹ
کر نیچے آنے والے سفید اور مٹیارے رنگ کے پرندوں کی کھنکتی
ہوئی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی-

خدا کی قسم کتنا اچھا سماں ہے! بہت ہی کم ایسا ہو
ہے کہ آدمی پر خوشگوار کیفیت طاری ہو اور وہ جانتا ہو ک
اس پر خوشگوار کیفیت طاری ہے- صرف اسی صورت میں جب
آدمی ناخوشگوار حالات کا شکار ہوتا ہے سوچتا ہے کہ "ضرور
کہیں نہ کہیں کوئی شخص زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہے-

جب ہم زندگی سے لطف‌اندوز ہو رہے ہوتے ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ کسی دوسرے کے لئے زندگی، ہو سکتا ہے کہ اتنی خوشگوار نہ ہو- حالات سازگار ہوتے ہیں تو بس، ہوتے ہیں- کوئی اور فکر نہیں ہوتی-

بوڑھے نے کیڑے کا ایک صاف ٹکڑا جس کا رنگ اڑ چلا تھا گھاس پر بچھا دیا اور اس پر اپنے کھیرے، روٹی اور بہار کی تازہ پیاز رکھی... اس کے بعد چشمے کے پاس گیا جہاں وہ مضبوط کاگ سے بند دودھ کی ایک بوتل رکھ آیا تھا- اس نے گیلے کنارے پر ہاتھ جماتے ہوئے خود کو سنبھالا، بہتے ہوئے پانی پر جھکا اور دیر تک پانی پیتا رہا- اسے چشمے کی گہری بادامی تہہ میں ریت کے ہلکے بھورے رنگ کے چھوٹے چھوٹے ذرے ایک ایک کرکے ابھرتے اور پانی میں لہراتے دکھائی دے رہے تھے-

"یہ ذرات جیسے زندہ ہوں" بوڑھے نے سوچا- وہ سنبھلتا ہوا اٹھا، بوتل لی اور اپنی چھوٹی جھونپڑی کو واپس آ گیا- وہاں قریب ہی کٹے ہوئے درخت کی ایک ٹھنٹھ پر ایک اور بوڑھا بیٹھا ہوا تھا جس نے ملائم فلٹ ہیٹ پہن رکھی تھی اور جس کے گھٹنوں کے درمیان ایک چھڑی رکھی ہوئی تھی- وہ سگریٹ پی رہا تھا-

ہیٹ‌والے بوڑھے نے اسے سلام کیا اور کہا: "میں نے دیکھا کہ یہاں کوئی شخص موجود ہے- اس لئے آرام کرنے کو بیٹھ گیا- کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"اعتراض کیوں ہوگا؟" انیسیم نے جواب دیا- "اندر آ جاؤ نا- اندر اتنی گرمی نہیں-"

"ہاں، یہ بڑا جھلسا دینے‌والا دن ہے" ہیٹ‌والے بوڑھے نے کہا اور اندر آکر اس کے پاس بیٹھ گیا- "بےحد گرمی پڑ رہی ہے نا؟"

انیسیم نے سوچا کہ اس کا یہ عمدہ پتلون... بالکل ہرا ہو جائے گا-

"جی چاہے تو میرے ساتھ کچھ کھا لو" انیسیم نے تجویز پیش کی-

"نہیں، شکریہ- مجھے کھانا کھائے ہوئے زیادہ دیر نہیں

ہوئی" ہیٹ والے بوڑھے نے انیسیم کو کچھ اس طرح گھورا کہ
وہ لمحہ بھر کے لئے بےچین سا ہوا تھا- "گھاس کاٹ رہے
ہو؟"
"کٹائی تو کرنی ہی ہے- میرے خیال میں تم اس علاقے کے
لئے اجنبی ہو؟"
"نہیں، میں مقامی آدمی ہوں-"
انیسیم نے اپنے مہمان کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں-
"کیا میں مقامی آدمی نہیں معلوم ہوتا؟"
"کیوں نہیں؟ اب تو ہمارے یہاں ہر طرح کے لوگ رہتے
ہیں" انیسیم نے کھیرا چبانا شروع کیا تو اس نے دیکھا کہ اس
کے مہمان کی نظریں کپڑے پر رکھے ہوئے کسان کے سادہ کھانے پر
جمی ہوئی ہیں- شاید بھوکا ہے، اس نے سوچا-
"کچھ کھا لو" اس نے پھر کہا-
"نہیں، نہیں، تم کھاؤ- تمہیں ابھی تمام سہ پہر کا
کرنا ہے-"
"کھانا بہت زیادہ ہے!"
شہر کے بوڑھے نے ہیٹ اتاری جس سے اس کا چمکتا ہوا
گنجا سر دکھائی دینے لگا- وہ قریب کھسک آیا، ایک کھیرا
اٹھایا اور روٹی کا ایک ٹکڑا توڑا-
"تمہارے پاس کوئی اخبار ہے؟" انیسیم نے پوچھا-
"کس لئے؟" مہمان نے تعجب کے ساتھ پوچھا-
"تمہارا پتلون بالکل ہرا ہو جائے گا- بہت عمدہ
پتلون ہے-"
"اوہ! .. فکر نہ کرو- یہ کھیرے! .."
"کھیروں کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو؟"
"بڑے مزےدار ہیں!"
"تمہارا کہنا ہے کہ مقامی آدمی ہو... کس جگہ کے
رہنےوالے ہو؟"
"یہیں، اسی علاقے کے-"
انیسیم کو یقین نہ آیا کہ اس کا مہمان اس علاقے کے
رہنےوالا تھا- دیکھنے میں تو بہرحال نہیں معلوم ہوتا تھا-

"اب میں یہاں نہیں رہتا مگر میری پیدائش اسی علاقے میں ہوئی تھی۔"

"اچھا تو ملنے جلنے کے لئے آئے ہو؟"

"ہاں، مجھے اپنے وطن کو دیکھنا ہی تھا... کافی عرصے سے اس طرف آنے کا موقع نہیں مل سکا۔ تم کس گاؤں کے رہنے والے ہو؟"

"لیبیاژے، اسی سڑک کی ڈھال پر واقع ہے۔"

"صرف تم میاں بیوی گھر میں رہتے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"بچے ہیں؟"

"ہاں، تین بچے ہیں۔ دو اور تھے جو جنگ میں کام آگئے۔"

"وہ تینوں کہاں ہیں؟ شہر میں؟"

"کولکا شہر میں رہتا ہے۔ لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے... ایک چیبرلاک میں رہتی ہے۔ اس کی شادی وہاں اجتماعی فارم کے ایک ٹیم لیڈر سے ہوئی ہے۔ دوسری لڑکی کچھ اور دور رہتی ہے۔" اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی دوسری بیٹی کا شوہر روسی نہیں ہے۔ "نینکا گزشتہ بہار میں یہاں آئی تھی... اس کے بچے تو اب خاصے بڑے ہو چکے ہیں۔"

"اور کولکا کس شہر میں رہتا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ وہ کبھی شہر میں رہتا ہے، کبھی نہیں۔ ہمیشہ دورہ کرتا رہتا ہے؛ وہ لوگ دھات تلاش کر رہے ہیں۔"

"لیکن شہر کا نام کیا ہے؟"

"لینن گراد۔ وہ ہمیں خطوط اور کبھی کبھار پیسے بھیجتا رہتا ہے... مزے سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ برابر لکھتا رہتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو دیکھنے آئے گا مگر وقت نہیں نکال پاتا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نہ کسی دن آ ہی جائے۔"

شہری بوڑھے نے تھوڑا سا دودھ پیا اور رومال سے اپنے ہونٹ پونچھے۔

"شکریہ۔ بڑا مزےدار کھانا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ شکریہ کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم اب جاکر کٹائی کروگے؟"

"نہیں، کچھ دیر ٹھہروں گا۔"

"کولکا کی عمر کیا ہوگی؟" اس نے پھر سوال کیا۔

"اس کی پیدائش سن بیس کی ہے..." انیسیم نے جواب تو دے دیا لیکن اسے یہ سوچ کر حیرت ہوئی کہ اس کا مہمان یہ سوالات کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے اس کی طرف دیکھا...

جواب میں دوسرا بوڑھا آہستہ سے ہنسا۔ یہ مختصر ہنسی زیادہ پرمسرت نہ تھی لیکن اس میں اداسی کا عنصر بھی نہ تھا۔

"تو ہم لوگ ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے ہیں" اس نے کہا۔

"خبطی معلوم ہوتا ہے" انیسیم نے طے کیا۔ "مذاق کرنے کی تو اب اس کی عمر رہی نہیں۔"

"تمہاری صحت کیسی رہتی ہے؟" شہری بوڑھے نے سوالات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔

"زیادہ بری نہیں۔ خدا کا شکر ہے... کبھی کبھار سر میں درد ہوتا ہے لیکن اس کا کیا۔ یوں تو گاؤں کے آدھے لوگوں بلکہ کم سنوں تک کو کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔"

"خاندان کا کوئی اور فرد، بھائی بہن اس علاقے میں رہتے ہیں؟"

"خاصے طویل عرصے سے اب اور کوئی نہیں رہتا۔"

"مر گئے؟"

"بہنیں تو مر چکی ہیں۔ بھائی پہلی جنگ کے بعد سے کبھی واپس ہی نہیں لوٹا۔"

"جنگ میں کام آ گیا تھا کیا؟"

"ہاں، یہی ہوا ہوگا۔ واپس نہ لوٹنے کا عموماً یہی سبب ہوا کرتا ہے نا؟"

شہری بوڑھے نے سگریٹ سلگائی اور دھوئیں کی ایک نیلی لہر دروازے کی طرف اڑنے لگی۔ جھونپڑی کے سبز سائے میں صاف دکھائی دینے والا یہ دھواں کھلی فضا کی چمک میں فوراً ہی غائب ہو گیا حالانکہ ہوا بالکل رکی ہوئی تھی۔ ٹڈوں کی بھن بھناہٹ جاری تھی۔ جھاڑیوں میں چڑیاں چہچہا رہی تھیں اور اوپر فضا سے کلغی دار مٹیارے رنگ کے پرندے دھرتی کے

رم سینے پر اپنے ختم نہ ہونےوالے نغمے برسائے چلے جا
ہے تھے-

بادامی رنگ کا سیاہ چتیوں‌والا ایک بھونرا جھونپڑی کے
ریب گھاس کی ایک اونچی شاخ پر چڑھ رہا تھا- وہ کسی خوف
ے بغیر مستعدی سے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا... دونوں
وڑھے رسے دیکھنے میں مصروف ہو گئے- بھونرا اوپری سرے
ک پہنچا، ذرا دیر اس پر جھولتا رہا، پھر اپنے پر پھیلائے اور
ھاس پر کسی طرف اڑگیا-

"تو ہم لوگ اپنی زندگیاں بسر کر چکے" شہری بوڑھے نے
رمی کے ساتھ کہا-

- انیسیم چونک پڑا- یہ فقرہ اسے کچھ عجب طور پر جانا
ہچانا معلوم ہوا- فقرہ نہیں بلکہ جس انداز سے یہ فقرہ ادا
یا گیا تھا اس سے اسے قریبی واقفیت سی محسوس ہوئی-
س کا باپ کبھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوتا تھا تو اسی انداز
ے باتیں کرتا تھا- ساتھ ہی ساتھ وہ ایک طرح کی حیرت‌زدہ
لکی سی ہنسی ہنستا اور بعد میں ایک آدھ محبت بھری جلی
ٹی سنا دیتا-

"کیا یہ خیال تمہارے دل کو اداس نہیں کر دیتا؟"

"ہو سکتا ہے کہ اداس کر دیتا ہو لیکن اس سے
ائدہ کیا؟"

"زندگی کے اس مرحلے پر انسان کو کچھ مدد ملنی
چاہئے-"

"کوئی بات تمہارے لئے بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہو رہی
ے کیا؟"

"ہاں، تاسف... ابھی زندگی سے میرا جی نہیں بھرا- ابھی
یں تیکا نہیں- ابھی میں کوچ کرنے کو تیار نہیں ہوں-"

"اوہ! کیا کبھی بھی زندگی سے جی بھر سکتا ہے؟ بوڑھی
ھرتی ماں کے سینے میں اترکر کون لیٹنا چاہتا ہے؟"

"کچھ لوگ خودکشی کر لیتے ہیں-"

"وہ بیمار قسم کے لوگ ہوتے ہیں- آدمی اندر ہی اندر
الکل ٹوٹ پھوٹ سکتا ہے- دیکھنے میں ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل

ٹھیک معلوم ہو لیکن دراصل اس کے اندر زندگی نہیں باقی رہتی- وہ ختم ہو چکا ہوتا ہے-"

"مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں چیزوں کی گہرائی تک نہیں اتر سکا... پھر بھی میں جانتا ہوں کہ یہ ایک احمقانہ بات ہے- جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا ہے کیا ہوں" شہری آدمی لمحہ بھر خاموش رہا- "یہ جو سکون ہے نا، اس سے محروم ہونا مجھے بہت دکھ ہے- میں بہت زیادہ بھاگ دوڑ میں مصروف رہا ہوں لیکن ظاہر ہے کہ آدمی کو دوسروں کے لئے جگہ خالی کرنی ہوتی ہے- کیوں، ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں، یہ تو کرنا ہی پڑتا ہے-"

"کیا میں کوئی ایسی جگہ نہ تلاش کرنا چاہوں گا جہاں کوئی شخص مجھے فراموش کر دے اور جہاں میں سو، دو سو سال تک زندہ رہ سکوں- کیوں؟" بوڑھا خوشی سے ہنسا- اس کے طور طریقوں میں، اس کی اس ہنسی میں کوئی چیز پریشان کن حد تک جانی پہچانی معلوم ہوتی تھی- "کوئی ایسی جگہ جہاں ہر چیز ہمیشہ جوں کی توں رہے- کیوں؟"

"میں تو سمجھتا ہوں کہ تم اس سے عاجز آ جاؤ گے-"

"میں تو اب اس سے ذرا بھی نہیں اوب رہا ہوں-"

"موت کے بارے میں پہلے سے اتنا زیادہ نہ سوچو- اس طرح تم خوف‌زدہ نہ ہوگے، جب آنا ہوگا آ جائے گی... ہو سکتا ہے کہ تم کچھ بیمار ہو جاؤ، مگر زیادہ دنوں تک نہیں- لوگ تو ایک ہفتے کے اندر ہی اٹھ جاتے ہیں-"

"ہاں، واقعی ایسا ہونا تو ہے-"

"تم مستقبل کے بارے میں سوچتے رہتے ہو اور میں ہمیشہ ماضی کی طرف دیکھتا ہوں- یہ بھی اتنی ہی تکلیف‌دہ بات ہے آدمی پریشان ہو جاتا ہے-"

"یادیں؟"

"ہاں-"

"مگر یہ تو اچھی بات ہے-"

"ہو سکتا ہے کہ یہ اچھی بات ہو مگر یہ دل کے تاروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے- آدمی خود کو پریشان کیوں کرے؟

"اس کے باوجود یہ اچھی بات ہے- تمہارے دل میں کون سی یادیں کروٹیں لیتی ہیں؟ بچپن کی یادیں؟"

"ہاں، زیادہ‌تر بچپن کی یادیں-"

"مجھے ان میں سے کوئی بات بتاؤ نا! کیا تم بہت زیادہ شرارتیں کیا کرتے تھے؟"

"شرارتیں تو میرا بھائی گرینکا کیا کرتا تھا- وہ بہت ہی غیرمعمولی اور ہوشیار لڑکا تھا" انیسیم اس کے تصور پر مسکرایا- "جانے اسے یہ سب کہاں سے ملا تھا!.. میں تو سمجھتا ہوں کہ جنگ میں بھی ویسا ہی رہا ہوگا، ہمیشہ گردن باہر نکالے ہوئے..."

"ہاں تو اس نے کیا کیا تھا؟" شہری بوڑھے نے گہری دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا- "مجھے اس کی کسی شرارت کے بارے میں بتاؤ نا... ابھی تو تم آرام کر رہے ہو-"

"اوہ!" انیسیم نے اپنا سر جھٹکا اور دیر تک خاموش رہا- "وہ بڑا پھرتیلا لڑکا تھا... واقعی بہت ہی تیز اور ذہین- ایک روز ہمارے پڑوسی ایگور چالیشیف نے ہمیں اپنے ترکاریوں کے کھیت میں پکڑ لیا- اس نے ہمیں مارا پیٹا لیکن محض نفرت کی وجہ سے نہیں- دراصل وہ تربوز ابھی کچے تھے اور ہم نے جتنے کھائے نہیں تھے ان سے زیادہ کو برباد کر دیا تھا- اندھیرے میں کچھ دکھائی تو دیتا نہیں- ایک تربوز لے‌کر گھٹنے پر مارتے اور چکھتے ہیں اور کچا ہوتا ہے تو پھینک دیتے ہیں- ہاں تو اس نے ہم دونوں کی پٹائی کی- اس کے بعد کچھ پٹائی ہمارے والد نے کی- اس بات پر گرینکا کو غصہ آگیا- اس نے سور کا ایک مثانہ لیا- ہم لوگوں نے اسی روز سور کاٹی تھی- ہاں تو اس نے اس مثانے کو راکھ میں رگڑا... جانتے ہو کہ مثانوں سے غبارے کیسے بنائے جاتے ہیں؟"

"ہاں، ہاں- جانتا ہوں-"

"تو اس مثانے کو اس نے سکھایا، ہوا بھری اور اس کے اوپر ایک بھیانک چہرہ بنایا..." انیسیم مسکرایا- "مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس نے ایسے احمق کا چہرہ کہاں دیکھا تھا؟.. بعد میں ہم اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگے- اندھیرا

ہو گیا تو رینگتے ہوئے ایگور کی برساتی تک گئے اور اس مثانے
کو دروازے کی دھنی میں لٹکا دیا... ایگور نے صبح کو دروازہ
کھولا تو یہ بھیانک چہرہ اسے گھورتا ہوا دکھائی دیا- خوف کے
مارے بیچارے کا پتلون گندہ ہوتے ہوتے بچا... اس نے پھرتی سے
دروازہ بند کیا، اندر سے قفل لگایا اور چمنی سے چیخنا شروع
کیا: "دوڑو، بچاؤ! میری برساتی میں بھوت آگیا ہے!"

شہری بوڑھا زور زور سے قہقہے لگانے لگا یہاں تک کہ اس
کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے-

"خوب ڈرایا اس کو ہے نا؟!"

"ہاں- اور اس کے بعد لوگ اسے "ایگور، میری برساتی
میں بھوت" کہہ کر پکارنے لگے!.."

"ایک دوسرے موقعے پر جبکہ ہم لوگ کچھ بڑے ہو چکے
تھے... اور یہ بھی گھاس کٹائی کے موسم کی بات ہے- ایک
شخص تھا میکولائی روگودین، بڑا چالاک اور کچھ چور بھی-
ایک شام کو اس نے کہا: "گرینکا، کسی گھوڑے پر کاٹھی رکھ
لو، چاہے تو میرا ہی گھوڑا لے لو- گاؤں واپس جاؤ اور کسی
کی کچھ مرغیاں پکڑ لاؤ- مرغیاں کھانے کو جی چاہ رہا ہے-"
گرینکا فوراً تیار ہو گیا، گھوڑے پر کاٹھی کسی اور گاؤں کو چل
دیا- جلد ہی وہ ۵ مرغیاں لے کر واپس لوٹا جن کی گردنیں مروڑ
دی گئی تھیں- ہم لوگ خوش ہو گئے- انہیں پکایا گیا اور کیا
شاندار دعوت رہی! میکولائی مرغیوں کا گوشت کھاتے ہوئے
میرے بھائی کی تعریف کرتا جاتا تھا- "گرینکا کتنا اچھا
لڑکا ہے" وہ کہہ رہا تھا- تب گرینکا نے اسے جواب دیا: "کھاؤ
چچا میکولائی- انہیں بالکل اپنا ہی سمجھ کر کھاؤ-"

دونوں بوڑھے جی بھر کے ہنسے اور شہری بوڑھے نے ایک
اور سگریٹ سلگائی-

جب اسے پتہ چلا کہ وہ مرغیاں خود اس کی اپنی تھیں تو
وہ سخت برہم ہوا مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا-اسی نے تو
مرغیاں منگوائی تھیں-

"ہاں..." شہری بوڑھے نے اپنی آنکھیں خشک کیں اور
کسی خیال میں کھو گیا-

دونوں کچھ دیر تک خاموش رہے- دونوں اپنے اپنے خیالوں
میں کھوئے ہوئے تھے- چھوٹی جھونپڑی سے باہر کی دنیا بڑھتی
ہوئی تمازت میں کیڑوں مکوڑوں کی بھن‌بھناہٹ اور چڑیوں کے
نغموں سے گونج رہی تھی اور تیز چمکیلی دھوپ میں اس کا
حسن پہلے سے بھی زیادہ فیاضی کے ساتھ، پہلے سے بھی زیادہ
پراسرار طور پر نمایاں ہو رہا تھا-

"اچھا تو اب مجھے کام پر جانا ہوگا- اب کچھ ٹھنڈک آ
چلی ہے" انیسیم نے کہا-

"اب بھی بہت گرمی پڑ رہی ہے-"

"کوئی پروا نہیں-"

"گائے پالنا تمہارے لئے ضروری ہے کیا؟"

"بےشک-"

انیسیم نے درانتی اٹھائی اور پتھر سے اس کی دھار
تیز کی- اس نے کٹی ہوئی گھاس کے ڈھیروں پر نظر
دوڑائی اور سوچا کہ صبح سے اب تک اس نے کچھ کم کام
نہیں کیا- شہری بوڑھا اسے غور سے اداسی کے ساتھ دیکھ
رہا تھا-

"اچھا تو اب میں چلا" انیسیم نے دوبارہ کہا-

"اچھی بات ہے" شہری نے اتفاق رائے ظاہر کیا- "اچھا...
تو خدا حافظ" اس نے انیسیم سے آنکھیں چار کیں مگر کچھ
اور نہیں کہا- زوردار مصافحہ کیا اور ڈھال سے گزرتا ہوا سڑک
کی جانب چل دیا- سڑک پر پہنچا تو ذرا دیر تک کھڑا چاروں
طرف دیکھتا رہا، پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا اور جلد
ہی موڑ کے پاس نظروں سے اوجھل ہو گیا-

بوڑھا شام کو دیر تک گھاس کاٹتا رہا-

آخر میں وہ گھر واپس لوٹا-

اس کی بیوی جیسا کہ اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا بے صبری
سے اس کا انتظار کر رہی تھی-

"کوئی ہم لوگوں سے ملنے آیا تھا" اس نے انیسیم کو گیٹ
کے قریب دیکھتے ہی بتایا- "بڑی سی لمبی موٹر کار میں

بیٹھکر آیا تھا اور تمہیں پوچھ رہا تھا: تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"ہیٹ پہنے ہوئے تھا نا؟ بوڑھا آدمی تھا؟"

"ہاں، ہاں، ہیٹ لگائے ہوئے تھا اور بہت ہی عمدہ سوٹ پہنے تھا... اسکول ٹیچر جیسا لگتا تھا-"

بوڑھا خاموش بیٹھا زمین کو گھورے جا رہا تھا- اب اس عجیب مشابہت کا مفہوم اس پر روشن ہو چلا تھا جس نے چند گھنٹے قبل اسے حیرت میں ڈال دیا تھا- اب اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے، لیکن کیا واقعی یہ سچ تھا؟!

"شاید وہ گرینکا تھا- تمہیں کوئی بات جانی پہچانی تو نہیں لگی؟"

"اوہ میرے خدا! تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا؟ گرینکا؟ مرنے کے بعد واپس آ گیا؟"

اپنے کسی مبہم قیاس کے بارے میں کسی عورت سے بات نہ کرنا بہتر ہوتا ہے- وہ اسے کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی- عورت جوان ہوتی ہے تو آپ اس کی اوندھی کھوپڑی میں کوئی بھی مہمل بات ٹھونس سکتے ہیں، وہ آپ پر یقین کر لے گی- لیکن جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو آپ کا اس سے اپنے دل میں آنے والے کسی خیال کا اظہار کرنا حماقت کے سوا اور کچھ بھی نہیں-

"تو وہ چلا گیا؟"

"ہاں، وہ جا چکا ہے- دوپہر کے بعد-"

"کیا وہ واقعی گرینکا ہی تھا؟ نہیں، نہیں؟"

بوڑھے نے اس رات مشکل ہی سے پلک جھپکائی- صبح تک وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ شخص گرینکا نہ تھا، صرف گرینکا سے مشابہت رکھتا تھا-

بہت سارے لوگ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں- پھر یہ بھی ہے کہ وہ گرینکا ہوتا تو بتاتا کیوں نا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت زیادہ سنسنی نہ پھیلانا چاہتا ہو؟ جب وہ لڑکا تھا تو ہمیشہ عجیب وغریب حرکتیں کیا کرتا تھا...

"لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ وہ گرینکا ہی رہا ہو؟"
ایک ہفتہ بعد بوڑھے جوڑے کو ایک تار ملا:
"انیسیم کواسوف کے نام-
آپ کے بھائی گریگوری بارہ تاریخ کو رحلت کر گئے- انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو اطلاع کر دی جائے- کواسوف ندان-"

تو وہ شخص واقعی اس کا بھائی ہی تھا-

میں جینا چاہتا ہوں

زمین کی سطح کچھ بلند ہوتی ہے۔
ختوں سے ذرا سا ہٹ کر ایک صاف کی ہوئی جگہ ملتی ہے اور
ں صاف کی ہوئی جگہ میں لٹھوں کا ایک چھوٹا سا گھر نظر آتا
ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔ دراصل یہ ایک شیڈ سا ہوتا
ہے جس کی دیواریں تلے اوپر رکھے ہوئے تیرہ، چودہ لٹھوں کی
ٹائی کے برابر اونچی ہوتی ہیں۔ برساتی کا تو خیر ذکر ہی
ا، بعض اوقات اس پر چھت بھی نہیں ہوتی۔ اس قسم کی
م چلاؤ پناہ‌گاہیں تائیگا* میں زمانے کے آغاز ہی سے تعمیر کی
تی رہی ہیں... ہوتا یہ ہے کہ بہار میں کسی دن کچھ لوگ
انک نمودار ہوتے ہیں اور سیدھے تنے‌والے کچھ صنوبر چھانٹ
کاٹتے اور ان کی چھال اتار دیتے ہیں... پھر خزاں کے
ندائی خوبصورت ایام میں یہ لوگ ہفتہ بھر کے اندر ہی تین
ر کلہاڑوں سے کام کرتے ہوئے لکڑی کے لٹھوں کو درست کرکے
کی دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں۔ قریب ہی کہیں چکنی مٹی
ر پتھر بھی مل جاتے ہیں جن سے چمنی‌دار آتش‌دان بنا دیا
تا ہے اور ایک بڑا سا کھردرا تخت سونے کے لئے۔ چلئے

*سائبیریا کے جنگلات جو زیادہ‌تر صنوبر کے درختوں پر
ہوتے ہیں۔

تعمیر مکمل ہو گئی- ایک ایسی جگہ وجود میں آ گئی جہاں
جب تک آپ کا جی چاہے رہئے!
ایسی کسی پناہ‌گاہ میں سردیوں میں قدم رکھئے تو یہ زیاد
آرام‌دہ نہ معلوم ہوگی- آپ یہاں دیواروں ہی پر نہیں، تما
سوراخوں اور شگافوں پر بھی ہاتھ کی موٹائی جتنی موٹی کہر
کی تہہ اور دھوئیں کی سیلی اور فضا میں بسی ہوئی بو سے
دوچار ہوں‌گے-
لیکن جب آتش‌دان میں آپ کی جلائی ہوئی آگ زور پکڑتی
ہے اور لکڑیاں چٹختی ہیں تو گھر کی فضا دھکتی چکنی مٹی کی
بو کے بھپکوں سے بھر جاتی ہے اور دیواروں سے کہرے کے قطرے
ٹپکنے لگتے ہیں- ہوا اتنی بوجھل ہو جاتی ہے کہ آگ جلانے کے
بعد کچھ اور سوکھی لکڑیاں کاٹنے کے لئے ذرا دیر کے لئے باہر
نکل جانا ہی بہتر ہوتا ہے... تو یوں نصف گھنٹے کے بعد یہ
چھوٹا سا گھر خاصا گرم ہو جاتا ہے اور ہوا زیادہ بوجھل نہیں
رہتی- اب مزے سے کوٹ اتار پھینکئے اور آتش‌دان میں کچھ
لکڑیاں ڈالئے- دیواروں سے اب بھی ذرا ذرا بھاپ نکلتی ہوئی
ہے، آتش‌دان پوری طرح دھکنے لگتا ہے اور ایسے میں انسان کو
امن و سکون کی ایک لطیف کیفیت طاری ہو جاتی ہے- اس
جی چاہتا ہے کہ وہ بہ آواز بلند پکار اٹھے: "اوہ، زندگی کتنی
ہے!" جلد ہی ساری جگہ تقریباً خشک ہو جاتی ہے لیکن لیٹنے
کے تخت کے پڑے اب بھی سرد ہوتے ہیں- اس معاملے میں بھی
پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی- آپ کو زیادہ انتظار نہ کرنا
ہوگا- ان تختوں پر اپنا بھیڑ کی کھال کا کوٹ بچھا دیجئے
سفر میں پیٹھ پر باندھ کر چلنے‌والا سامان کا تھیلا سر کے نیچے
رکھئے، آگ کی طرف پیر پھیلاکر لیٹ جائیے اور دیکھئے کہ کتنے
مزے سے اونگھنے لگتے ہیں- کچھ اتنا آرام ملتا ہے کہ اٹھ کر
آتش‌دان میں کچھ اور لکڑیاں ڈالنے کو بھی جی نہیں چاہتا
مگر بہتر ہوگا کہ آپ مزید لکڑیاں ڈال دیں-
اس وقت تک آتش‌دان کے سلاخ‌دار چوکھٹے میں دہکتے
ہوئے انگاروں کا ڈھیر لگ جاتا ہے اور لکڑی کے ٹکڑے اتنی
جلدی آگ پکڑ لیتے ہیں جتنی جلدی برچ درخت کی چھال

آتش‌دان کے سامنے کٹے ہوئے درخت کا ایک ٹھنٹھ رکھا ہے- جی چاہے تو آپ اس پر بیٹھ کر سگریٹ پیجئے اور خیالوں کی دنیا میں کھو جائیے- ویسے بھی آپ تنہا ہوں تو بہت ساری باتیں سوچ سکتے ہیں- گھر میں اندھیرا ہوتا ہے- صرف آتش‌دان کی روشنی فرش، دیواروں اور چھت پر لرزتی رہتی ہے- خدا جانے کون کون سی یادیں آپ کے ذہن کے پردے پر ابھرتی ہیں! ہو سکتا ہے کہ آپ کو اچانک وہ موقع یاد آ جائے جب آپ کسی لڑکی کو پہلی بار اس کے گھر پہنچانے لے جا رہے تھے- کس طرح اس کے ساتھ ایک لفظ بھی منہ سے نکالے بغیر احمقوں کی طرح چلے جا رہے تھے!.. اور قبل اس کے کہ آپ کچھ اور سوچیں آپ خود کو آتش‌دان کے سامنے بیٹھے جھینپی جھینپی سی ہنسی ہنستے ہوئے پاتے ہیں-

ہر چیز، ہر احساس کتنا لطیف ہوتا ہے!

اب گھر کے اندر کی فضا واقعی گرم ہو چکی ہوتی ہے- یہ وہ وقت ہوتا ہے جب آپ چائے کھولائیں، سبز چائے، ڈلوں کی شکل میں- گھاس کی مہک دیتی ہوئی جو آپ کو موسم‌گرما کی یاد دلاتی ہے-

...تو اسی‌حالت میں بوڑھا نیکیتچ ایک روز شام کے دھندلکے میں ایسے ہی ایک آتش‌دان کے سامنے بیٹھا پائپ پی رہا تھا-

گھر کی فضا گرم تھی لیکن باہر کڑاکے کی سردی تھی- نیکیتچ پر ایک خوشگوار کیفیت طاری تھی- وہ تقریباً بچپن ہی سے تائگا میں منڈلاتا اور شکار کے ذریعے گزر بسر کرتا رہا تھا- عموماً وہ گلہریوں کا شکار کیا کرتا تھا مگر کبھی کبھار سردیوں کا کوئی بھٹکتا ہوا ریچھ بھی اس کی گولی کا نشانہ بن جاتا- ریچھ کا سامنا ہو جانے کے خیال ہی سے وہ ہمیشہ اپنے کوٹ کی بائیں جیب میں موٹے چھرے کے پانچ چھ کارتوس رکھے رہتا تھا- تائیگا سے وہ بے‌پناہ محبت کرتا تھا، خاص طور سے سردیوں میں- سارے ماحول پر ایسی مکمل خاموشی چھائی رہتی تھی کہ بعض اوقات اس کا جی اوب جاتا لیکن جہاں تک تنہائی کا تعلق تھا اس سے وہ کبھی بھی نہیں اوبتا تھا- تنہائی میں اسے ایک

طرح کا آزادی کا احساس ہوتا تھا- وہ اپنی آنکھیں بھینچتا اور چاروں طرف دیکھتا: اس احساس کے ساتھ کہ وہ اور صرف وہ اس عظیم سفید مملکت کا مالک ہے-

...تو وہ بیٹھا پائپ پی رہا تھا-

باہر برف پر اسکیوں کے پھسلنے کی آواز سنائی دی، پھر سناٹا چھا گیا- اسے کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کھڑکی سے اندر جھانکا ہو- ذرا دیر بعد پھر اسکیوں کے پھسلنے اور دروازے کی طرف آنے کی آواز سنائی دی اور کسی نے دو بار دروازہ کھٹکھٹایا- آواز سے پتہ چلتا تھا کہ دروازہ اسکی اسٹک سے کھٹکھٹایا گیا ہے-

"کوئی ہے؟"

آواز کسی نوجوان کی لگتی تھی لیکن سردی اور طویل خاموشی سے بھرائی ہوئی- یہ کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا تھا جو جانتا ہو کہ اپنے آپ سے کس طرح باتیں کی جاتی ہیں-

"یہ کسی شکاری کی بھی آواز نہیں" نیکیتچ نے سوچا- "شکاری ہوتا تو باہر سے پکارتا کیوں، سیدھا اندر داخل ہو جاتا-"

"ہاں، ہے!"

باہروالے آدمی نے اپنی اسکیاں اتاریں اور انہیں دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا- اندر داخل ہونے کا زینہ کچھ چرمرایا اور دروازہ کھلا تو نیکیتچ کو بھاپ‌والی سفید ہوا میں ایک درازقد نوجوان کی صرف جھلک سی دکھائی دی جو روئی‌دار پتلون اور جیکٹ پہنے اور پیٹی باندھے ہوئے تھا- سر پر ایک پرانی فوجی ٹوپی تھی جس سے کان بھی ڈھکے ہوئے تھے-

"تم کون ہو؟"

"ایک آدمی" نیکیتچ نے لکڑی کے ایک ٹکڑے کو جلاکر اسے اپنے سر کے اوپر تک بلند کیا-

ذرا دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے-

"بالکل اکیلے ہو؟"
"ہاں، میں اکیلا ہوں۔"
نوجوان آتش‌دان کے پاس گیا، دستانے اتارکر بغل میں دبائے اور ہاتھ آگ کی طرف بڑھا دئے۔
"باہر قیامت کی سردی پڑ رہی ہے۔"
"ہاں، واقعی سخت سردی پڑ رہی ہے" اور کہیں اب جاکر نیکیتچ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول ہوئی کہ نوجوان کے پاس بندوق نہیں ہے۔ یقیناً وہ شکاری نہیں ہو سکتا۔ شکاریوں جیسا لگتا ہی نہیں۔ نہ چہرے سے، نہ کپڑوں سے۔ "اور مارچ ختم ہوتے ہوتے سردی ابھی اور زیادہ بڑھے گی۔"
"مارچ؟ تمہاری مراد اپریل سے ہے نا؟"
"پرانے کلنڈر کے حساب سے ابھی تو مارچ ہی چل رہا ہے۔ ادھر ہماری طرف ایک مقولہ ہے کہ مارچ آئے تو پیروں میں دوہری گرم پٹی لپیٹی جائے۔ تم نے تو بہت ہلکے کپڑے پہن رکھے ہیں" نیکیتچ نے اس کے پاس بندوق نہ ہونے کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔
"کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ تم یہاں بالکل اکیلے ہو نا؟"
"ہاں بھئی، بالکل اکیلا۔ یہ تو تم پہلے بھی پوچھ چکے ہو۔"
اس پر نوجوان سے کچھ اور کہتے نہ بن پڑا۔
"بیٹھو، میں چائے تیار کرتا ہوں۔"
"پہلے میں خود کو کچھ گرمی پہنچانا چاہوں‌گا..." نہیں، وہ مقامی آدمی نہیں ہے، نیکیتچ نے سوچا۔ اس کا لہجہ مقامی لوگوں کا جیسا کہاں ہے۔ وہ اس نوجوان کے بارے میں کچھ اور جاننے کے لئے بےتاب ہو رہا تھا لیکن وہ جلدی جلدی سوالات نہ کرنے کا برسوں سے عادی تھا اور اس کی یہ عادت اس کے جذبۂ تجسس پر غالب آ گئی۔
نوجوان نے ہاتھ گرم کر لئے۔ پھر اس نے سگریٹ جلائی۔
"تمہارے پاس یہ بڑی عمدہ جگہ ہے۔"
وہ سگریٹ سلگا رہا تھا تو بوڑھے کو اسے زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ زرد خوبصورت چہرہ اور بھاری بھاری

پلکیں- جلدی جلدی سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اس نے منہ کھولا تو سونے کے اگلے دو دانتوں کی چمک نظر آئی- یقیناً اس نے طویل عرصے سے شیو نہیں کیا تھا لیکن داڑھی صاف ستھری اور رخسار کی ہڈیوں پر کچھ گھنگھرالی سی تھی... وہ بہت زیادہ دبلا پتلا نظر آتا تھا... نوجوان نے اپنے اوپر بوڑھے کی نظریں جمی دیکھیں تو اس نے ماچس کی آدھی جلی ہوئی تیلی زمین سے اٹھاکر بوڑھے کو غور سے دیکھا اور پھر تیلی زمین پر پھینک دی- اس کی اس نگاہ نے نیکیتچ کو خاصا متاثر کیا- یہ ایک براہ راست، بےجھجک نگاہ تھی... "سردمہری کی نگاہ- ایک ایسی نگاہ جس پر لڑکیاں جان دیتی ہیں" بوڑھے کے دل میں خیال آیا، حالانکہ یہ لڑکیوں‌والی بات کچھ بےموقع سی تھی-

"بیٹھ جاؤ نا- تم کھڑے کیوں ہو؟"

نوجوان مسکرایا-

"بابا، یہ بات اس طرح نہیں کہی جاتی- لوگ کہتے ہیں: کیا تم بیٹھوگے نہیں؟"

"چلو، یوں ہی سہی- کیا تم بیٹھوگے نہیں؟ فرق کیا پڑا؟"

"بہرحال میں بیٹھتا ہوں- تمہیں کسی کی آمد کی توقع تو نہیں؟"

"نہیں، اس وقت تو نہیں- ویسے کوئی آ بھی گیا تو کافی جگہ ہے" نیکیتچ اپنی جگہ سے کچھ کھسک گیا اور نوجوان نے اس کے پاس لکڑی کے ٹھنٹھ پر بیٹھتے ہوئے دوبارہ اپنے ہاتھ آگ کی طرف پھیلا دئے- یہ کسی محنت‌کش کے ہاتھ نہیں تھے لیکن بہرصورت وہ خاصا طاقتور لگتا تھا- نیکیتچ کو اس کی مسکراہٹ بھی پسند آئی جس میں احساس برتری کا عنصر شامل نہیں تھا- یہ ایک محتاط اور دوستانہ مسکراہٹ تھی- اور پھر وہ سونے کے دانت... واقعی بہت ہی خوبرو نوجوان تھا- نیکیتچ نے سوچا کہ شیو کر لے، سوٹ پہن لے تو صحیح معنوں میں اسکول ٹیچر لگےگا- اسکول ٹیچر دراصل نیکیتچ کی کمزوری تھے-

"تم ہو کیا؟ ماہر ارضیات؟" اس نے دریافت کیا-
"کیا؟"
"ارے، میری مراد ان لوگوں سے ہے جو معدنیات کی تلاش
میں مختلف علاقوں کی جانچ کرتے پھرتے ہیں..."
"اوہ! ہاں، ہاں، میں بھی انہی میں سے ایک ہوں-"
"بندوق کے بغیر تمہارا کام کیسے چلتا ہے؟ یہ تو بڑے
خطرے والی بات ہے-"
"دراصل میں جس ٹیم کے ساتھ تھا اس سے بچھڑ کر پیچھے
رہ گیا" نوجوان نے رک رک کر جواب دیا- "تمہارا گاؤں یہاں
سے بہت دور ہے کیا؟"
"تقریباً سو میل-"
نوجوان نے سر ہلایا، آنکھیں بند کر لیں اور ذرا دیر
بیٹھا گرمی سے لطف اندوز ہوتا رہا- پھر اس نے اپنے
جسم کو جھٹکا اور ایک ٹھنڈی سانس بھری-
"میں بری طرح تھک گیا ہوں-"
"کافی دنوں سے اکیلے ہو کیا؟"
"ہاں، کافی دنوں سے- کچھ پینے کو تو نہ ہوگا؟"
"شاید کہیں کچھ پڑی ہو-"
نوجوان خوشی سے جوش میں آ گیا-
"بہت خوب! یہ سردی تو جیسے میری آنتوں میں پیوست
ہو گئی ہے- کمبخت ایسی ظالم ہے کہ آدمی کو جماکے رکھ دے
اور لوگ اسے اپریل کہتے ہیں-"
نیکیتچ باہر جاکر اپنا سفری پیٹھ تھیلا لے آیا جس میں
سور کی چربی کا ایک بڑا ٹکڑا رکھا ہوا تھا- اس نے چھت
سے لٹکی ہوئی لالٹین روشن کر دی-
"تم لوگوں کو تو کوئی سکھائے کہ تائیگا میں اکیلے کیسے
رہا جاتا ہے... وہ لوگ تو تمہیں بس یونہی یہاں بھیج دیتے
ہیں- تم لوگ تائیگا کے بارے میں آخر جانتے ہی کیا ہو؟ ارے
ابھی گزشتہ سال ہی کی بات ہے، بہار میں برف پگھلنے کے موسم
کے بعد خود مجھے ایک نوجوان ملا تھا- اس کی داڑھی بھی
بڑھی ہوئی تھی- خود کو کمبل میں لپیٹ کے پڑ رہا اور یہی

چیز اس کے خاتمے کا باعث ہوئی" نیکیتچ لیٹنے کے تخت کے
سرے پر چربی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹنے لگا- "لیکن جہاں
تک میرا تعلق ہے، مجھے تائیگا میں اکیلے چھوڑ دیا جائے تو
میں تمام سردیاں اف کئے بغیر اکیلے کاٹ لے جاؤں گا- بس
مجھے کافی تعداد میں کارتوسوں اور ماچس کی ضرورت
ہوگی-"

"اس کے باوجود تم اس گھر کو استعمال کر رہے
ہو-"

"بھئی، جب یہ جگہ میسر ہے تو میں برف پر راتیں کیوں
بسر کروں؟ میں اپنا دشمن تھوڑی ہوں-"

نوجوان نے پیٹی کھول دی- روئی‌دار شلوکا اتار
دیا اور گھر میں ٹہلنے لگا- اس کے شانے کشادہ اور جسم
مضبوط تھا- گھر کے گرم ماحول نے اسے خاصی فرحت
پہنچائی تھی- اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی اور
صاف ظاہر تھا کہ وہ بہت خوش ہے- شاید وہ دل ہی دل میں
اپنی قسمت پر ناز کر رہا ہوگا کہ اسے کچھ گرمی اور ایک
زندہ انسان کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع نصیب ہو گیا تھا
اس نے اب ایک اور سگریٹ جلا لی تھی- اس کی سگریٹوں سے
بڑی عمدہ مہک نکل رہی تھی- نیکیتچ شہری لوگوں سے باتیں
کرنا پسند کرتا تھا- حالانکہ اسے تائیگا میں ان کی بےبسی سے
سخت نفرت تھی- کبھی کبھار وہ معدنیات کی تلاش میں
سرگرداں کسی ٹیم کی رہنمائی کرکے معمولی رقمیں بھی کما
لیا کرتا تھا- ویسے دل ہی دل میں تو اسے ان لوگوں پر ہنسی
آتی تھی مگر ان کی بات‌چیت سن‌کر وہ لطف‌اندوز ہوتا اور
خود بھی خوشی خوشی اس میں حصہ لیتا تھا- وہ جس
دوستانہ انداز سے اسے مخاطب کرتے تھے، جس مہذب طریقے
سے ہنستے تھے اس سے نیکیتچ بہت متاثر ہوتا تھا- لیکن اس
کا خیال تھا کہ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے
انہیں خود اپنی تدابیر اپنانے دیا جائے تو ان کی کامیابی
امکان بس اتنا ہی ہوتا ہے جتنا ایک جھول میں پیدا ہونے‌والے
کتے کے ایسے چھوٹے پلوں کا جن کی آنکھیں بھی نہ کھلی ہوں

ٹیم میں کچھ لڑکیاں بھی شامل ہوتیں تو نیکیتچ کی دلچسپی کچھ اور بڑھ جاتی- لڑکیاں حرف شکایت زبان پر لائے بغیر ساری مشکلات جھیلتی تھیں- ہمیشہ چاہتی تھیں کہ ان کی خاص طور پر کوئی مدد نہ کی جائے اور ہاں، وہ سب ساتھ ساتھ سوتے جیسے کہ یہ کوئی خاص بات ہی نہ ہو کبھی کسی بدمزدگی کی نوبت آتی تھی- مقامی لڑکے لڑکیاں اس طرح ساتھ ہوں تو آئے دن کوئی نہ کوئی قصہ کھڑا ہوتا رہے- ان شہری لڑکیوں کی دراصل بات ہی کچھ اور تھی- اور اس سب کے باوجود وہ اپنے تنگ پتلونوں، چست جمپروں اور مچھروں سے بچنے کے لئے رومال سے لپیٹے ہوئے سروں میں بالکل تصویروں جیسی خوبصورت نظر آتی تھیں- واقعی یہ بےحد ذہین اور خوبصورت ہوتی تھیں مگر لڑکے کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے جیسے یہ کوئی عام بات ہو-

"تم کس کی تلاش میں پھر رہے ہو؟"

"کہاں؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم یہاں کس لئے آئے تھے؟"

نوجوان اپنے ہی آپ آہستہ سے ہنسا-

"اپنی تقدیر کی تلاش میں-"

"تقدیر... تقدیر تو صاحبزادے، کچھ اتنی ہی پھسلنےوالی چیز ہے جتنی کہ بام مچھلی- آدمی سمجھتا ہے کہ اس نے اسے پکڑ لیا مگر یہ سڑاک سے ہاتھ سے نکل جاتی ہے" نیکیتچ اب باتیں کرنے کے موڈ میں آ گیا تھا جیسا کہ عام طور پر اس وقت ہوتا تھا جب شہر کے لوگ اس کی باتیں سننے لگتے تھے، ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی کبھار ان میں سے کوئی شخص اپنی نوٹ‌بک میں کچھ لکھنے لگتا تھا- نیکیتچ اس طرح کی باتوں کا سلسلہ تمام رات جاری رکھ سکتا تھا- اس وقت تک جب تک یہ شہری لوگ اپنے لمبے لمبے کانوں سے اس کی باتیں سنتے رہتے- اس کے گاؤں‌والے تو اسے بوڑھا باتونی کہہ‌کر نظرانداز کر دیا کرتے تھے لیکن یہ شہروالے اس کی باتیں سننا پسند کرتے تھے- واقعی یہ کتنی اچھی چیز تھی- بعض اوقات وہ سوچتا، لعنت ہو مجھ پر، میں بھی کتنی اچھی

گفتگو کرتا ہوں! وہ اتنے ہی دلکش انداز میں قصے کہانیاں بیان کر سکتا تھا جتنے دلکش انداز میں پرانے دنوں کے پادری بیان کیا کرتے تھے- مثال کے طور پر اس کا الفاظ میں جنگل کی تصویر کھینچنے کا انداز- وہ کہتا، جنگل کی بھی ایک روح ہوتی ہے- تمہیں جنگل کو برباد نہ کرنا چاہئے- بےمقصد کلہاڑی لےکر نہ جٹ جانا چاہئے ورنہ یہ سوکھ جائےگا اور یہ سوکھ جائےگا تو تم بھی سوکھ جاؤگے- تمہیں محسوس ہوگا کہ غم و الم نے تمہارے اوپر غلبہ پا لیا ہے- تمہارے اندر کی ہر چیز خشک ہوکر رہ جائےگی اور تمہیں پتہ بھی نہ چلےگا کہ یہ سب کیوں ہوا- "یوں بھی ہوتا ہے کہ شہروں سے کچھ لوگ بندوقیں لےکر آتے اور اندھادھند گولی چلاتے ہیں- انہیں جانوروں کو صرف ہلاک کرنے کی فکر ہوتی ہے: نر اور مادہ کا خیال تک نہیں آتا- جو لوگ اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں ان کے ہاتھ قلم کر دئے جانے چاہئیں- اگر آپ نے کسی ریچھنی کو ہلاک کر دیا جس کے دو چھوٹے بچے بھی ہیں... تو یہ بچے مر جائیں گے اس لئے آپ کو صرف ایک کھال مل سکےگی- اس کے برعکس آپ کچھ دن اور انتظار کرتے تو تین کھالیں ملتیں- جانوروں کو محض حصول مسرت کے لئے ہلاک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا- اور آپ اسے تقدیر کہتے ہیں" نیکیتچ نے بات‌چیت کے موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے کہا-

لیکن نوجوان کچھ سننا نہیں چاہتا تھا- وہ کھڑکی کے پاس گیا، اندھیرے کو گھورتا رہا، پھر اس نے کچھ اس طرح جیسے کہ ابھی ابھی نیند سے بیدار ہوا ہو کہا: "بہرحال بہار جلد ہی آئےگی-"

"ہاں، بہار تو آ کر رہےگی- اس کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں- اچھا تو صاحبزادے، اب بیٹھو- خدا نے ہمیں جو کچھ دیا ہے کھائیں-"

ان لوگوں نے پتیلی میں کچھ برف پگھلائی، اس میں اسپرٹ ملاکر شراب بنائی اور پی گئے- ساتھ میں جمی ہوئی سور کی چربی کے ٹکڑے کھائے- نیکیتچ پر ایک خوشگوار کیفیت طاری

و گئی- اس نے آتش‌دان میں لکڑی کے کچھ ٹکڑے ڈال دئے-
یکن نوجوان خود کو کھڑکی سے نہ ہٹا سکا- شیشے پر جمی
وئی ہلکی تہہ کو اس نے ایک جگہ اپنی سانسوں سے صاف
رکے باہر دیکھنے کی صورت پیدا کر لی تھی اور باہر اندھیرے
و گھورے جا رہا تھا-

"باہر اب تمہیں کسے دیکھنے کی توقع ہے؟" نیکیتچ نے
یرت سے کہا- دراصل وہ باتیں کرنا چاہتا تھا-

"آزادی کو" نوجوان نے جواب دیا- اس نے ایک ٹھنڈی
انس بھری لیکن یہ اداسی کی آئینہ‌دار نہ تھی اور جب اس
ے "ازادی" کہا تھا تو اس کا لہجہ بڑا سخت اور غضبناک
و گیا تھا- آخر وہ کھڑکی سے مڑا-

"بابا، مجھے کچھ اور شراب دو" اس نے اپنی سیاہ سوتی
میض کے کالر کا بٹن کھول دیا، چوڑے بھاری ہاتھ کو
سینے پر مارا، جسم کو ملا اور کہا: "مجھے اس کی
ضرورت ہے-"

"تمہیں کچھ کھانا بھی چاہئے ورنہ خالی پیٹ میں شراب
پہنچ کر تمہیں بےحال کر دے گی-"

"نہیں، نہیں، کچھ بھی نہ ہوگا- کوئی اثر نہ ہوگا" اس
ے اپنا بازو مضبوطی اور پیار کے ساتھ بوڑھے کی گردن میں
ال دیا اور گانے لگا:

"موت کی کوٹھری میں جہاں میں لیٹا ہوا تھا،
جہاں سیلن اور تاریکی تھی،
جہاں دن کی روشنی کا گزر نہ تھا،
سفید بالوں والا ایک بوڑھا آدمی داخل ہوا-"

وہ بڑی محبت کے ساتھ مسکرانے لگا- وفور مسرت سے اس
ی آنکھیں چمکنے لگی تھیں-

"آؤ، شراب پیئیں- بابا، تم بڑے اچھے آدمی ہو!"

"تمہیں تنہائی کا احساس بہت پریشان کرتا رہا ہے؟"
یکیتچ نے پوچھا- وہ اس لڑکے کو جتنا زیادہ دیکھ رہا تھا اتنا

ھی زیادہ پسند کرتا جا رھا تھا- کتنا نوجوان، کتنا طاقتور ا
کتنا خوبصورت! اور بہت ممکن تھا کہ بےچارہ کہیں بھٹک
جان گنوا بیٹھتا- "ارے صاحبزادے، اس طرح تو تم اپنی ج
تک سے ھاتھ دھو سکتے ھو- جانتے ھو تائیگا میں بندوق
بغیر چلنا کتنی واھیات بات ھے-"

"بابا، ھمیں کچھ بھی نہ ھوگا- ھم زندہ رھیں گے!"

اس بار پھر وہ بڑے سخت لہجے میں بولا اور لمحہ ب
کے لئے اس کی آنکھوں سے کہیں دور کھوئے ھونے کا تا
نمایاں ھو گیا- نگاہ میں پھر وھی سردمہری کا انداز پیدا
گیا تھا... اور یہ کہنا مشکل تھا کہ اس کے ذھن میں اچان
کس خیال نے کروٹ لی ھے- ایسا لگتا تھا جیسے اسے کو
بات یاد آ گئی ھو- کوئی ایسی بات جسے وہ یاد نہیں کر
چاھتا تھا- نوجوان نے گلاس اٹھایا اور اسے ھونٹوں سے لگا
ایک ھی بار میں خالی کر دیا- اطمینان سے ڈکار لی، سر ھلا
اور چربی کا ٹکڑا چبانے لگا- پھر اس نے ایک اور سگری
سلگائی اور کھڑا ھو گیا- چپ‌چاپ بیٹھنا تو جیسے اس کے ل
ممکن ھی نہیں تھا- وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ھوا لکڑی کے گ
میں چلنے لگا، پھر وسط میں کھڑا ھو گیا- کولھے پر ھاتھ مار
اور ایک بار پھر خلا میں گھورنے لگا- ایک بار پھر اس ک
آنکھوں سے کہیں بہت دور کھوئے ھونے کا تاثر نمایا
ھو گیا-

"بابا، میں جینا چاھتا ھوں-"

"کون نہیں چاھتا- تمہارا خیال ھے، میں جینا نہیں چاھتا
حالانکہ میں جلد ھی..."

"میں زندہ رھنا چاھتا ھوں!" خوبصورت، درازقامت لڑ
نے اپنی بات بڑے پرمسرت جوشیلےپن سے دوھرائی- وہ بوڑھ
کی باتیں جیسے سن ھی نہیں رھا تھا- "تم نہیں جانتے
زندگی کسے کہتے ھیں- یہ... یہ ایک محبوبہ ھے- ھاں، ھار
زندگی ایک محبوبہ ھے!"

شراب نیکیتچ پر اثر کر چکی تھی اور وہ منہ بناتے ھوا
ھنسا-

"تم تو زندگی کی بات کچھ اس طرح کرتے ہو جیسے وہ
ئی عورت ہو-"
"عورتیں گھٹیا اور نکمی ہوتی ہیں-" ایسا لگتا تھا کہ
جوان پر ایک طرح کی وحشیانہ مسرت پوری طرح حاوی ہو
ی ہے- وہ بوڑھے کی فکر کئے بغیر باتیں کئے جا رہا تھا اور
نیکیتچ کا جی چاہا کہ وہ اس کی باتیں سنتا رہے- دراصل
جوان کی بےپناہ قوت اس پر بھی اثرانداز ہونے لگی تھی-
"ہاں، عورتیں بےشک ایسی ہوتی ہیں... لیکن ان کے بغیر
دگی اتنی..."
"میں اپنی اس محبوبہ کو حاصل کرکے دم لوں گا"
جوان کچھ آگے بڑھا اور اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں-
یں اپنی محبوبہ کو گلے سے پکڑ لوں گا... میری پیاری، کیا
ہیں میں یاد نہیں رہا- کولیا جو پروفیسر تھا؟ تم نے مجھے
اموش کر دیا نا؟" ایسا لگتا تھا کہ نوجوان کسی عورت کے
ے میں باتیں کر رہا تھا اور اسے حیرت تھی کہ اس نے اسے
ل دیا ہے- "ہاں، ہاں، کولیا ہی اس کا نام تھا... لیکن کولیا
ہیں نہیں بھول سکا-" ایسا لگتا تھا کہ وہ یا تو کسی بات پر
حد خوش ہے یا پھر کسی غضبناک انتقام کا منصوبہ بنا رہا
-"میں حاضر ہوں- مادام، ادھر تشریف لائیے- ہم لوگ ذرا
مزے میں باتیں کریں گے- نہیں، نہیں، میں آپ کو کوئی
یف نہ پہنچاؤں گا- لیکن آپ مجھے سب کچھ عطا کریں گی،
ب کچھ! کیونکہ میں جو چاہتا ہوں حاصل کرکے دم
ں گا! .."
"واقعی کیا کسی عورت نے تم کو اتنا برہم کر دیا ہے؟"
یتچ نے حیرت کے ساتھ پوچھا-
نوجوان نے سر ہلایا-
"اس عورت کا نام آزادی ہے- بابا، تم اس کو نہیں جانتے-
جانور ہو- تمہیں یہاں رہنا پسند ہے- لیکن بڑے شہر کی
شنیوں، ان کی کشش اور آب‌وتاب کی تمہیں خبر نہیں-
اں سارے کے سارے لوگ کتنے عمدہ ہوتے ہیں- سارا ماحول
م اور لطیف ہوتا ہے اور دل لبھانےوالی موسیقی کا سلسلہ

جاری رہتا ہے- وہ لوگ بڑے مہذب ہوتے ہیں اور موت
بہت ڈرتے ہیں- اور جب میں شہر میں ہوتا ہوں تو سا
شہر میرا ہوتا ہے، پھر آخر کیا سبب ہے کہ وہ لوگ تو وہ
ہیں اور میں یہاں- میری بات سمجھ رہے ہو؟"

"لیکن تم یہاں ہمیشہ کے لئے تو نہیں آئے ہو..."

"تم نہیں سمجھتے" نوجوان اب سنجیدہ ہو گیا تھا او
اس کے لہجے میں بڑی سختی آ گئی تھی- "مجھے وہاں ہو
چاہئے کیونکہ میں کسی سے خائف نہیں ہوں- میں موت س
نہیں ڈرتا اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ زندگی میرے لئے ہے-

نیکیتچ نے سر ہلایا-

"میری تو خاک سمجھ میں نہیں آتا- آخر تم کہنا ک
چاہتے ہو؟"

نوجوان لیٹنے کے تخت تک گیا اور دونوں گلاس شرا
سے بھرے- اچانک وہ بےحد تھکا ہوا نظر آنے لگا-

"بابا، دراصل میں جیل سے بھاگا ہوا ہوں" اس نے بےدا
سے کہا- "خیر آؤ، شراب پیئیں- کیا تم یہ جام میرے فر
ہونے کے نام پر پیوگے؟"

نیکیتچ نے بالکل رسمی طور پر گلاس ٹکرائے- نوجوان
شراب حلق میں انڈیل کر بوڑھے کی طرف دیکھا... نیکیت
پہلے کی طرح اب بھی گلاس ہاتھ میں لئے نوجوان کو گھو
رہا تھا-

"کیا ہوا؟"

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہا ہوں-"

"پیو!" نوجوان نے تحکمانہ لہجے میں کہا- اس نے ای
اور سگریٹ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا پیکٹ خالی ہو چ
تھا- "لاؤ، مجھے اپنی ایک سگریٹ دو-"

"میری تو پتی کی تمباکو ہے-"

"کوئی بات نہیں-"

دونوں نے سگریٹیں جلائیں اور نوجوان آتش‌دان کے سامن
آگ سے کچھ اور قریب ہوکر بیٹھ گیا-

دونوں دیر تک خاموش رہے-

"تم گرفتار کر لئے جاؤگے، یہ بالکل یقینی بات ہے" نیکیتچ
ے کہا- اسے نوجوان کے معاملے میں دراصل کوئی خاص
فسوس نہ تھا لیکن اچانک اس کے ذہن میں ایسے درازقامت،
ذوبصورت نوجوان کے پکڑکر سنتریوں کی نگرانی میں لے جائے
جانے کی ایک تصویر ابھر آئی- اسے دکھ تھا تو لڑکے کی جوانی
ا، اس کی قوت کا، اس کے دلکش چہرے کا- اس نے سوچا
ہ اسے جیل میں بند کر دیا جائےگا اور یہ ساری چیزیں ضائع
و جائیں گی- جہاں اسے جانا تھا وہاں اچھی شکل و صورت کی
وئی اہمیت نہ تھی- "تمہیں یہ نہ کرنا چاہئے تھا" اس نے
سنجیدگی سے کہا-

"کیا نہ کرنا چاہئے تھا؟"

"فرار ہونے کی کوشش- اب زمانہ پہلے کی بہ‌نسبت بہت
دل چکا ہے- تم پکڑ لئے جاؤگے-"

نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا- وہ کھویا کھویا ہوا سا
یٹھا آگ کو گھورتا رہا-کچھ دیر بعد وہ آگے کی طرف جھکا
ور لکڑی کا ایک ٹکڑا آتش‌دان میں ڈال دیا-

"تمہیں ٹھہرکر مشکلات کو جھیلنا چاہئے تھا... فرار کوئی
چھی بات تو نہیں-"

"چپ بھی رہو!" نوجوان نے اچانک کہا- وہ حیرت‌انگیز
طور پر سنجیدہ نظر آنے لگا تھا-

"میں بھی تو آخر کچھ سوچ بوجھ رکھتا ہوں-"

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو" نیکیتچ نے اتفاق رائے کیا-
"کیا تمہیں بہت دور تک جانا ہے؟"

"تم ذرا دیر چپ کیوں نہیں رہتے!"

نیکیتچ نے نوجوان کے سر کے پچھلے حصے کو گھورتے
ہوئے دل ہی دل میں سوچا کہ اس کے بھی ماں باپ
ہوں گے- انہیں جاکر یہ شاندار خبر سنائےگا کتیا کا بچہ
کہیں کا!

تقریباً ۵ منٹ تک دونوں خاموش رہے- بوڑھے نے پائپ
کی راکھ جھاڑی اور اسے دوبارہ بھرا- نوجوان آگ کو
گھورتا رہا-

"تمہارا گاؤں علاقے کا مرکز ہے کیا؟" اس نے سر موڑے بغیر پوچھا-

"اس کا کیا سوال! علاقے کا مرکز تو ہمارے گاؤں سے تقریباً ساٹھ میل اور آگے ہے- تم اتنا فاصلہ طے ہی نہ کر سکوگے- سردیوں میں تائیگا سے گزرتے ہوئے یہ تمہارا راستہ..."

"میں تمہارے ساتھ تین چار دن رہوں گا اور آگے جانے کے لئے اپنے اندر کچھ قوت پیدا کروں گا..." اس نے بوڑھے کو اجازت نہیں طلب کی، صرف اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا-

"ٹھہرنا چاہو تو ضرور ٹھہرو- مجھے کوئی اعتراض نہیں- غالباً تمہیں آگے بہت دور تک جانا ہے- تم وہاں ٹھہرکر مشکلات کا سامنا نہیں کر سکے نا؟"

"ہاں، بہت دور تک جانا ہے-"

"مگر تمہیں سزا کس جرم میں ہوئی تھی؟"

"بابا، کبھی بھی کسی سے یہ سوال نہ پوچھا کرو-"

نیکیتچ نے پائپ کا کش لیا جس کا دھواں حلق میں الجھ گیا تو وہ کھانسنے لگا- پھر اس نے کھانسی کے درمیان ہی کہا:

"مجھے اس معاملے میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت!.. ویسے مجھے افسوس ہے... تم بہرحال گرفتار کر لئے جاؤگے-"

"کون جانے ہو سکتا ہے کہ میں خوش‌قسمت ثابت ہوں- مجھے آسانی سے تھوڑی گرفتار کیا جا سکتا ہے- اچھا تو اب کچھ دیر سو لیں-"

"تم لیٹ جاؤ- میں کچھ دیر یہیں بیٹھا رہوں گا تاکہ لکڑیاں جل جائیں اور میں چمنی بند کر دوں ورنہ ہم لوگ صبح تک جم‌کر رہ جائیں گے-"

اجنبی نے ایک تختے پر اپنا اونی شلوکا پھیلا دیا اور سر کے نیچے رکھنے کے لئے کسی چیز کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگا- اس دوران اسے نیکیتچ کی بندوق نظر پڑی جو دیوار پر لٹکی ہوئی تھی- وہ بندوق کے پاس گیا، اتارکر اسے دیکھا بھالا اور دیوار پر لٹکا دیا-

"پرانی ہے-"

7 — 1732

"کوئی بات نہیں- ابھی اور کچھ دن میرے کام آئے گی- .یکھو وہ، وہاں کونے میں ایک نمدہ رکھا ھے، اسے اپنے نیچے چھا لو اور اونی شلوکا سر کے نیچے رکھ لو- ھاں، پاؤں آتش‌دان کے قریب ھی رکھنا- صبح تک بےحد سردی پڑے گی-"

نوجوان نے نمدہ بچھایا اور زور سے ٹھنڈی سانس بھرتے ئوئے لیٹ گیا-

"چھوٹا تاشقند" اس نے جانے کیوں کہا- "بابا، تم مجھ سے خوف‌زدہ تو نہیں ھو؟"

"تم سے خوف‌زدہ؟" بوڑھے کی آواز سے حیرت ٹپکتی ھی- "میں آخر تم سے کیوں خوف‌زدہ ھوں؟"

"بھئی، میں... میں تو قید میں رہ چکا ھوں- ممکن ھے یں نے کسی کا قتل کرکے جیل کاٹا ھو-"

"قتل کے لئے انسان نہیں، خدا تمہیں سزا دےگا- انسانوں ے تم فرار کر سکتے ھو، خدا سے فرار نہیں کر سکتے-"

"تم مذھب پر یقین رکھتے ھو؟ میرا تو خیال ھے کہ تم ٹر عیسائی عقیدے کے آدمی ھو-"

"کٹر عیسائی عقیدہ رکھنےوالا! کیا اس طرح کا آدمی ہارے ساتھ وادکا پینا پسند کرتا؟"

"یہ تو ٹھیک کہتے ھو مگر خدا کی بات کرکے میرا دماغ ، چاٹو- مجھے بدحواس نہ کرو- مجھے اس سے سخت الجھن وتی ھے" نوجوان رواروی میں ایک طرح کی بےجان سی آواز یں باتیں کرنے لگا تھا- "تمہارے مسیح سے کبھی میری لاقات ھوتی تو میں فوراً ھی ان کے جسم میں چاقو اتار تا-"

"وہ کیوں؟"

"کیوں؟.. اس لئے کہ وہ دیویوں دیوتاؤں کے قصے بیان تے تھے- اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے- دنیا میں کوئی کسی دوسرے سے رحمدلی کا برتاؤ نہیں کرتا اور تمہارے لے بھالے مسیح نے لوگوں کو منکسر اور نرم‌مزاج ھونے کی لیم دی- شیطان کہیں کے!" نوجوان کی آواز کا لہجہ ایک پھر سخت اور جارحانہ ھو چلا تھا لیکن اس میں پہلے کی

جیسی غضبناکی نہ تھی- "آخر اس دنیا میں رحمدل ہے کون؟! کیا میں رحمدل ہوں؟ کیا تم رحمدل ہو؟"

"میں نے کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا...'

"تم جانوروں کو ہلاک کرتے ہو- کرتے ہو کہ نہیں، کیا یہ بات مسیح نے سکھائی تھی؟"

"دونوں کا کوئی مقابلہ نہیں- انسان ویسا نہیں ہوتا جیسا جانور ہوتا ہے-"

"یہ زندہ ہوتا ہے- ہوتا ہے کہ نہیں- تم لوگ ہمیشہ اسی طرح کی بکواس کیا کرتے ہو کمینے کہیں کے!"

نیکیتچ نوجوان کا چہرہ نہ دیکھ سکا لیکن اس کے ذہن میں جو تصویر ابھری وہ ایک زرد اور داڑھی‌والے چہرے کی تھی- لکڑی کے لٹھوں کے چھوٹے گھر کی گرم خاموشی میں مایوس‌کن حد تک بدقسمتی کے شکار، اتنے پیارے چہرے‌والے نوجوان کی غصے سے بھری ہوئی آواز بڑی وحشیانہ اور مہمل معلوم ہو رہی تھی-

"تم آخر مجھے کس بات پر لتھاڑ رہے ہو؟"

"تم لوگ جو مسیح کی طرح رینگتے پھرتے ہو، جھوٹ منہ بولو! لوگوں کو فریب نہ دو! تم کو صبر کرنا سکھایا گیا تھا تو صبر سے کام لو! لیکن جانتے ہو اصلیت میں تم لوگ ہو کیا! ابھی عبادت ختم بھی نہیں کر پاتے کہ کسی عورت سے ہم‌بستری کے لئے پتلون اتارنے لگتے ہو- گندے سور کہیں کے! میں عہد حاضر کے لئے ایک نیا مسیح "ایجاد" کروں‌گا جو جانتا ہے کہ لوگوں کے جبڑے کیسے توڑے جاتے ہیں- جھوٹ بولوگے اچھی بات ہے، بولو اور یہ رہی تمہاری سزا: جاؤ، پیٹ کے بل رینگتے پھرو!"

"گالیاں مت بکو!" نیکیتچ نے سختی سے کہا- "تم کو نیک‌دلی کے ساتھ اندر آنے دیا تھا اور اب تم میرے اوپر غرا رہے ہو- بڑے برہم نظر آتے ہو کیونکہ جیل میں بند کر دئے گئے تھے نا! ظاہر ہے کہ بلاسبب تھوڑی جیل میں بند کئے گئے ہوگے- تو پھر الزام کس کے سر عاید ہوتا ہے؟!"

"اوہ!" نوجوان نے دانت کٹکٹائے لیکن کچھ کہا نہیں

"نہ میں پادری ہوں اور نہ ہی یہ گرجا گھر ہے کہ تم اپنی
فرت اور غصے کا مظاہرہ کرو- یہ تائیگا ہے جہاں ہر شخص
و برابر کا درجہ حاصل ہوتا ہے- اس بات کو ہمیشہ ذہن میں
کھنا! ورنہ تم اپنی بیش‌بہا آزادی سے کبھی بھی ہمکنار نہ ہو
سکوگے- آزادی ملنے سے پہلے تمہاری گردن ٹوٹ چکی ہوگی-
ہ ایک کہاوت ہے نا کہ بھیڑوں کے مقابلے میں شیر اور شیروں
ے مقابلے میں بھیڑ- تو تمہاری بھی یہی حالت ہے- لیکن ایک
ہ ایک دن تمہیں اپنے برابروالے کا سامنا کرنا ہوگا اور اگر
م نے بلاوجہ اس کی توہین کی تو وہ تمہیں آزادی کے اس چکر
ا مزہ چکھا دےگا-"

"بابا، غصہ نہ کرو" نوجوان نے خوشامدانہ انداز میں
ہا- "مجھے اس بات سے سخت نفرت ہے کہ کوئی مجھے
صیحتیں کرے- ایسے مواقع پر میرا خون کھولنے لگتا ہے-
ند و نصائح کرنےوالے آدمی کی ناک کے سامنے کیچوؤں کا ایک
چھا لٹکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں، دیکھو تو کتنے اچھے ہیں-
یز یہ کہ زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہی ہے- مجھے اس سے
فرت ہے!" اس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا- "میں اس طرح
ی زندگی بسر نہ کروں‌گا- یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں- ان کی
اتوں سے موت کی بدبو نکلتی ہے- ہم سب کو نہلائی دھلائی
صاف ستھری لاش سے ہمدردی ہو سکتی ہے لیکن زندہ لوگوں
سے ان کی تمام گندگی کے ساتھ ذرا محبت کرنے کی کوشش
رکے تو دیکھو- زمین پر کوئی فرشتہ نہیں رہتا- کم‌ازکم میں
ے کوئی فرشتہ نہیں دیکھا تو پھر آخر فرشتے "ایجاد" کیوں
ئے جائیں؟" نوجوان نے کہنیوں پر خود کو کچھ اوپر اٹھایا-
اریک گوشے میں اس کا چہرہ ایک سفید دھبے کی طرح نظر
تا تھا جس سے اس کی آنکھیں بڑی غضبناکی کے ساتھ چمک
ہی تھیں-

"تمہارا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوگا تو خود تمہاری سمجھ میں
جائےگا کہ دنیا میں اچھے لوگ سرے سے مفقود ہی ہوتے تو یہ
اری زندگی اب سے بہت پہلے ہی ختم ہو چکی ہوتی- ہم ایک
وسرے کو مارکے کھا گئے ہوتے یا اپنے آپ کو کاٹ کر رکھ دیا

ہوتا- مجھے یہ بات کسی مسیح نے نہیں سکھائی- یہ خود میرا
یقین اور عقیدہ ہے- جہاں تک فرشتوں کا سوال ہے تو اس
معاملے میں تمہاری رائے درست ہے- میں برا آدمی نہیں ہوں-
کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں برا یا سنگدل آدمی ہوں-
لیکن جب میں جوان تھا... پہاڑی کی دوسری جانب کٹر
عیسائیوں کا ایک گرجا گھر ہوا کرتا تھا- وہاں ایک خاندان
رہتا تھا: ایک بوڑھا، اس کی بیوی اور ان کی بیٹی جو تقریباً
۲۵ سال کی رہی ہوگی- ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اس وقت
زیادہ بوڑھے نہ رہے ہوں مگر ان دنوں مجھے وہ خاصے بوڑھے
لگتے تھے- بعد میں وہ لوگ وہاں سے چلے گئے... ہاں تو جیسا
کہ میں کہہ رہا تھا، ان کے ایک بیٹی تھی- یہ پورا خاندان
بہت نیک‌دل اور پارسا تھا- اسی وجہ سے یہ لوگ گناہوں سے
الگ تھلگ رہنے کے لئے دنیا سے کنارہ‌کشی اختیار کرکے وہاں
بس گئے تھے- ایک دن میں ان کی بیٹی کو برچ کے ایک باغ
میں جانے کی ترغیب دینے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں تم سمجھ
سکتے ہو کہ میں نے اس کے ساتھ کیا کیا- بڑی پیاری لڑکی
تھی- درازقامت اور توانا- اس سارے چکر کے نتیجے میں
اس کے ایک بچہ پیدا ہوا- اور میں ایک شادی شدہ
آدمی تھا-"

"اور تم کہتے ہو کہ تم نے کبھی کسی کو کوئی نقصان
نہیں پہنچایا؟"

"ہاں تو میرے کہنے کا مطلب یہی ہے کہ میں بھی فرشتہ
نہیں ہوں- خیال رہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی زبردستی
نہیں کی، جو کچھ بھی ہوا بہت محبت اور پیار کے ساتھ ہوا
مگر پھر بھی... میں نے... ایک بچے کو دنیا میں جنم لینے دیا-
میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو سخت اذیت ہوتی ہے-
اب تو وہ خاصا بڑا لڑکا ہوگا اور مجھ پر لعنت بھیج
رہا ہوگا-"

"تم نے کسی کو ہلاک نہیں کیا- تم نے تو زندگی دی- ہو
سکتا ہے کہ تم اس لڑکی کی نجات کا باعث بنے ہو، شاید اس
واقعے کے بعد اس نے اپنے خاندان سے علاحدگی اختیار کر لی

ہو- بہت ممکن تھا کہ وہ لوگ گھٹنے ٹیکنے اور عبادت کرنے کے
مسلسل عمل سے اس لڑکی کو پاگل بنا دیتے اور وہ خودکشی
کر لیتی- اسے کبھی بھی نہ معلوم ہوتا کہ مرد سے ہم‌بستری
کیا چیز ہوتی ہے- تم نے تو نیک کام کیا- اس میں افسوس کی
کیا بات ہے؟"

"نیک یا بد جو کچھ بھی ہوا، ہوا یہی- بےشک اس میں
نیکی زیادہ نہ تھی-"

"بوتل میں کچھ اور بچی ہے؟"

"پانی ملی اسپرٹ؟ چند قطرے بچے ہوں‌گے- تم پی لو-
مجھے اب نہیں چاہئے-"

نوجوان نے شراب پی‌کر ایک بار پھر اطمینان سے گہری
سانس لی-لیکن کچھ کھایا نہیں-

"تم بہت زیادہ پیتے ہو کیا؟"

"نہیں، یہ تو صرف اس لئے پی کہ مجھے بےحد سردی لگ
رہی تھی- بابا، شراب‌نوشی کا یہ طریقہ تھوڑی ہے- اس کے لئے
تو مناسب فضا چاہئے- موسیقی... اچھی سگریٹیں، شیمپین...
عورتیں... ہر چیز لطیف اور تہذیب‌یافتہ-" نوجوان پر پھر
محویت کا عالم طاری ہو گیا اور وہ اپنے ہاتھ سر کے پیچھے
کرکے کچھ پیچھے کی طرف جھک گیا- "میں طوائف سے نفرت
کرتا ہوں- اس کے پاس جانے کا مطلب کسی سورخانے میں جانا
ہے- لیکن زندگی البتہ خوبصورت ہو سکتی ہے- میں اگر رات
میں سات بار موت سے کھیلتا ہوں، میری بات سمجھ رہے ہو
نا؟ اگر میں اس کے دبلے ہاتھ کو اپنے شانے پر محسوس کرتا
ہوں، اس کے سرد ہونٹوں کو اپنی پیشانی کا بوسہ لینے کی
کوشش کرتے ہوئے محسوس کرتا ہوں تو یہ سب مجھے پریشان
اور نڈھال کر دیتا ہے- لیکن اس کے بعد میں آرام کرتا ہوں-
میں زندگی سے اتنی زیادہ محبت کرتا ہوں، زندگی سے اتنا
زیادہ لطف‌اندوز ہوتا ہوں کہ تمام سرکاری وکلا مجموعی طور
پر بھی نہیں ہوتے- تم خطرے کی بات کرتے ہو- ہاں، بےشک
یہ خطرناک بات ہے- لیکن میں اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ
میرا کلیجہ منھ کو آ جائے یا یہ بھیڑ کی دم کی طرح کانپنے

لگے، میں سیدھا اندر جاتا ہوں اور نہ ٹھوکر کھاتا ہوں، نہ
واپس لوٹتا ہوں۔"

"اس سے پہلے تم کام کیا کرتے تھے؟" نیکیتچ نے پوچھا۔

"میں ایک سپلائی ایجنٹ تھا۔ دوسرے ملکوں سے ثقافتی
تعلقات کے سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ ویسے میں ایک خاص
ذی‌علم آدمی تھا اور لیکچر دیا کرتا تھا، مختلف موضوعات پر
مثلاً "کولو ریڈو بیٹل کیا ہے اور اس کے خلاف کیسے جدوجہد
کی جائے..." نوجوان خاموش ہو گیا اور دو ایک منٹ کے بعد
اس کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اچھا، بہت ہو
چکا بابا! اب میں سونے جا رہا ہوں۔"

"مزے سے سو جاؤ۔"

نیکیتچ نے ایک چھوٹی سلاخ سے آتش‌دان کی آگ کھودی
پائپ بھرا اور اس نوجوان کے بارے میں سوچنے لگا: "تو یہ
ہے زندگی۔ اس نوجوان کے پاس اچھی شکل و صورت، صحت
اور اچھی خاصی ذہانت سب کچھ تو ہے مگر اس سب نے اسے
آخر پہنچایا کہاں؟ صاف ظاہر ہے کہ جنگل کے راستے بھاگ
کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ دراصل شہری زندگی ان سب کو خبط
بنا دیتی ہے۔ شہروں میں ایک لحاظ سے سب کے ذہنوں میں
کچھ نہ کچھ فتور پایا جاتا ہے۔ خود نیکیتچ کے تین پوتے ایک
بڑے شہر میں رہتے تھے۔ دو تو پڑھ رہے تھے اور ایک برسر
روزگار اور شادی‌شدہ تھا۔ وہ تینوں اس نوجوان کی طرح
شیخی تو نہیں بگھارتے تھے مگر ان پر بھی شہری زندگی کی
گرفت خاصی مضبوط تھی۔ گرمیوں میں وہ آتے تو ان کا جی
اوب جاتا۔ نیکیتچ انہیں بندوقیں فراہم کر دیا کرتا تھا، تائید
میں ان کی رہنمائی کیا کرتا تھا اور توقع کرتا تھا کہ وہ
خوش‌وخرم ہو جائیں گے، تعلیم کی الجھنوں کو کچھ دنوں کے
لئے بھول کر تازہ دم ہو جائیں گے۔ وہ سب جھوٹ موٹ میں یہ
تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ لطف‌اندوز ہو رہے ہیں اور
نیکیتچ کو خفت محسوس ہوتی تھی کیونکہ اپنے پوتوں کو
خوش کرنے کا اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسے کچھ
ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اپنے پوتوں کو فریب دے

دیا ہو- وہ صرف شہر ہی کے بارے میں سوچتے رہتے تھے اور
تخت پر لیٹا ہوا یہ نوجوان بھی شہر پہنچنے کے لئے پاگل ہو
رہا ہے- وہ جن حالات کا شکار ہے ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ
گھنے جنگل میں چھپنے کی کوئی جگہ بنا لیتا اور اگر جیل کی
زندگی اتنی ہی زیادہ ناقابل برداشت ہے تو تقریباً پانچ سال
تک جنگل میں روپوش رہتا- لیکن وہ تو سیدھا اس جگہ کو
جا رہا ہے جہاں قدم قدم پر اس کے گرفتار کر لئے جانے کا
امکان ہے- وہ اس بات کو جانتا ہے، پھر بھی جا رہا ہے- آخر
ان لوگوں پر شہروں نے ایسا کیا جادو کر رکھا ہے؟ بےشک
میں بوڑھا آدمی ہوں اور زندگی میں صرف تین بار شہر گیا
ہوں... ہو سکتا ہے کہ میں سمجھ نہ پا رہا ہوں- ہاں، شہروں
میں تفریح کی بےشمار ذرائع اور چکاچوند کرنےوالی روشنیاں
ضرور ہیں- لیکن محض اس بنا پر کہ میں سمجھ نہیں پا رہا
ہوں کہ یہ سب کاہے کے لئے ہے- میں اس طرح کی زندگی کا
خاتمہ بھی نہ چاہوں گا- کوئی شہر میں رہنا چاہتا ہے تو رہے-
جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے تو یہی جگہ پسند ہے- لیکن
شہر کے لوگ تو یہاں پہنچتے ہی کہنے لگتے ہیں کہ یہ بڑی
تکلیف‌دہ جگہ ہے اور اس سے آدمی کا جی اوب جاتا ہے- یہ
لوگ آخر اس جگہ کو زیادہ قریب سے کیوں نہیں دیکھتے؟ یہاں
پہنچتے ہی کچھ دیکھے بغیر ہی اپنے شہر کے بارے میں ڈینگ
مارنے لگتے ہیں- انہیں سوچنا چاہئے کہ مثال کے طور پر کوئی
چیونٹی یا چھچوندر یا کوئی دوسرا جانور کس طرح زندگی
بسر کرتا ہے... کچھ نہیں تو محض دلچسپی کے لئے ہی ایک
نگاہ ڈالیں اور تب اپنے آپ سے سوال کریں کہ وہ زندگی کے
بارے میں کتنی جانکاری رکھتے ہیں- یہ لوگ بڑے شہر کے
بارے میں رنگین داستانیں سنانا چاہتے ہیں... لیکن میں جو
کچھ جانتا ہوں انہیں بتاؤں تو کیسا رہے؟ مشکل یہ ہے کہ
لوگ میری سنتے کہاں ہیں- سنیں گے تو محض انہی لوگوں کی
بات سنیں گے جو شہر کے رہنےوالے ہیں- دیکھیں گے تو بس
انہیں کی طرف دیکھیں گے- شہر میں جس طرح لوگ چمکدار
جوتے پہنے ہوئے فٹ‌پاتھوں پر اترا اترا کر چلتے ہیں اس

سے مجھ پر تو خاک اثر نہیں پڑتا- اب اس نوجوان ھی کو
مثال لے لو- یہ بھی شہر میں خوب اکڑ اکڑ کر اترا اترا کر
گھومتا پھرتا رہا ھوگا اور ھوا کیا؟ اسے اس خوبصورت زندگی
کے بدلے میں تقریباً ۱۵ سال کی سزا ملی- میرا خیال ھے کہ
اس نے کسی دکان کا قفل توڑا ھوگا- اس نے بڑی آزادی
اور خواھشات کی تکمیل کی ھوگی اور نتیجہ کیا ھوا؟ اڑا اڑا
دھم، زور سے زمین پر آ گرا- اور اب پھر اسی طرح کی زندگی
کے لئے تڑپ رھا ھے- وہ شہر کے بغیر زندہ ھی نہیں رہ سکتا-
سیدھا کسی دکان یا ایسی ھی کسی جگہ کو جائےگا-
شیمپین... مگر اسے شیمپین ملےگی کیسے؟ ھونہہ، یہ لوگ
بھی کتنے احمق ھیں... شہر ان سب کو کھا جائےگا- ھڈیوں
تک کا کہیں پتہ نہ چلےگا- مجھے ان کی حماقت پر ترس آتا
ھے- مگر میں کر ھی کیا سکتا ھوں اور پھر یہ بھی ھے
کہ اس معاملے میں ان سے کوئی بحث بھی تو نہیں کی جا
سکتی-"

لکڑی کے ٹکڑے جل چکے تھے- نیکیتچ انتظار کرتا رھا کہ
آخری چنگاری بھی راکھ میں دم توڑ دے- اس کے بعد اس نے
چمنی بند کی- لالٹین بجھائی اور نوجوان کے بغل میں آ لیٹا
جو سوتے میں زور زور سے سانسیں لے رھا تھا اور جس کا
بازو بغل کے نیچے بری طرح دبا ھوا تھا- نیکیتچ نے اس کا بازو
کھینچ کر زیادہ آرامدہ حالت میں کر دیا مگر وہ اتنا بےسدھ
پڑا تھا کہ اس نے جنبش تک نہ کی-

"کہو میرے بننےٹھننےوالے نوجوان، تھک کر چور ھو گئے
نا؟" نیکیتچ بڑبڑایا- "لیکن اس میں خطا کس کی ھے؟ کاش
تم اپنے آپ کو اس حالت میں پڑا ھوا دیکھ سکتے-"

...نصف شب کے کچھ بعد گھر کے باھر کچھ آوازیں سنائی
دیں- دو تین افراد آپس میں باتیں کر رھے تھے- نوجوان فوراً
بڑی تیزی سے اٹھکر بیٹھ گیا جیسے کہ وہ سرے سے سویا ھی
نہ ھو- نیکیتچ نے بھی سر اٹھایا-

"کون ھے؟" نوجوان نے جلدی سے پوچھا-

"میں جانتا ہوں تو مجھ پر لعنت-"
نوجوان پھرتی سے تخت سے نیچے اترا اور ایک کان دروازے پر جماتے ہوئے دیوار پر لٹکی ہوئی بندوق ٹٹولنے لگا- نیکیتچ پر اس کا مقصد واضح ہو گیا-
"زیادہ احمق نہ ہو!" اس نے دھیرے سے کہا- "اس طرح تو تم نہایت ہی واہیات قسم کی بدمزدگی پیدا کر دوگے-"
"آخر ہے کون؟" نوجوان نے پھر پوچھا-
"میں کہہ چکا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم-"
"ان لوگوں کو اندر نہ آنے دو- دروازے کو مقفل کر دو-"
"تم تو نرے احمق ہو- اس علاقے میں اس طرح کی بات کون کرتا ہے؟ دروازے کو مقفل کرنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں- تم بستر پر آ جاؤ اور خبردار، ذرا بھی جنبش نہ کرنا-"
"میں تم سے کہہ رہا ہوں، بابا!.."
نوجوان کو جملہ مکمل کرنے کے لئے وقت نہ مل سکا- باہر کوئی شخص گھر میں داخل ہونے کے زینے پر چڑھ آیا تھا اور دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل تلاش کر رہا تھا- نوجوان چھپکلی کی طرح جلدی سے لیٹنے کے تخت پر واپس پہنچا اور وہاں سرگوشی کرتے ہوئے بولا: "بابا، میں خدا اور شیطان کی قسم کھاکر کہتا ہوں: اگر تم نے مجھے اُن لوگوں کے حوالے کیا... میرے اچھے بڑے میاں... میں کبھی بھی فراموش نہ کروں گا-"
"اپنا سر نیچے کرو" نیکیتچ نے اسے حکم دیا-
گھر کا دروازہ کھل گیا-
"آہا!" کسی بھاری آوازوالے شخص نے پرمسرت لہجے میں کہا- "میں نے کہا تھا نا کہ اندر کوئی موجود ہے اور گھر کافی گرم ہے، اندر آ جاؤ!"
"دروازہ بند کر لو!" نیکیتچ نے تخت سے نیچے اترتے ہوئے کچھ برہمی کے ساتھ کہا- "تم خوش ہو کہ اندر کا ماحول گرم ہے، دروازہ ذرا اور کھول دو تب تمہیں پتہ چلے گا-"

"سب ٹھیک ہے" بھاری آوازوالے آدمی نے کہا- "ماحو
گرم ہے اور ہمارا خیرمقدم کیا جا رہا ہے-"
دوسرے دو افراد بھی اندر داخل ہو گئے- نیکیتچ نے ا
لوگوں میں سے ایک کو پہچان لیا- وہ علاقائی ملیشیا
سربراہ تھا- اسے سارے شکاری جانتے پہچانتے تھے، کیونکہ و
شکار کھیلنے کے کارڈوں کے بارے میں انہیں دق کیا کرتا تھ
اور ان سے بقایا رقوم ادا کراتا تھا-
"تمہارا نام ایمیلیانوف ہے نا؟" اس نے نیکیتچ سے پوچھا
"ہاں، کامریڈ پروتوکین-"
"اچھا تو اپنے مہمانوں کا خیرمقدم کرو!"
تینوں آدمی اپنے کوٹ اتارنے لگے-
"تم لوگ شکار کھیلنے نکلے ہو نا؟" نیکیتچ نے دریافت
کیا- اس کی آواز میں طنز کا کچھ عنصر بھی شامل تھا-
دراصل وہ اس طرح آنےوالے شکاریوں کو پسند نہیں کرتا
تھا: یہ لوگ صرف شور و غل مچاتے اور واپس لوٹ
جاتے تھے-
"کچھ آرام وتفریح کی بھی ضرورت ہوتی ہے نا- ارے، وہاں
وہ کون ہے؟" ملیشیا کے سربراہ نے نوجوان کو تخت پر لیٹے
ہوئے دیکھ لیا تھا-
"کوئی ماہر ارضیات" نیکیتچ نے مختصر سا جواب دیا-
"اپنے ساتھیوں کی ٹیم سے بچھڑکر پیچھے رہ گیا ہے-"
"راستہ بھول گیا تھا کیا؟"
"جی ہاں-"
"مگر ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا- یہ لوگ ج
کہاں رہے تھے؟ تمہیں اس نے کچھ بتایا ہے؟"
"بےچارہ بتاتا کیا! سردی میں کچھ اتنا جم‌کر رہ گیا تھا
کہ بمشکل منہ کھول پاتا تھا- میں نے دو ایک گلاس شراب
پلاکر اس کے جسم میں کچھ گرمی پیدا کی اور اب مردے کی
طرح پڑا سو رہا ہے-"
ملیشیا کے سربراہ نے ماچس کی ایک تیلی جلاکر نوجوان
کے چہرے پر روشنی ڈالی لیکن نوجوان نے ہلکی سی جنبش

ھی نہ کی اور سوئے ہوئے آدمی کی طرح یکساں طور پر سانس
یتا رہا۔

"تم نے اچھا کیا کہ اسے خوب پلا دی" سربراہ کی ماچس
ی تیلی بجھ گئی۔ "مگر حیرت ہے۔ آخر ہمیں اس بارے میں
وئی اطلاع کیوں نہیں پہنچی؟"

"شاید ان لوگوں کو اس معاملے کی اطلاع پہنچانے کا
قت نہیں مل سکا؟" باقی دونوں افراد میں سے ایک نے خیال
ظاہر کیا۔

"نہیں، یہ بات نہیں۔ اسے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے
کہ کافی عرصے سے ادھر ادھر منڈلاتا رہا ہے۔ کچھ اس نے
تایا تھا کہ کب سے اکیلا بھٹک رہا ہے؟"

"نہیں" نیکیتچ نے جواب دیا۔ "صرف اتنا ہی کہا تھا کہ
وہ ساتھیوں سے بچھڑ کر پیچھے رہ گیا ہے۔"

"اچھا، خیر اسے سونے دو۔ صبح کو اس معاملے کی کھوج
کر لیں گے۔ ہاں تو تم لوگ سونے کے لئے تیار ہو گئے؟"

"تیار تو ہو گئے مگر کہیں جگہ بھی ہے؟" دونوں ساتھیوں
نے جواب دیا۔

"کافی جگہ ہے" سربراہ نے سختی سے کہا۔ "گزشتہ بار
بھی ہم لوگ پانچ آدمی تھے اور صبح تک سردی کے مارے اکڑ
کر تختوں کی طرح سخت ہو گئے تھے۔ ہم نے گھر کو گرم تو
کر دیا تھا مگر یہ گرمی ناکافی ثابت ہوئی۔ باہر کا نقطۂ انجماد
پچاس درجہ رہا ہوگا۔"

ان لوگوں نے اپنے کوٹ اتارے اور چوڑے تخت پر چڑھ
گئے۔ نیکیتچ نوجوان کے بغل میں اپنی پہلےوالی جگہ پر آ لیٹا۔
تینوں افراد کچھ دیر تک علاقے کے معاملات پر باتیں کرتے
رہے۔ پھر ایک ایک کرکے خاموش ہو گئے۔

جلد ہی نیند نے ان سب کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔
...کھڑکی پر ہلکی سی جھلملاہٹ نمودار ہوتے ہی نیکیتچ
کی آنکھ کھل گئی۔ نوجوان اپنی جگہ سے غائب تھا۔ وہ دھیرے
سے تخت سے اترا اور ماچس کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس
نے سوچا بھی نہیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ماچس کی تیلی

جلی... نوجوان کا کہیں پتہ نہ تھا- اس کا روئی‌دار شلو
بھی غائب تھا- یہی نہیں، نیکیتچ کو اپنی بندوق بھی نظر
آئی- بوڑھے کو کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے کہ اس کا د
ڈوب رہا ہو-

وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا اور نیکیتچ کی بندوق بھی ساتھ
گیا تھا-

نیکیتچ نے خاموشی سے کپڑے پہنے، کونے میں رکھی ہوئ
تینوں بندوقوں میں سے ایک بندوق اٹھائی، موٹے چھرے ک
کارتوسوں کے لئے جیب ٹٹولی، دھیرے سے دروازہ کھولا او
باہر نکل گیا-

دن نمودار ہو رہا تھا- رات میں درجۂ حرارت کچھ بڑ
گیا تھا اور ہلکے کہرے کی دھند صبح صادق کے دھندلے رنگ
کو چاروں طرف پھیلا رہی تھی- پانچ قدموں سے آگے اب بھ
کچھ نہیں سوجھتا تھا- ہوا میں بہار کی مہک بسر
ہوئی تھی-

نیکیتچ نے اسکیاں پیروں میں باندھیں اور بھوری برف ک
اوپر واضح طور پر نمایاں تازے نشانات کو دیکھتا ہو
چل دیا-

"کتیا کے بچے! ذلیل! کمینے!" اس نے دھیرے دھیرے
گالی دی- "جاؤ، اچھا ہی ہوا کہ تم سے نجات مل گئی مگ
میری بندوق کیوں لے جاؤ! تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ بندوق
کے بغیر میں یہاں کیسے بسر کر سکوں‌گا؟ تم سمجھتے ہو ک
میں ہزاروں کماتا ہوں جو تم لوگوں کو بندوقیں فراہم کرت
رہوں؟ ہونہہ، تم دوسروں کی جڑ کاٹنے‌والے! تم خود بھی جانت
ہو کہ اس بندوق کو کہیں نہ کہیں پھینک دوگے- تمہیں تو
صرف ایک بات کی فکر ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح تائیگا سے
باہر نکل سکو- ہے نا؟ اور مجھ سے توقع رکھتے ہو کہ میر
یہاں بندوق کے بغیر محض شغل کے لئے بیٹھا انگوٹھا گھماتا
رہوں- ارے، تم لوگ! تمہارے ضمیر مر چکے ہیں، تمہارے
دلوں میں شرم و ندامت کی ایک چنگاری بھی باقی نہیں
رہی-"

دھیرے دھیرے برف سفید ہونے لگی، ایسا لگتا تھا کہ دن
. بادل چھائے رہیں گے اور موسم کچھ گرم رہے گا-
نوجوان کی اسکیوں کے نشانات گاؤں کی سمت رہنمائی
..ں کر رہے تھے-
"تو تم لوگوں سے ڈرتے ہو نا؟ ہونہہ، تم اور تمہاری
خوبصورت زندگی!" تم کسی بوڑھے کی واحد بندوق لے سکتے
و اور تمہارے لئے یہ کوئی خاص بات ہی نہیں مگر
ماحبزادے، تم مجھ سے بھاگ کر جاؤگے کہاں؟ تم نوجوان ہو،
ہر بھی میں تمہارے جیسے سات نوجوانوں کو تھکا
اروں-"
مگر بوڑھا زیادہ غصے میں نہیں تھا- دراصل اسے غصے
ے زیادہ صدمہ تھا- اس نے نوجوان کے لئے جو کچھ بھی ممکن
ا کیا اور اس کا بدلہ اس نے اس طرح دیا کہ بندوق لے کر
لتا بنا- کتنی ذلیل حرکت تھی یہ!
نیکیتچ تین کلومیٹر فاصلہ طے کر چکا تھا- اب خاصا اجالا
و چکا تھا اور نوجوان کی اسکیوں کے نشانات دور تک دکھائی
یتے تھے-
"نوجوان بہت علی الصباح اٹھا ہوگا مگر اس نے کتنی
اموشی سے سب کام کیا" نیکیتچ نے سوچا-
ایک جگہ وہ سگریٹ پینے کے لئے ٹھہرا تھا: وہاں اسکیوں
ے نشانات کے علاوہ برف میں اسٹکیں گڑائے جانے کے بھی
شانات موجود تھے اور پتی کی تمباکو کے کچھ ٹکڑے اور ماچس
ں ایک جلی ہوئی تیلی بھی-
"اچھا تو وہ میرا تمباکو کا پاوچ بھی لے گیا ہے!" نیکیتچ
ے غصے سے زمین پر تھوکا- "اس نے تو حد ہی کر دی!"
ور بوڑھے نے اپنی رفتار تیز کر دی-
...اسے کچھ فاصلے پر ایک گھاٹی میں جو اس سے نیچائی
. تھی، نوجوان نظر آیا-
وہ تیزرفتاری سے چلا جا رہا تھا مگر زیادہ عجلت
ں نہیں معلوم ہوتا تھا- بندوق اس کی پیٹھ پر لٹکی
ئی تھی-

نیکیتچ کو اعتراف کرنا پڑا کہ نوجوان اچھی اسکیٹنگ
کر لیتا ہے- اس نے نشانات کے سہارے تعاقب کا سلسلہ ترک
کر دیا اور یہ سوچ کر چلا کہ اپنے شکار کو آگے سے جاکر
دھر لے گا- لیکن اس نے کوشش کی کہ گھاٹی کے اوپر طویل
ڈھلواں چوٹی سے خود کو چھپاتا رہے تاکہ نوجوان اسے دیکھ
نہ پائے- بوڑھے کو یہ تک معلوم تھا کہ ان دونوں کا آمنا سامنا
کس جگہ ہوگا- جلد ہی نوجوان کو جنگل میں گھوڑوں کے
گزرنے کے ایک تنگ راستے پر پہنچنا ہوگا، اسے طے کرنے کے
بعد وہ دوبارہ گھنے جنگلی علاقے میں داخل ہوگا... اور اس
جگہ نیکیتچ اس کا انتظار کرے گا-

"اب میں تمہیں ٹھیک سے دیکھ سکوں گا" نیکیتچ کسی
قدر نفرت سے بڑبڑایا- اور اس نے اپنی رفتار کچھ اور تیز
کر دی- حیرت کی بات تھی کہ اس کے دل میں اس خوبصورت
چہرے کو ایک بار پھر دیکھنے کی شدید خواہش کروٹیں
لے رہی تھی جو اپنے اندر بلا کی کشش رکھتا تھا- نیکیتچ نے
سوچا کہ نوجوان کا اپنی خوبصورت زندگی کے بارے میں اس
قدر فکرمند ہونا شاید ٹھیک ہی تھا- "بےچارہ یہاں پڑے پڑے
آخر کرتا ہی کیا؟ اس کے جنگل میں رہنے کا مطلب خود کو
برباد کرنا ہوتا- زندگی بھی دراصل ایک معما ہے، لعنت ہو
اس پر!"

نیکیتچ جب اس تنگ راستے کے سرے پر پہنچ گیا تو اس
نے جھاڑیوں سے احتیاط کے ساتھ باہر جھانکا: برف پر نشانات
نہیں تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ نوجوان ابھی اس جگہ سے
آگے نہیں بڑھ سکا تھا- اس نے ایک جگہ منتخب کی جہاں اس
کے اندازے کے بموجب نوجوان کو جنگل سے نمودار ہونا تھا-
یہاں وہ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اور یہ اطمینان کر لینے
کے بعد کہ بندوق بھری ہوئی تھی، وہ اس کا انتظار کرنے لگا-
بندوق پر اس نے ایک شکاری کی حیثیت سے نگاہ ڈالی- یہ
تولا کی بنی ہوئی بالکل نئی اور چمکدار بندوق تھی اور اس
سے تیاری کے وقت دئے جانےوالے تیل کی بو آ رہی تھی-
نیکیتچ نے سوچا کہ لوگ شکار کرنے چل پڑتے ہیں اور یہ بھی

ں سوچتے کہ بندوق سے اس طرح بو نہ نکلنی چاہئے- "شکار
یلتے وقت انسان کو چاہئے کہ تمباکو کو بھول جائے- اپنا
ہ بھی چائے سے دھو لینا چاہئے- نہیں تو دور دور تک تمباکو
بو پھیلتی ہے- یہی نہیں، آدمی کو ایسے کپڑے بھی پہن
نا چاہئیں جو کہیں باہر لٹکے ہوں تاکہ ان کپڑوں سے گھروں
ں بو نہ آئے- لوگ ذرا بھی احتیاط نہیں برتتے اور خود کو
کاری کہتے ہیں- ہونہہ!"

نوجوان اس تنگ راستے پر نمودار ہوا اور ٹھہر گیا-
ھر ادھر نگاہ دوڑائی، ذرا دیر کھڑا رہا، اس کے بعد تیزی
ے اسے پار کر لیا- نیکیتچ اس کا سامنا کرنے کے لئے پھرتی
ے اٹھ کھڑا ہوا-

"ٹھہر جاؤ! ہاتھ اوپر اٹھا لو!" اس نے نوجوان کو صدمہ
پہنچانے کے لئے زوردار آواز میں حکم دیا- نوجوان نے سر
ٹھایا تو اس کی آنکھوں سے بےپناہ خوف جھلک رہا تھا- وہ
تھ اوپر اٹھانے ہی والا تھا کہ اس نے نیکیتچ کو پہچان لیا-
تمہارا کہنا ہے کہ تم کسی سے بھی نہیں ڈرتے" نیکیتچ نے
ہا- "اور حالت یہ ہے کہ ابھی سے پتلون میں پاخانہ نکلا جا
ہا ہے-"

نوجوان نے جلد ہی خوف پر غلبہ پا لیا اور کوشش کرکے
ونٹوں پر اپنی دلکش مسکراہٹ بکھیر دی-

"واقعی بابا... یقیناً تم جانتے ہو کہ کارروائی کس طرح
ں جاتی ہے- ٹھیک جیسے کہ فلموں میں ہوتا ہے... لعنت
و تم پر- تمہارے اس اچانک اقدام سے میرے اوپر دل کا
ورہ پڑتے پڑتے رہ گیا-"

"اچھا، اب میری بات سنو" نیکیتچ نے بالکل کاروباری
جے میں کہا- "خبردار، جو بندوق پیٹھ پر سے اتاری! بس
اتھ پیچھے کرکے کارتوس نکال دو! جیبوں میں جو کچھ ہو
سے بھی باہر نکال پھینکو- میرے پاس سولہ کارتوس بچے تھے-
ن سب کو برف پر پھینک دو- اس کے بعد الگ ہٹ کر کھڑے
و جاؤ! ذرا بھی چالبازی کی تو میں گولی چلا دوں گا اور سنو،
و کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل بھی کروں گا-"

"میں سمجھ گیا، بابا- اس لمحہ میرے کسی قسم کا مذا
کرنے کا سوال ھی نہیں اٹھتا-"
"تم ایک بےشرم چور ھو-"
"مگر تم نے خود ھی کہا تھا کہ جنگل بندوق کے بغ
رھنےوالی جگہ نہیں-"
"لیکن بندوق کے بغیر یہاں میرا کام کیسے چلےگا؟"
"تم تو اپنے گھر کے علاقے میں ھو-"
"بہت خوب! میں اپنے گھر میں ھوں؟ اور میرے گ
میں بندوق‌سازی کی کوئی فیکٹری قائم ھے کیا؟"
نوجوان نے جیبوں سے کارتوس باھر نکال دئے- نیکیت
نے گنا تو یہ چودہ کارتوس تھے- اس کے بعد اس نے اپ
نچلا ھونٹ کاٹتے ھوئے، اپنی آنکھوں کو جو بوڑھے پر جم
ھوئی تھیں سکوڑتے ھوئے، اپنے ھاتھ پیچھے کئے- نیکیتچ بھ
اس پر نظریں جمائے ھوئے تھا اور اس کی بندوق نوجوان ک
سینے کی سطح پر تنی ھوئی تھی-
"کیا کوئی دشواری ھے؟"
"میں انہیں نکال نہیں پا رھا ھوں-"
"ناخن استعمال کرو... یا پھر بندوق کے کندے پ
مکا مارو-"
پہلے ایک، اور بعد میں دوسرا کارتوس زمین پر گر پڑا
"ٹھیک ھے، اب وھاں سے ھٹ‌کے الگ کھڑے ھو جاؤ-
نوجوان نے حکم کی تعمیل کی-
نیکیتچ نے کارتوس اکٹھا کرکے اپنے کوٹ کی جیب میں
رکھ لئے-
"بندوق میری طرف اچھال دو- لیکن خبردار جو اپنی
جگہ سے حرکت کی-"
نوجوان نے بندوق پیٹھ سے اتارکر نیکیتچ کی طرف
اچھال دی-
"اچھا، جہاں کھڑے ھو وھیں اب بیٹھ جاؤ- ھم لوگ
سگریٹ پیئیں گے- تم نے تو میرا پاوچ بھی چرا لیا تھا- اسے
میری طرف پھینک دو..."

"مجھے کبھی کبھی سگریٹ کی ضرورت محسوس
تی ھے-"
"تمہیں ھمیشہ اس بات کی فکر رھتی ھے کہ تم کیا چاھتے
- تم نے میرا ذرا بھی خیال نہ کیا، خودغرض شیطان کہیں
! آخر میں کیا پیتا؟"
نوجوان نے اپنے لئے سگریٹ بناکر سلگائی-
"تمہاری تھوڑی سی تمباکو لے لوں؟"
"لے لو- ماچس ھے تمہارے پاس؟"
"ھاں-"
نوجوان نے اپنے لئے مٹھی بھر تمباکو نکال‌کر پاوچ بوڑھے
، طرف پھینک دیا- نیکیتچ نے بھی سگریٹ بناکر سلگائی-
دونوں اپک دوسرے سے تقریباً پانچ قدموں کے فاصلے پر
ٹھے تھے-
"وہ لوگ چلے گئے؟.. وھی جو رات میں آئے تھے-"
"ابھی تک سو رھے ھیں- ھمیشہ یوں ھی جی بھرکے سوتے
ں- ھونہہ، شکار کرنے کیا نکلے ھیں بس، جھک مارتے پھرتے
ں- دراصل انہیں صرف تفریح کی ضرورت ھے لیکن اپنے
ڑقے میں کوئی خاص تفریح کر نہیں سکتے- کیونکہ بہت سے
گ انہیں دیکھتے ھوتے ھیں- اس لئے لوگوں کی نظروں سے
ر ھوکر تفریح حاصل کرتے ھیں-"
"کون ھیں یہ لوگ؟"
"کچھ بڑے عہدیدار ھیں- خواہ مخواہ کارتوس برباد
تے پھرتے ھیں-"
"ھوں..."
"کیا تم نے سوچا تھا کہ میں تم تک نہ پہنچ سکوں‌گا؟"
"میں نے کچھ بھی نہیں سوچا تھا- تم ان لوگوں میں سے
ک کو تو جانتے ھو- کون ھے وہ؟ تم نے اس کا نام بھی لیا
... پروتوکین نام ھے نا؟"
"وہ سماجی بیمہ کے شعبے میں کام کرتا ھے- اسی کی
ششوں سے میری بوڑھی عورت کو پنشن ملی- میں نے اسے
نر میں دیکھا ھے..."

نوجوان نے نیکیتچ کو غور سے دیکھا جیسے یہ جاننے
کوشاں ہو کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کہاں
صداقت ہے۔
"یہ وہی دفتر ہے نا جہاں تعطیلات منانے کی تفریح گاہو
پر جانے کے لئے پاس دئے جاتے ہیں؟"
"ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو۔"
"بابا، تم باتوں کو توڑ مروڑ کرکے بتا رہے ہو۔ تم
دوبارہ جیل تو نہیں بھجوانا چاہتے؟ محض اس بندوق
وجہ سے..."
"مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں جیل بھجواؤں؟" نیکیتچ
بڑے خلوص سے کہا۔
"بندوق میرے ہاتھ بیچ دو۔ میرے پاس رقم موج
ہے۔"
"نہیں" نیکیتچ نے سختی سے جواب دیا۔ "تم نے کل ی
بات مہذب طریقے سے کہی ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ بیچ دی
لیکن تم نے جس سورپن کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد اس
سوال ہی نہیں اٹھتا۔"
"میں ان لوگوں کے بیدار ہونے تک انتظار تو نہیں
سکتا تھا۔"
"تم رات میں مجھے جگاکے باہر لے جاتے اور کہتے: 'ب
میں ان لوگوں سے بات نہیں کرنا چاہتا، تم اپنی بندوق مج
ہاتھ بیچ دو۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں، مگر تم نے تو ا
چرا لیا۔ اس علاقے میں چوری کرنےوالے کے ہاتھ کاٹ
جاتے ہیں۔"
نوجوان نے اپنی کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا دیں اور
ہتھیلیوں کے بیچ میں رکھ دیا۔
پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:
"گزشتہ رات تم نے مجھے ان لوگوں کے حوالے نہیں
اس کا بہت بہت شکریہ۔"
"اس کے باوجود تم اپنی آزادی سے ہمکنار نہ
سکوگے۔"

نوجوان نے بےچینی سے سر اٹھایا-
"کیوں؟"
"سائبیریا کو اس طرح پار کرنا کوئی مذاق نہیں!"
"میں تو صرف ریلوے لائن تک پہنچنا چاہتا ہوں- اس کے بعد کسی ٹرین سے نکل جاؤں گا- کاغذات میرے پاس ہیں- لیکن بندوق کے بغیر سفر بہت دشوار ہوگا- میرے ہاتھ اپنی بندوق بیچ ڈالو نا؟"
"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا اور دوبارہ یہ بات نہ کہنا-"
"بابا، تم میری مدد کر دو تو میں ایک نئی زندگی کا آغاز کر سکتا ہوں-"
"تمہیں کاغذات کہاں سے مل گئے؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے کسی کو فریب دیا ہوگا-"
"کاغذات آدمی تیار کرتا ہے-"
"جعلی کاغذات بھی تیار کئے جاتے ہیں- تم سمجھتے ہو کہ جعلی کاغذات کی وجہ سے تمہیں گرفتار نہ کیا جائے گا؟"
"تم تو میرے بارے میں بالکل میری ماں کی طرح فکرمند ہو رہے ہو- "پکڑ لئے جاؤگے- پکڑ لئے جاؤگے-" کیا طوطے کی طرح رٹ لگا رکھی ہے- میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے گرفتار نہ کر سکیں گے-"
"تم ایمانداری سے کام کرنا چاہتے ہو تو تمہاری شیمپین کی بوتلوں کے لئے رقم کہاں سے آئے گی؟"
"ارے، گزشتہ رات تو میں بالکل بکواس کر رہا تھا- اسے کوئی اہمیت نہ دو- میں نشے میں دھت تھا-"
"تم ایک اچھے نوجوان ہو..." بوڑھے نے پیلی گرم تھوک برف پر تھوکتے ہوئے کہا- "تم نوجوان کو بڑی شاندار زندگی میسر ہو سکتی ہے... لیکن تم لوگوں کی مثال تو پاگل کتوں کی سی ہے- دنیا بھر میں بھاگتے دوڑتے پھرتے ہو اور اپنے لئے کوئی جگہ نہیں تلاش کر پاتے- کیا واقعی تم اتنی شدت کے ساتھ بھوکے تھے کہ تم کو چوری کرنی پڑی؟ دراصل یہ پاگل پن

ضرورت سے زیادہ کھانے کی دین ہے- تم نے صحیح معنوں میں کبھی بھی کوئی چوٹ نہیں برداشت کی-"

"خیر بابا، میں یہ تو نہ مانوں گا-"

"بہرحال ذمےداری کس پر عاید ہوتی ہے؟ مورد الزام کسے ٹھہرایا جانا چاہئے؟"

"ہٹاؤ بھی اس قصے کو" نوجوان نے رائے ظاہر کی- "تم جانتے ہو نا؟" اس نے پریشانی سے بوڑھے کی طرف دیکھا- "وہ لوگ جلد ہی جاگ جائیں گے، انہیں پتہ چلے گا کہ ایک بندوق غائب ہے- وہ سوچیں گے کہ ہم دونوں یہ بندوق لے گئے- کیا وہ لوگ ہماری تلاش میں نہ نکلیں گے؟"

"دوپہر تک تو جاگنے سے رہے-"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

"مجھے معلوم ہے- کل وہ مسلسل شراب‌نوشی کرتے رہے ہیں- گھر گرم اور آرام‌دہ ہے- اس لئے وہ لوگ دوپہر کے کھانے کے وقت تک پڑے سوتے رہیں گے- انہیں کوئی جلدی نہیں ہے-"

"اچھا!.." نوجوان کی آواز سے اداسی جھلکتی تھی- "تو میں صحیح جگہ پر ہوں-"

اچانک برف‌باری شروع ہو گئی- بڑے بڑے نرم گالے زمین پر گرنے لگے- ہوا گرم اور بوجھل تھی-

"تم خوش‌قسمت ہو" نیکیتچ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا-

"کیوں؟" نوجوان نے بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا-

"یہ برف... یہ تمہارے سفر کے نشانات کو ڈھک دے گی-"

نوجوان نے ہاتھ پھیلا دیا جس پر برف کے گالے گر کر ٹھہرے اور پگھل گئے-

"جلد ہی بہار کا موسم آ جائے گا..." وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بڑبڑایا-

نیکیتچ نے نوجوان کی طرف دیکھا جیسے کہ وہ اس

غیرمعمولی شخص کی شکل و صورت کو ہمیشہ کے لئے اپنی یادداشت میں محفوظ کر لینا چاہتا ہو- اس نے رات میں اس کے بالکل غیرمسلح سفر کرنے کا تصور کیا...

"رات کس طرح بسر کرتے ہو؟"

"آگ کے پاس ذرا دیر سو لیتا ہوں... ظاہر ہے کہ زیادہ سونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا-"

"کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ تم گرمیوں میں فرار کرتے؟ اس صورت میں تمہارا سفر کہیں زیادہ آسان ثابت ہوتا-"

"آسان دنوں میں ایسے مواقع کہاں ملتے ہیں- جو چیز سب سے زیادہ پریشانی کا باعث ہے وہ ہے غذا سے محرومی- ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف بڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آنتیں ریڑھ کی ہڈی میں چبھی جا رہی ہوں- پھر بھی کوئی پروا نہیں- تمہاری مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ-" یہ کہہ کر نوجوان کھڑا ہوگیا- "اچھا، اب تم جاؤ ورنہ وہ لوگ جاگ جائیں گے-"

بوڑھا ہچکچایا-

"سنو... اس دشوار صورت‌حال میں ایک تدبیر ممکن ہو سکتی ہے" اس نے دھیرے دھیرے کہا- "میں تمہیں اپنی بندوق دے دوں‌گا- کل علی‌الصباح دو یا تین بجے تک تم اس گاؤں میں پہنچوگے جہاں میں رہتا ہوں..."

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"مجھے کہنے دو- جلدی نہ کرو- جب تم وہاں پہنچنا تو گاؤں کے سرے پر کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا اور کہنا کہ تم کو ایک بندوق پڑی ملی ہے... نہیں، یہ ٹھیک نہ رہےگا... سوچنے دو، کیا صورت نکالی جائے کہ تم وہاں بندوق میرے لئے چھوڑ جاؤ- ہمارے گاؤں سے اسٹیشن تک سیدھی سڑک جاتی ہے- کوئی دس میل کا فاصلہ ہوگا، وہاں پریشان ہونے کی کوئی بات نہ ہوگی- لاریاں گزرتی رہتی ہیں- تم دن نمودار ہوتے ہوتے اسٹیشن پر پہنچ جاؤگے- ہاں، یہ خیال رکھنا کہ ایک جگہ اس سڑک سے ایک اور سڑک نکلی ہے، کہیں بائیں

طرف والی سڑک پر نہ مڑ جانا کیونکہ وہ علاقے کے مرکز کو جاتی ہے- تم بس بالکل سیدھے چلے جانا-"

"بابا..."

"ذرا رکو! بندوق کا کیا ہوگا؟ اگر تم کہوگے کہ بندوق تمہیں پڑی ملی ہے تو وہ لوگ بےحد پریشان ہو جائیں گے اور مجھے تلاش کرنے کے لئے چند لوگوں کی ٹیم روانہ کریں گے- اور میں تمہیں اپنی بندوق دینا بھی نہیں چاہتا- یہ اتنی اچھی ہے کہ اس کی بدلے اس طرح کی تین بندوقیں لینے پر بھی راضی نہ ہوں گا" اس نے بالکل نئی بندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس کے گھٹنوں پر رکھی ہوئی تھی-

نوجوان نے شکرگزار نگاہوں سے بوڑھے کی طرف دیکھا اور شاید جان بوجھ کر اس بات کی کوشش کی کہ اس کی آنکھوں سے زیادہ سے زیادہ احسان‌مندی جھلک سکے-

"بابا، بہت بہت شکریہ-"

"شکریہ کیوں ادا کر رہے ہو؟ سوال یہ ہے کی مجھے بندوق واپس کیسے ملے گی؟"

نوجوان اٹھا، بوڑھے کی طرف بڑھا اور آکر اس کے پاس بیٹھ گیا-

"ہمیں کوئی تدبیر سوچنی چاہئے... میں اسے کس جگہ چھپا دوں گا جہاں سے تم بعد میں لے سکتے ہو-"

"کہاں؟"

"سوکھی گھاس کے کسی ڈھیر میں جو گاؤں سے زیادہ دور نہ ہوگا-"

نیکیتچ نے اس تجویز پر احتیاط کے ساتھ غور کیا-

"رات میں اس کا پتہ لگانا بہت دشوار ہوگا... نہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہ رہے گا- مگر سنو، بات میری سمجھ میں آ گئی- گاؤں کے سرے پر واقع مکان کا دروازہ کھٹکھٹانا اور پوچھنا کہ یفیم مزائیف کہاں رہتا ہے- وہ میرا رشتہ‌دار ہے- ہاں تو تم اس کے یہاں جانا اور کہنا کہ تائیگا میں تمہاری ملاقات مجھ سے ہوئی تھی- میں ماہرین ارضیات کی ٹیم کو "اسنیک

رش" تک پہنچانے لے جا رہا ہوں- میرے پاس کارتوس ختم
ی گئے ہیں- اس لئے میں نے تم سے کہا ہے کہ بیکار بندوق
دے پھرتے رہنے سے اچھا ہے کہ تم اسے واپس لیتے جاؤ-
س سے کہنا کہ پرسوں تک گاؤں لوٹوں گا لیکن اس سے یہ
کید بھی کر دینا کہ وہ کسی اور کو نہ بتائے کہ میں ماہرین
رضیات کی رہنمائی کر رہا ہوں- کہنا کہ میں اس کام میں
چھ رقم پیدا کر رہا ہوں اور گاؤں لوٹوں گا تو ہم دونوں ساتھ
بیٹھ کر شراب پیئیں گے- وہ اگر یہ بات کسی اور کو بتا دے گا
ر میری بوڑھی عورت ساری رقم مجھ سے دھرا لے گی- سمجھ
ئے نا؟ اچھا تو اب ایک بوتل شراب کے دام دے دو، کیونکہ
فیم سے جو وعدہ کیا جائے گا اسے بہرحال نبھانا ہوگا- اس کے
عد ہم لوگ ایک دوسرے سے خدا حافظ کہیں گے- میں تمہیں
ہ کارتوس لے جانے دوں گا اور دو موٹے چھرے والے کارتوس
ہی کہ شاید کہیں ضرورت پڑ جائے- تمہیں ان کے استعمال
ی ضرورت نہ پڑے تو گاؤں سے کافی دور نکل کر انہیں برف
ر پھینک دینا- یفیم کو ہرگز نہ دینا: وہ بڑا چالاک آدمی
ے- سمجھ جائے گا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے- ساری
ت سمجھ گئے نا؟"

"ہاں، میں سمجھ گیا- اور بابا، میں زندگی میں تمہیں
بھی بھی نہ بھولوں گا-"

"اچھا تو پھر... ارے ہاں، گاؤں تک پہنچنے کا راستہ
ی سمجھ لو- ویسے سورج نکلے گا تو تم کو خود ہی راستہ
ظر آئے گا- بہرحال پہلے تو تم بائیں جانب رخ کئے رہنا، سورج
یادہ بلند ہو جائے تب بھی بائیں جانب ہی رخ کئے رہنا- لیکن
روب آفتاب کے وقت کچھ اس طرح مڑ جانا کہ سورج ٹھیک
ہارے کان کے پیچھے ہو- اس کے بعد پھر سیدھے چلے جانا-
چھا آؤ، اب رخصت ہونے سے قبل ایک ایک سگریٹ پی
ں..."

انہوں نے سگریٹیں سلگائیں-

اچانک یوں محسوس ہوا کہ اب کچھ اور کہنے کو باقی

نہیں ہے- دونوں ذرا دیر تک بیٹھے رہے، پھر اٹھ کھڑے
ہوئے-
"بابا، خدا حافظ اور بہت بہت شکریہ-"
"تو تم چل دئے-"
دونوں مختلف سمتوں میں روانہ ہو گئے مگر نیکیتچ
ٹھہرکر نوجوان کو آواز دی-
"تمہیں میری آواز سنائی دے رہی ہے؟ بیٹے، تم تباہی
غار میں گرتے گرتے بچے: وہ پروتوکین— ارے، وہ ملیشیا
سربراہ ہے- حیریت ہوئی کہ اس نے کل تم کو جگا
نہیں... تم اپنی باتوں کے ذریعے اس سے بچ کر نہیں
نکل سکتے تھے- وہ بےحد ذہین، تیز اور تجربےکار
آدمی ہے-"
نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا، بس کھڑا نیکیتچ
دیکھتا رہا-
"وہ تم سے پوچھتا: کہاں کے رہنےوالے ہو؟ کہاں
رہے ہو؟، تمہیں اپنے کاغذات سے ذرا بھی مدد نہ ملتی-"
نوجوان نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا-
"اچھا تو اب جاؤ" نیکیتچ نے اجنبی کی بندوق شانے
لٹکائی اور تنگ راستے سے گزرتا ہوا گھر کی طرف روانہ
گیا- وہ اس راستے کے تقریباً سرے پر پہنچ چکا تھا...
اچانک کوئی زوردار آواز اسے سنائی دی: ایسا لگا جیسے
کے بالکل کان کے قریب کوئی شاخ ٹوٹ کر گری ہے- اسی لمحے
اسے اپنے سر کے پچھلے حصے اور شانوں پر متعدد مکوں
ضربیں محسوس ہوئیں—کوئی اسے پیچھے سے ڈھکیل رہا تھا
وہ منہ کے بل برف پر گر پڑا اور اس کے بعد کچھ سننے
محسوس کرنے کی حد سے گزر گیا- وہ یہ بھی نہ سن سکا
اس کے اوپر برف ڈھیر کی جا رہی ہے اور کوئی کہہ رہا ہے
"بابا، اس طرح زیادہ مناسب رہےگا- اس طرح میں زیادہ
محفوظ رہوں گا-"
...آفتاب طلوع ہونے کے وقت تک نوجوان اس جگہ سے
کافی دور نکل چکا تھا- اس نے آفتاب کی طرف جو اب اس

ـقب میں تھا، ذرا بھی توجہ نہ کی- وہ صرف سامنے، صرف
ـگے کی طرف دیکھ رہا تھا-

گیلی برف گرتی تھی تو اس سے دھیمی دھیمی سرسراہٹ
ـسی پیدا ہو رہی تھی-

دھیرے دھیرے تائیگا بیدار ہو رہا تھا- بہار میں
جنگلات کی زبردست مہک بےقابو کئے دے رہی تھی اور
ـوجوان کو کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا سر چکرا
ـرہا ہو-

ایک خوبصورت شام

ان کی گھوڑا گاڑی جنگل کے کنارے
ڑک پر دھول اڑاتی، جا بجا ابھری ہوئی پیچدار جڑوں سے
راتی چلی جا رہی تھی اور اس کے اگلے دھرے سے لوہے کی
ھنجھاھٹ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

آفتاب غروب ہو رہا تھا لیکن ابھی اس میں تمازت باقی
ی۔ فضا میں امس تھی اور ہوا میں غبار، گوند اور جنگلی
سٹابیریوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔

گاڑی میں بس دو ہی افراد سوار تھے۔ ایک مرد اور ایک
ورت، دونوں کی عمر تقریباً ایک ہی لگتی تھی۔ تیس کے
ف بھگ۔

عورت آگے، آھنی ڈنڈے پر بیٹھی گھوڑا ھانک رہی تھی۔
رد اس کے پیچھے ھری گھاس کے ڈھیر پر لیٹا سگریٹ پی رہا
ھا اور اس کی نظریں بادلوں سے خالی آسمان پر جمی ہوئی
ھیں۔

دونوں خاموش تھے۔

عورت نے اپنا سر جھکا لیا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر کے
عد لگام کے سرے سے اپنے لانگ بوٹ کی نوک کو تھپتھپاتی
ھاتی تھی۔ وہ کسی سوچ میں کھوئی ہوئی تھی۔

انہیں اسٹیشن سے روانہ ہوئے دو گھنٹے بیت چکے تھے۔
س دوران وہ اس علاقے کے بارے میں یا پھر یوں ہی ادھر ادھر
ی باتیں کرتے رہے تھے... اور اب خاموش ہو گئے تھے۔

قوی ہیکل، لاکھی، خصی گھوڑا یکساں دلکی چال سے خر
کی آواز نکالتا اور لگام کے آہنی سرے سے جو اس کے منھ
اندر تھا، جھنکار پیدا کرتا چلا جا رہا تھا... عورت وقتاً فو
سر اٹھاتی، لگام کو جھٹکتی اور کہتی:
"ارے چل نا! .. کیا سو گیا؟"
گھوڑا اپنی بنفشئی رنگ کی آنکھوں کو گھماتے ہوئے پیچ
کی طرف دیکھتا، کان کھڑے کرتا، لیکن اس کی رفتار میں تیز
نہ پیدا ہوتی- عورت پھر سر جھکا لیتی اور لگام کے سرے
جوتے کی نوک کو تھپتھپاتی- گاڑی کسی طرف مڑتی یا ترچ
ہو جاتی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بغل میں گاڑی
ڈنڈے پکڑ لیتی، کچھ پیچھے کی طرف جھکتی اور اس
سفید بلاوز اس کے شانوں پر تن جاتا- مرد سر گھماتا ا
دیر تک بڑے انہماک سے عورت کی طرف، اس کی صراحی د
گردن کی طرف، اس کے کانوں کے قریب ہلکے بھورے رن
کے بالوں کی چھوٹی چھوٹی لٹوں کی طرف دیکھتا رہتا
بعد میں وہ پھر سگریٹ پینے اور آسمان کو گھورنے مے
لگ جاتا-
فضا سے پرندوں کی نقرئی چہچہاہٹ کی بوچھار ہو رہ
تھی، امس اور بہت دھیمی ہوا میں ٹڈوں کی ختم
ہونےوالی بھنبھناہٹ گونج رہی تھی- چاروں طرف، جنگلو
اور میدانوں میں سکون ہی سکون تھا- سکون او
خاموشی!
مرد اٹھ بیٹھا- اس نے سگریٹ کے ٹرے کو سڑک
اچھال دیا اور نئی سگریٹ سلگائی-
"کیا سوچ رہی ہیں؟" اس نے پوچھا-
"کوئی خاص بات نہیں" عورت نے دھیرے سے جواب دیا
وہ اب بھی لگام کے سرے سے لانگ بوٹ کو تھپتھپا رہ
تھی-
مرد نے اپنی بلند، خوبصورت پیشانی سے بھورے بالوں ک
لٹ پیچھے ہٹا دی اور آگے کھسک کر عورت کے پاس جا بیٹھا
عورت نے اپنی بھوری، شفاف آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا

"دن بڑا گرم ہے- میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ
ں، سائبیریا میں بھی اتنی کرمی پڑتی ہوگی-"
"ہاں، کبھی کبھار اتنی ہی کرمی پڑتی ہے" عورت نے
اب دیا اور لگام ہلائی-
مرد نے سگریٹ کا طویل کش لیا... دھوئیں کا مرغولہ اس
سر پر منڈلاتا ہوا غائب ہو گیا-
"کیا آپ، لوگوں سے ملنے کے لئے خاص طور سے اسٹیشن
کرتی ہیں؟"
"نہیں، ایسا تو نہیں- ہمیں اپنی ڈاکٹر کی آمد کی توقع
، لیکن وہ نہیں آئی" عورت نے ایک بار پھر مڑکر مرد کی
ف دیکھا-
مرد نے جلدی سے اپنی نگاہیں دوسری طرف موڑ لیں...
ہ بھر وہ ذرا کچھ پھیل کر بیٹھ گیا اور اس نے بڑے جذباتی
از میں کہا:
"ویسے یہ جگہ کتنی فرحت‌بخش ہے! روحانی مسرت سے
پور!"
"ہاں، اچھی ہے" عورت نے اتفاق رائے کیا- اس کی
یں دور میدان پر منڈلانے لگیں-
"بس یہ ضرور ہے کہ آدمی اس سے اوب جاتا ہے- کیوں،
خیال ہے؟" مرد مسکرایا-
"اس کا انحصار تو آدمی اور حالات پر ہے- ہم تو نہ اس
اوبتے ہیں، نہ اکتاتے ہیں- اکتاہٹ آخر کیوں محسوس
یں؟"
"آپ کبھی بھی اکتاہٹ نہیں محسوس کرتیں؟" مرد اب
مسکرا رہا تھا-
عورت نے اپنے ڈھلواں شانوں کو جھٹکا-
"نہیں تو-"
"واقعی؟"
عورت نے اس کی طرف دیکھا- آہستہ سے ہنسی اور ایک
پھر اپنے لانگ بوٹ کی نوک کو لگام کے سرے سے تھپتھپانے
-

"شوہر ہے؟" اچانک مرد نے پوچھا-
عورت نے اسے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ سے دیکھا-
"نہیں- کیوں؟"
"کچھ نہیں- میں نے بس یونہی پوچھا- میرا بھی خ
تھا کہ شوہر نہیں ہے-"
عورت کی شفاف، بھوری آنکھیں کچھ تنگ سی،
پرفریب سی نظر آنے لگیں- اس کے چمکیلے لڑکیوں کے جیہ
بھرے بھرے ہونٹ نیم وا ہوئے اور ان کے گوشوں میں ہلکا
خم پیدا ہو گیا-
"لیکن کیوں؟"
"مجھے نہیں معلوم- ویسے ہی میں نے اندازہ لگایا ت
آپ دونوں نے علاحدگی اختیار کر لی تھی کیا؟"
"یہی سمجھ لیجئے-"
"سبب کیا تھا؟"
عورت نے منہ پھیر لیا- وہ اس بارے میں باتیں نہ
کرنا چاہتی تھی-
"کوئی اچھا ہی سبب تھا-"
"ہونہہ..." مرد نے اپنی پیشانی سے دوبارہ بال ہٹا
اور کہا: "کبھی کبھی ایسا ہی ہوتا ہے-" کچھ دیر تک
دونوں خاموش رہے-
"اب کیا صورت ہے؟"
"کاہے کی کیا صورت ہے؟"
"میرا مطلب ہے... زندگی کیسی بیت رہی ہے؟"
عورت اس کی طرف دیکھے بغیر منہ بناتے ہوئے مسکرائ
"ٹھیک ہی ہے-"
"ٹھیک ہی ہے- یہ تو کچھ بھی نہ ہوا" آدمی
"ٹھیک ہی ہے کا مطلب ہوا تقریباً کچھ نہیں-"
"اوہ میرے خدا!.." عورت نے سر کو جھٹکا اور
سے آنکھیں چار کیں-
مرد نے ہنسنا بند کر دیا... ذرا دیر وہ دونوں ا
دوسرے کو دیکھتے رہے- مرد متجسس نگاہوں سے

ورت ایک طرح کی حیرت کے ساتھ- پھر اچانک دونوں ھنس پڑے- عورت کی بھوری آنکھوں میں چھوٹی چھوٹی گرم چنگاریاں سی لپکنے لگیں-

"ارے، آپ ھنس کیوں رھی ھیں؟ بتائیے نا، آخر یہ ھنسی کس بات پر؟" مرد نے اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ھوئے پوچھا اور خود بھی مسرت کے ساتھ ھنس پڑا-

"میرے منھ میں ھنسی کا ایک کیڑا داخل ھو گیا تھا" عورت نے اپنا منھ موڑ لیا اور رومال سے آنکھیں پونچھیں- اس کی آواز میں پھر سنجیدگی آ گئی تھی جب اس نے پوچھا: "آپ یہاں کیوں آئے ھیں؟ کسی چیز کی نمائندگی کرتے ھیں کیا؟"

مرد کو افسوس ھوا کہ ان دونوں نے ھنسنا بند کر دیا- اس کا جی چاھتا تھا کہ وہ ذرا دیر اور ھنستے رھتے-

"میں مصور ھوں" اس نے کہا- "میں یہاں زندگی کی تصویریں بنانے آیا ھوں- کسی چیز کی تلاش میں جس کی مصوری کر سکوں-"

عورت نے اس کی طرف دلچسپی سے دیکھا-

"کیا خیال ھے؟" مصور نے پوچھا-

"کچھ نہیں- ھمارے یہاں کلب میں بھی ایک مصور ھے-"

"اچھا؟" مصور کی سمجھ میں نہ آیا کہ کلب والے مصور کے بارے میں کیا کہے- اس لئے اس نے سر ھلاتے ھوئے کہا: "مصوروں کی کیا کمی ھے-"

"آپ کاھے کی تصویریں بناتے ھیں؟"

"ھر چیز کی- میں، تم*... آپ کی تصویر بنا سکتا ھوں- کیا آپ چاھتی ھیں آپ کی تصویر بناؤں؟"

عورت مسکرائی-

"میری تصویر؟ میری تصویر کیوں بنائیے- ھمارے یہاں بڑے شاندار مناظر پائے جاتے ھیں دریا کے پاس- کبھی کبھی میں صبح کو پانی کے لئے جاتی ھوں تو اپنی آنکھیں نہیں ھٹا

---

*مصنف نے دونوں کرداروں کے مکالموں میں ان کی زبان سے کہیں "آپ" اور کہیں "تم" کہلوایا ھے- اڈیٹر-

پاتی- کتنا خوبصورت منظر ہوتا ہے! کبھی کبھی تو خود میرے دل میں خیال آتا ہے: کاش میں اس منظر کو تصویر کا جامہ پہنا سکتی-"

"کبھی کوشش کی ہے؟"

"اوہ... آپ کو ان مناظر کو خود دیکھنا چاہئے علی‌الصباح- اچھا، یہ بتائیے کہ مصوری سیکھنی پڑتی ہے یا آدمی پیدائشی طور پر مصور ہوتا ہے؟"

"دونوں باتیں ہوتی ہیں... بڑے مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے..." مصور اس بارے میں باتیں نہیں کرنا چاہتا تھا- "بہتر ہوگا کہ کچھ اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ-" وہ نیچے کود گیا اور گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگا- وہ عورت کو دیکھ دیکھکر مسکرائے جا رہا تھا- "بتاؤ نا اس جنت میں تم کس طرح کی زندگی بسر کر رہی ہو؟!" اس نے اپنے بازو پھیلائے اور چاروں طرف دیکھا-

عورت بھی اس کی مسکراہٹ کے جواب میں مسکرائی-

مرد نے گہری سانس لی... سڑک سے ہٹ‌کر دوڑتا ہوا کچھ دور تک گیا، دھول میں اٹے ہوئے کچھ پھول توڑے، بھاگتا ہوا گاڑی کے پاس تک پہنچا اور یہ پھول عورت کو پیش کئے جس نے شکرگزار مسکراہٹ کے ساتھ انہیں قبول کر لیا-

"یہ پھول کویل کے آنسو کہلاتے ہیں" اس نے کہا اور احتیاط کے ساتھ ان پھولوں کا چھوٹا سا گلدستہ بنانے لگی- "اس کا اپنا کوئی گھونسلا نہیں ہوتا، اس لئے وہ ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہے اور جہاں بھی کوئی آنسو ٹپکتا ہے ایک پھول جنم لیتا ہے-"

"تمہیں یہ پھول پسند ہیں؟" مصور اچھل‌کر گاڑی پر چڑھ گیا- چڑھتے وقت اس کا ہاتھ عورت کے گھٹنے کی گولائی سے چھو گیا- اس نے جلدی سے عورت کی طرف دیکھا...

عورت نے اپنی اسکرٹ نیچے کھینچ دی اور پھولوں کو ترتیب دیتی رہی- لمحہ بھر کے لئے مصور کے ذہن میں ایک تصویر ابھری- ایک توانا اور حسین و جمیل عورت کی تصویر جو کویل کے آنسو کہلانےوالے اداس، زردی مائل نیلے چھوٹے

ھولوں کا گلدستہ بنانے میں مصروف تھی- لیکن جذبات کی یک طاقتور لہر نے اسے مغلوب کر دیا... اور یہ تصویر ذھن ے غائب ھو گئی- اچانک اسے دنیا بڑی شدت کے ساتھ اپائیدار اور فانی نظر آنے لگی-

"زندگی آخر ھے کیا؟" اس نے زور سے کہا- "بہت ھی لدی اس کا خاتمہ ھو جاتا ھے اور بس!" اس نے ورت کی طرف اس توقع سے دیکھا کہ وہ اس کی ات سمجھ رھی ھے- "ھم جو کچھ کرنا چاھتے ھیں و سکتا ھے کہ کر لیں- یا یہ کہ ھم کم از کم اس کی تکمیل ی کوشش کریں..." اسے جھرجھری آ گئی- الفاظ کتنے حمقانہ اور کھوکھلے تھے! "لیکن کیا عذاب ھے! تمہاری سمجھ یں نہیں آتا؟ ھم جو کچھ کرنا چاھتے ھیں کر لیتے ھیں لیکن س سے فائدہ؟ اور پھر یہ بھی ھے کہ ھمیں ساری زندگی اپنے پ کو گلے سے پکڑے رھنا ھوتا ھے- اپنے آپ سے کہتے رھنا وتا ھے کہ ھم کتنے اچھے ھیں، کتنے... لیکن ادھر دیکھو، یہ نگل، یہ وسیع میدان، یہ آسمان... یہ سارا ماحول جذبات ی شدت سے تڑپ رھا ھے- کیا حسن ھے! آدمی کو اس سے حبت کرنی ھی چاھئے- اور یہی حاصل زندگی ھے- محبت سب چھ ھے اور باقی جو کچھ بھی ھے وہ محض بکواس-" ایسا گتا تھا کہ وہ کسی سے بحث کر رھا ھو- وہ بڑے جوش کے اتھ بازو ھلا ھلاکر باتیں کر رھا تھا اور اس کی نظریں سلسل عورت پر جمی ھوئی تھیں- اس کے ردعمل کی منتظر ھیں-

وہ بڑے انہماک سے سن رھی تھی اور سمجھنا چاھتی تھی- س اثنا میں مرد نے اپنا ھاتھ اس کے بازو پر رکھ دیا-

"میری طرف اس طرح کیا دیکھ رھی ھو؟ میری بات سمجھ یں رھی ھو کیا؟" اس کا ھاتھ عورت کے نرم شانے پر پھیل گیا اور اس نے اسے اپنی طرف کھینچنے کی وشش کی-

عورت نے اچانک خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا ور اسے بوکھلا دینےوالی سردمہری سے گھورا جیسے کوئی منھ

پر طمانچہ مار دے- پھر اس نے بالکل بدلی ہوئی تلخ آو
میں کہا:
"میں سمجھ رہی ہوں" اور منہ پھیر لیا-
مصور نے جلدی سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا جیسے کوئی آگ
ہاتھ ہٹائے... وہ بوکھلاہٹ میں مسکرانے لگا-
"اوہ! ... تو یہ ہے ہم لوگوں کی حالت!" وہ ذرا دیر
عورت کو خاموشی سے گھورتا رہا، اس کے بعد برہمی کے سا
بولا: "ہم اپنی مختصر زندگی بسر کرتے ہیں... اور دنیا س
رخصت ہو جاتے ہیں- یہ ہے لب‌لباب- لیکن ہٹاؤ بھی اس قص
کو- جہنم میں جائے یہ سارا جھمیلا!" آخری الفاظ اس
بےحد غصے میں کہے- پھر اس نے اپنے پیر اٹھاکر گاڑی مے
پھیلا دئے، لیٹ گیا اور اپنا منہ خوشبودار گھاس مے
چھپا لیا-
گاڑی کچھ دیر تک دونوں میں کسی بات‌چیت کے بغیر چل
رہی-
اگلے پہیوں سے جھن‌جھناہٹ کی آواز ابھر رہی تھی
گھوڑا خرخر کی آواز نکال رہا تھا- جنگل میں جو اب غرو
ہوتے ہوئے آفتاب کی روشنی میں نہایا ہوا تھا، پرندوں
نغمات گونج رہے تھے- کوئی بہت بڑی اور چمکیلی چیز گھا
پر آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی زمین کے ایک سرے س
دوسرے سرے تک کا سفر طے کر رہی تھی-
عورت نے مڑکر دو ایک بار اپنے ساتھی کی طرف دیکھ
وہ چپ‌چاپ لیٹا ہوا تھا- قیمتی ریشمی قمیض کے نیچے اس
تنگ پیٹھ سے شانوں کی دونوں ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں ا
اس کی کنپٹی پر ایک نیلی رگ تھرتھراہٹ کے ساتھ پھڑ
رہی تھی-
"کیا بجا ہے؟" عورت نے دریافت کیا-
مرد اٹھ بیٹھا اور سامنے پھیلی ہوئی سڑک پر نظریں جما
ہوئے دھیرے سے بولا:
"آپ مجھے معاف کر دیجئے... ابھی ابھی میں نے جو ک
کہا ہے اس کے تصور سے مجھے سخت اذیت ہو رہی ہے" ا

ں پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں- اس نے اپنی ٹائی ڈھیلی
ں اور عورت کی طرف دیکھا... وہ خود بھی اسے غور سے دیکھ
ہی تھی- اس کا جائزہ لے رہی تھی-
"ہوگا- کوئی بات نہیں" عورت نے کہا اور اس کے ہونٹوں
ے گوشے ایک تمسخرآمیز لیکن بالکل غیرجارحانہ بلکہ دوستانہ
سکراہٹ سے لرز اٹھے- "میں سمجھتی ہوں کہ تم پر اس
یفیت کے طاری ہونے میں ان جنگلوں، میدانوں، ان سب کا
اتھ تھا- کیوں تھا نا؟"
"تم ٹھیک کہتی ہو- صحیح بات فوراً میری سمجھ میں آ
ئی" اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا- "مجھے ایسا محسوس
وتا ہے جیسے میں نے چرائی ہوئی روٹی کھا لی تھی-"
"ہوگا- اس پر پچھتاؤ نہیں- تمہارے ذہنوں کو بھٹکنے
ا موقع ملے تو سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو-"
مصور نے سگریٹ کیس نکالا، سگریٹ سلگائی، پھر اپنے
مبے بازو لمبے پتلے پیروں میں لپیٹ لئے اور گہری سوچ میں
ہو گیا- اسے دیکھ کر کسی ایسے شخص کا تصور ذہن میں
بھرتا تھا جو ناخوشگوار طور پر حیرت اور افسردہ‌دلی کا
شکار ہو-
"سب کے سب؟"
"غلط کہہ رہی ہوں کیا؟"
"نہیں، نہیں- سب مرد ایسے نہیں ہوتے- کیا ہمیں ابھی
کافی فاصلہ طے کرنا ہے؟"
"تقریباً دو کلومیٹر-"
"سب ایسے نہیں ہوتے... تمہیں یہ نہ کہنا چاہئے تھا-"
عورت نے کوئی جواب نہ دیا-
جنگل ختم ہو چکا تھا اور اب سڑک کھیتوں کے درمیان سے
گزر رہی تھی-
شام چپ‌چاپ آئی اور دھرتی پر ایک لطیف، دلگیر اداسی
پھیل گئی- بٹیروں نے چہچہانا شروع کر دیا-
مرد سگریٹ پی رہا تھا اور عورت کے چہرے کے تیکھے
نقوش کو دیکھے جا رہا تھا-

"تم بڑی اچھی عورت ہو" اچانک اس نے بہت سادگی کہا- "تمہارا نام کیا ہے؟"

"نینا-"

"نینا، تم بڑی اچھی عورت ہو-"

"اوہ" عورت اس کی طرف نہیں مڑی لیکن اس چہرہ حیا اور مسرت کا، خاموش مسرت کا، حالیہ برسوں نہ بھولی ہوئی مسرت کا آئینہ‌دار تھا-

"میں تمہاری تصویر بناؤں‌گا-"

"کیا مطلب؟" نینا نے مڑکر اسے دیکھا لیکن فوراً ہی نگاہیں ہٹا لیں-

"میرا مطلب ہے کوئی تصویر جو تمہارے بارے میں ہوگی... اس کا نام ہوگا ' کویل کے آنسو'-"

"اوہ میرے خدا" نینا اس سے زیادہ کچھ اور نہ کہہ سکی دونوں کچھ دیر تک خاموش رہے-

"تمہارا نام کیا ہے؟" نینا نے پوچھا-

"سرگئی-"

"تم ٹھہروگے کہاں؟"

"مجھے کچھ پتہ نہیں..."

"تم ہمارے یہاں ٹھہر سکتے ہو- صرف ماں اور میں رہتے ہوں- کافی جگہ ہے- آدھا گھر ویسے بھی خالی پڑا رہتا ہے اور ہمارا گھر دریا کے بالکل قریب ہے..."

سرگئی نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا- ذرا دیر بعد اس نے کہا:

"سنو، ایک بات بتاؤ- تم نے برا تو نہیں مانا؟"

"ارے، چھوڑو بھی اس قصے کو، تمہیں شرمندگی کا احساس ہے- یہ ایک اچھی بات ہے-" وہ آگے جھکی اور لگام سے گھوڑے کے کئی ہاتھ رسید کئے- گاڑی سڑک پر شور مچاتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی-

"نینا!" مصور نے اس کا نام لےکر پکارا-

"ہاں..." اس نے مڑکر اس کی طرف نہیں دیکھا-

"کیا تم برا مان گئیں؟"

"فکر مت کرو! .. تم سب کی باتوں کا برا مانتے رہنا
اب جان مول لینا ہے- اب ہمیں اس بارے میں بات ہی نہ
نی چاہئے- وہ رہا ہمارا بریوزوفکا- وہ وہاں-"

سامنے گاؤں دھندلا دھندلا سا نظر آیا- گھروں کی چھتیں
وب آفتاب کی پہلی تابندگی سے ارغوانی ہو رہی تھیں اور
سا لگتا تھا کہ کھیتوں میں پکتے ہوئے اناج کے سنہرےپن کے
میان ان سے ہلکا دھواں سا اٹھ رہا ہو-

"تم ایسی شام کی تصویر بنا سکتے ہو؟" نینا نے پوچھا-
یکھو نا کتنی خوبصورت ہے-"

"ہاں" مصور نے دھیرے سے کہا- وہ لمحہ بھر رکا رہا،
اس نے دوہرایا: "ہاں، خوبصورت ہے-"

اور واقعی یہ بڑی خوبصورت شام تھی-

یادوں کے سائے

ذرا گھوڑوں کو دیکھو، سرپٹ دوڑتے ہوئے
ادھر ادھر، دور تک دوڑتے ہوئے
ان کے سم غروب آفتاب کے وقت
آسمان پر مسلسل ضربیں لگا رہے ہیں-
ان کی منزل کہاں ہے؟
کس کی زندگی کو وہ
خاک میں ملا رہے ہیں؟
کیا یہ میری زندگی نہیں؟ میں نے کہا-

اب وہ بےحس و حرکت کھڑے ہیں
اتنے تھکے ہوئے کہ اچھل کود نہیں کر سکتے...
اور وہ بےحس‌وحرکت ہی کھڑے رہیں گے،
انہیں آواز ہی کیوں نہ دی جائے- اور سرخ چوکھٹے میں
جڑی، کسی مقدس عیسائی تصویر کی طرح
خوابیدہ جھیل سامنے پھیلی ہوئی ہے-

منکا ایکٹر بننے کے لئے ماسکو میں زیرتعلیم تھا-
یہ موسم‌گرما کے ابتدائی ایام تھے اور وہ اداکاری کے اپنے
امتحان سے ابھی ابھی فارغ ہوا تھا-
وہ دن کے واقعات کو اپنے ذہن میں دوہراتا ہوا پیدل
ٹل لوٹ رہا تھا- امتحان میں اس نے اپنی صلاحیتوں کا
ا، بہت ہی اچھا مظاہرہ کیا تھا اور اسے ایسا محسوس ہو

رہا تھا جیسے کہ اس کا دماغ آسمان پر ہو- اس نے اپنے سامنے
ایک شاندار مستقبل کا تصور کیا اور اسے اپنے اِندر بے پنا
قوت کا احساس ہوا-

اس نے سوچا کہ گرمیوں میں آرٹ پر کوئی بیس کتابیں
تو پڑھ ہی لوں گا- کلاسیکی ادب کو چھان ماروں گا، اجتماعی
فارموں کی زندگی پر ایک ڈرامہ لکھوں گا- یونہی محض اپنی
تسکین کے لئے اور اس کے بعد— بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا
ہوتا ہے!

ہاسٹل میں اس نے اپنے والد کوندرات لیوتائیف کو اپنا
منتظر پایا-

کوندرات ایک صحت‌گاہ میں تعطیل منانے گیا تھا اور گھر
لوٹتے وقت اس نے سوچا، چلو بیٹے کو دیکھتے چلیں- چنانچہ
اس وقت وہ پلنگ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا- بھاری بھرکم
جسم، رنگ دھوپ سے سونلایا ہوا، ورسٹیڈ کا سوٹ زیب تن
کئے ہوئے- وقت کاٹنے کے لئے وہ ایک بیرونی باتصویر رسالے
کے اوراق الٹ پلٹ رہا تھا- وہ اپنی انگلی کو جس پر تمباکو
کے دھبے پڑے ہوئے تھے نم کرتا اور رسالے کے چکنے باریک
ورق الٹتا-

کوندرات لیوتائیف کو التائی اسٹیپوں میں واقع ایک
اجتماعی فارم کے چیرمین کا عہدہ سنبھالے سات برس ہونے کو
رہے تھے- اس نے اپنی ذمے‌داریاں بڑی خوش‌اسلوبی سے نبھائی
تھیں اور اس کے کام کے سلسلے میں اسے سراہا بھی گیا تھا
اپنی اس تعریف پر وہ دل ہی دل میں بہت فخر محسوس
کرتا تھا- پچھلے سال منکا نے ثانوی اسکول سے فارغ‌التحصیل
ہوتے ہی اعلان کیا تھا کہ وہ ایکٹر بننے کی تربیت حاصل کرنے
کے لئے باہر جا رہا ہے تو باپ بیٹے میں جھگڑے کی نوبت آ گئی
تھی- کوندرات نے بیٹے کے جذبات اور احساسات کو سمجھنے
کی دیانتداری کے ساتھ لاکھ کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہا
تھا- "تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے!" کوندرات نے کیتلی
جتنے بڑے مکے سے سینہ پیٹتے ہوئے چیخ‌کر کہا تھا- "تم مجھ
سے کیوں نہیں پوچھتے! میں نے اپنے زمانے میں سینکڑوں

بکثر دیکھے ہیں! یہ لوگ ہر ہفتہ محاذ پر ہمارے پاس آیا
رتے تھے- سب کے سب پکے شرابی، نشے میں مسلسل دھت
ہنےوالے! صرف مرد ہی نہیں، عورتیں بھی! اور پھر یہ لوگ
ینگ کس طرح مارتے ہیں!" لیکن منکا اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا
ہا اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے-

تو اس پس منظر میں منکا اب اپنے باپ کو دیکھ کر حیرت
یں پڑ گیا-

کوندرات نے اپنے چہرے پر کھینچ تان کے ایک پھیکی سی
سکراہٹ پیدا کی اور رسالے کو ایک طرف رکھ دیا-

انہوں نے ہاتھ ملائے لیکن دونوں اپنی اپنی جگہ پر کچھ
جھینپے ہوئے سے، کچھ بےچین سے تھے-

"کہو بھئی، تم یہاں کیسے چل رہے ہو؟" کوندرات نے
پوچھا-

"بالکل ٹھیک-"

ذرا دیر تک دونوں خاموش رہے-

"تمہارے یہاں کیا کچھ شراب پی جا سکتی ہے؟" کوندرات
نے دوسرے طالب علم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا-

طالب علم نے اس کا کچھ اور ہی مطلب نکالا:

"اس کے لئے ہمیں بچی‌کھچی رقم جوڑنی ہوگی... وظیفے
کا دن کل ہے-"

کوندرات کے چہرے پر شرم سے سرخی چھا گئی-

"پاگل ہوئے ہو کیا! میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم لوگ
انتظام کرو- میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ ہم یہاں بیٹھ‌کے
دو ایک گلاس پیئیں تو کیا تم لوگوں کی سرزنش کی جائےگی؟"

"دراصل یہاں شراب پینے کی اجازت تو نہیں ہے" منکا
نے کہا اور مسکرا دیا- اسے یہ بات عجیب سی لگ رہی تھی کہ
اس کے والد الجھن کا شکار ہیں اور وہ اتنا عمدہ قسم کا سوٹ
پہنے ہوئے ہیں- "صرف خاص مواقع پر اس کی اجازت ہے-"

"اچھا تو چلو!" کوندرات اٹھ کھڑا ہوا- "بعد میں تم
کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک خاص موقع تھا-"

وہ لوگ خریداری کرنے چلے گئے-

کوندرات کو جانے کیا ہو گیا تھا، وہ خریداری کے معاملے میں شاہخرچی پر اتر آیا- قیمتی ساسیج، برانڈی، ڈبہ بند اسپرٹ مچھلیاں — سب ملاکر کوئی چالیس روبل کی چیزیں خرید ڈالیں- منکا نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے کچھ بگڑتے ہوئے صرف یہ جواب دیا: "تم فکر نہ کرو، اس معاملے سے تمہارا کوئی تعلق نہیں-"

لیکن دکان سے لوٹتے وقت ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہنے کی وہ جو کیفیت شروع میں پیدا ہوئی تھی اس میں کسی حد تک کمی واقع ہو گئی اور گفتگو کا سلسلہ چل نکلا- کوندرات اپنے عام شفقت بھرے لہجے میں باتیں کرنے لگا-

"ایکٹر صاحب، شہرت حاصل ہو جائے تو ہمیں بھول نہ جانا... ویسے تو تم بھول ہی جاؤگے- کیوں، بھول جاؤگے نا؟"

"کیا مہمل بات ہے! کس کو بھول جاؤں گا؟.."

"چھوڑو بھی اس قصے کو... تم ایسا کرنےوالے واحد شخص نہ ہوگے- لیکن پہلے تو تمہیں شہرت حاصل کرنی ہوگی- ہے نا؟"

"بےشک-"

منکا کا ایک اور دوست آ گیا اور چاروں نے بیٹھکے پی- کوندرات کا چہرہ سرخ ہو گیا- اس نے اپنا ورسٹیڈ کا سوٹ اتار دیا اور فوراً ہی اس کے شانے کہیں زیادہ چوڑے نظر آنے لگے- باریک کپڑے کی قمیض کے نیچے سے اس کا بھاری بھرکم جسم جو اب بھی کافی مضبوط اور گٹھا ہوا تھا، جھلکنے لگا-

"تمہیں یہاں دشوار حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کیا؟" اس نے دوسرے دونوں لڑکوں سے پوچھا-

"کوئی خاص دشواری تو نہیں..."

"تم کہتے ہو کہ کوئی دشواری نہیں... مگر کبھی تمہارا جی چاہے تو تم یہاں شراب بھی نہیں پی سکتے- یہ بھی کوئی زندگی ہوئی؟ تمہیں باہر نکلکر اپنی دوست لڑکی کے ساتھ گھومنا پھرنا چاہئے تھا- مگر تمہیں تو یہ ساری کتابیں پڑھنی ہیں- کیوں، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

لڑکے ہنس پڑے- برانڈی بے تکلفی کی فضا پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو رہی تھی- منکا کو یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اس کے والد ماضی کی تلخی کو رفع دفع کرنے کے لئے اتنے واضح طور پر تیار ہیں- اس نے سوچا کہ شاید صحت‌گاہ میں کسی نے انہیں سمجھایا ہو کہ سارے کے سارے ایکٹر شرابی نہیں ہوتے، نیز یہ کہ اداکاری کچھ اتنی تضیع اوقات بھی نہیں جتنی کہ وہ سوچتے ہیں-

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے!" کوندرات نے گرجدار آواز میں کہا- "تم یہاں پڑھنے کے لئے آئے ہو تو پڑھو- لڑکیاں انتظار کر سکتی ہیں اور مےنوشی شروع کرنے کے لئے ابھی تمہاری عمر بہت کم ہے- اتنی کم کہ تمہاری ناک بچوں کی طرح گندی رہتی ہے... گزشتہ سال میں منکا کے فیصلے سے پریشان ہو گیا تھا... مگر اب منکا، سنو، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں- ٹھیک ہے، تعلیم جاری رکھو اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد تم میں سے کسی کو بھی روزگار حاصل کرنے میں دقت ہو تو میرے فارم پر آ جانا اور کلب میں ملازمت کر لینا- منکا کو معلوم ہے کہ میرا کلب کیا ہے- صحیح معنوں میں نہایت ہی شاندار- ماسکو میں جوتیاں چٹخاتے رہنے سے یہ کہیں بہتر ہوگا..."

"ڈیڈی..."

"میں نے کوئی غلط بات کہی ہے کیا؟ اچھی بات ہے، برا نہ ماننا... میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ تم تو بہت پڑھے لکھے لوگ ہو- اوہ، میرا فارم بہت ہی عمدہ ہے! منکا جانتا ہے..."

بعد میں کوندرات اور منکا قومی معاشی کارناموں کی نمائش دیکھنے گئے-

منکا نے اپنے امتحان کو یاد کیا اور اسے ایسا لگا جیسے اس کی خوشی دوگنی ہو گئی ہو-

"مثال کے طور پر آپ اپنے آپ کو لیجئے- آپ انسان ہیں" منکا نے کچھ ڈگمگاتے ہوئے کہا- "فرض کیجئے کہ ایکٹر کی حیثیت سے مجھ سے آپ کا کردار ادا کرنے کو کہا جائے- مگر

میں اور آپ ایک دوسرے سے مختلف ہیں- ہیں نا؟ اس بات کو سمجھئے!"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں" کوندرات بالکل سیدھا چل رہا تھا- اس کے قدموں میں ہلکی سی بھی لڑکھڑاہٹ نہ تھی- "کوئی احمق بھی اسے سمجھ سکتا ہے-"

"تو اس صورت میں مجھے آپ کا مطالعہ کرنا ہوگا- مطالعہ آپ کے کردار کا، طور طریقوں کا، چال ڈھال کا... ہر چیز کا جسے ہم آپ کا طرززندگی کہتے ہیں-"

"کیا تم ان سب باتوں کو پہلے سے نہیں جانتے؟"

"میں تو صرف ایک مثال دے رہا ہوں-"

"اچھی بات ہے، میری چال کی نقل کرنے کی کوشش تو کرو" کوندرات نے دلچسپی لینا شروع کر دی-

"ارے، یہ تو بچوں کا کھیل ہے!" منکا پکار اٹھا- "اس سے آسان اور کوئی بات نہیں ہو سکتی!" وہ کچھ آگے نکل گیا اور اپنے والد کی طرح چلنے لگا: ہاتھ جیبوں میں ڈالے ہوئے زمین پر مضبوطی کے ساتھ قدم جماتا ہوا، دائیں بائیں ذرا ذرا سا جھومتا ہوا-

کوندرات بہت زور سے قہقہہ مارکر ہنس پڑا-

"بہت ملتی جلتی ہے!" اس نے بھاری بھرکم آواز میں کہا- کچھ راہگیر ان کی طرف دیکھنے لگے-

"یہ میری جیسی چال ہے- کیوں ہے نا؟" کوندرات نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا- "یہ مجھے دکھا رہا ہے کہ میں کس طرح چلتا ہوں-"

منکا کو کچھ خفت سی محسوس ہوئی-

"شاباش" کوندرات نے سنجیدگی سے کہا- "تربیت کا سلسلہ جاری رکھو، تم اپنے فن میں ترقی کر رہے ہو-"

"یہ تو کچھ بھی نہیں! اصل چیز یہ نہیں ہوتی" منکا اب خوش تھا- "اصل چیز تو ہوتی ہے کردار کی اداکاری- روح کی ترجمانی... ابھی ابھی جو کچھ میں کر رہا تھا وہ تو بندروں کی طرح نقل اتارنا ہوا- ایسی اداکاری کے لئے ہم لوگوں کی سخت سرزنش کی جاتی ہے-"

"سرزنش کیوں کرتے ھیں؟"

"اس لئے کہ فن یہ نہیں ھے- فن کا تقاضا ھے کہ... یوں سمجھئے کہ مثال کے طور پر میں آپ کا کردار ادا کر رھا ھوں-"

"تو پھر؟"

"میری اداکاری کچھ ایسی ھونی چاھئے کہ میں آخری شکل میں جو کردار پیش کروں اس میں آپ کی بھی جھلک ھو اور میری بھی- آپ سمجھے؟ صرف اسی صورت میں فنکار کہلانے کا مستحق ھوں گا-"

"اب ھم لوگ چل کے ایک گھوڑا دیکھیں گے" کوندرات نے اچانک سنجیدگی سے کہا- "یہاں یہ لوگ افزائش نسل والے ایک مثالی گھوڑے کی نمائش کر رھے ھیں!.." اس نے غصے سے زمین پر تھوکا اور اپنا سر ھلایا- "تمہیں اپنا بویان تو یاد ھے نا؟"

"ھاں، مجھے یاد ھے-"

"حال ھی میں ایک کمیشن اسے دیکھنے کے لئے ھمارے یہاں گیا تھا- میں اسے نمائش میں بھیجنا چاھتا تھا لیکن ان لوگوں نے ھمارے گھوڑے کو نااھل قرار دیا، ھونہہ، طفیلی کہیں کے- اور آج جب میں یہاں آیا تو میں نے ان کے اس مثالی گھوڑے کو دیکھا... اسے دیکھتے ھی متلی ھونے لگی- اسے مثالی گھوڑا کہتے ھیں، لعنت ھو ان کی آنکھوں پر! میرے بویان کے مقابلے میں تو یہ محض خرگوش جیسا ھے- میں اسے اپنے مکے کی ایک ھی ضرب سے زمین پر ڈھیر کر دوں- بڑا آیا مثالی گھوڑا!"

منکا نے اس مغرور سیاہ گھوڑے کو یاد کیا اور اس کے تصور سے اس کے دل میں میٹھا میٹھا درد ھونے لگا- وہ بیم وحشی، خوبصورت گھوڑا، گلے کے ساتھ بہت دور اسٹیپ کے پار سرپٹ دوڑتا ھوا، گردن کے الجھے بالوں کو ھوا میں لہراتا ھوا اس کی نظروں میں پھر گیا- نصف آسمان پیال کے جلے ھوئے ٹکڑوں کی طرح چمکتا اور وہ تیز سیاہ سائے مکمل خاموشی کے ساتھ زمین کو روندتے سموں سے ذرا بھی آواز پیدا کئے بغیر دائروں کے بعد دائرے بناتے-

"بےشک مجھے بویان یاد ہے" منکا نے دھیرے سے کہا
"نہایت ہی عمدہ گھوڑا ہے۔"
کوندرات ذرا دیر خاموش رہا۔ وہ اپنے سامنے کی طرف
نظریں اٹھائے گھور رہا تھا اور اس کی نیلی آنکھوں میں ایک
غضبناک چمک پیدا ہو گئی تھی۔
"ادھر کچھ دنوں سے میں خود اس کی دیکھ بھال کرتا رہ
ہوں" آخرکار اس نے کہا۔ "اس کے اصطبل میں ربڑ کا ایک
سجاوٹی پودا بھی رکھوا دیا ہے۔ اب وہ اصطبل بالکل حجر
عروسی کا جیسا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کا کچھ اس طرح جائز
لیا ہے جیسے کہ وہ میرا اپنا بچہ ہو۔ میل بھر کی دوری پ
بھی وہ ہنہنائے تو میں اس کی آواز سن لوں اور ان لوگوں
کہنا ہے کہ وہ اچھا گھوڑا نہیں!.." کوندرات اچانک خاموش
ہو گیا۔ اسے سخت اذیت پہنچی تھی۔
منکا بھی اس کے ساتھ ہی خاموش ہو گیا۔ اس کا اب
تو آرٹ کے بارے میں باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا نہ ہی ایک
کے پیشے کی کامرانیوں اور چمک دمک کے بارے میں سوچنے
کا... دوبارہ گھر پہنچنے، اسٹیپ میں افسنتین جڑی کی مہک
سے بھری ہوا میں سانس لینے اور کسی پہاڑی کی گرم چوٹ
پر خاموشی کے ساتھ بیٹھکر کچھ سوچنے کی شدید آرزو نے اس
کے سارے وجود کو جکڑ لیا۔ ایک بار پھر اسٹیپ میں تیزی سے
بھاگتے دوڑتے گھوڑوں کے ایک گلے کی تصویر اس کی نگاہو
میں منڈلانے لگی — بویان ان کے آگے آگے دوڑ رہا تھا۔ اس کی
باوقار گردن فخر کے ساتھ کمان کی طرح تنی ہوئی تھی او
سارے اسٹیپ میں حیرت انگیز طور پر سناٹا چھایا ہوا تھا
"ہاں" اس نے کہا۔
"سارے منطقے کے لوگ اسے دیکھنے آئے تھے..."
"اب ہو بھی کیا سکتا ہے..."
وہ مثالی گھوڑا اپنے مثالی اصطبل میں ایک نیچی رکاو
کے پیچھے کھڑا تھا۔ کبھی کبھار وہ اپنی نرم، بنفشئی آنکھیں
لوگوں کی طرف گھماتا، اپنے چھوٹے سر کو چوکسی سے جھٹ
دیتا اور کان چپٹے کر لیتا۔

وہ دونوں رکاوٹ کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔
"یہی ہے وہ گھوڑا؟"
"ہاں" کوندرات نے گھوڑے کو کچھ ایسی نگاہوں سے
یکھا جن سے وہ کسی ایسے خراب آدمی کو دیکھتا جس کے
یہودہ طور طریقوں سے وہ بخوبی واقف ہو۔ "ہاں، یہی ہے۔"
آرلوف نسل کا ہے۔"
"خفیہ اثرات ڈال کر کام نکالا گیا ہے۔ تب کہیں یہ نمائش
ک پہنچا ہے۔"
"بہت خوبصورت ہے۔"
"بہت خوبصورت" کوندرات نے اپنے بیٹے کے لہجے کی نقل
تارتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں کی چال کے سوا اور کچھ نہیں
سمجھتے تو بہتر ہوگا کہ بس، لوگوں کو چلتے ہوئے دیکھا
رو۔"
آپ کو اس طرح کی بات نہ کہنی چاہئے" منکا نے برا مانتے
وئے کہا۔
"اس کی پیٹھ پر بیٹھ جاؤ اور پچاس کلومیٹر سواری
رو ۔ تب دیکھوگے کہ اس کی کتنی خوبصورتی باقی بچتی ہے۔"
"آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خوبصورت نہیں۔"
"اپنی خوبصورتی ہی کی وجہ سے تو یہ یہاں موجود ہے۔
م لوگ ہمیشہ ایسی ہی باتوں پر توجہ دیتے ہیں... بےشک تم
س کی توصیف وتحسین کر سکتے ہو، خاص طور پر اس صورت
یں جب تمہیں گھوڑوں کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو۔
یکن اس کو دیکھو" کوندرات رکاوٹ کو پھاندکر گھوڑے کے
پاس تک پہنچ گیا۔ گھوڑے نے بیجا طور پر اندر داخل ہونےوالے
اس شخص کو گھبراہٹ کے ساتھ دیکھا اور زور سے زمین پر
پاؤں مارے۔ "ارے ٹھہر بھی جا!" کوندرات نے جھلا کر کہا۔
"اس کو دیکھو، کیا اسے کوئی سینہ کہہ سکتا ہے؟ یہ تو
کوریا کا گھٹنا ہے، سینہ تو نہیں ہے۔ ارے، یہ تو بیس ہی
کلومیٹر کے بعد ہانپنے لگےگا..."
نیلی اوپری پوشاک پہنے ہوئے ایک عہدےدار اس کے
پاس آیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو، شہری؟"
"تمہارے گھوڑے کو سراہنے میں مصروف ہوں۔"
"یہ کام تو تم رکاوٹ کے پیچھے کھڑے ہوکر بھی کر
ہو۔ گھیرے سے باہر چلے جاؤ۔"
"اور اگر میں اسے قریب سے دیکھنا چاہوں تو؟"
"میں تم سے روسی زبان ہی میں کہہ چکا ہوں: گھیر
سے باہر چلے جاؤ۔ یہاں پبلک کا داخلہ ممنوع ہے۔"
کوندرات نے اپنے بیٹے کو پرمعنی نگاہوں سے دیکھا او
رکاوٹ کو پھاند کر باہر آ گیا۔
"دیکھا تم نے؟ یہ لوگ ہمیں گھوڑے سے کچھ فاصلے
رکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ گھوڑوں کے بارے میں جو افراد کچ
بھی جانکاری رکھتے ہیں ان پر لمحہ بھر کے اندر ہی اس ک
اصلیت واضح ہو جائےگی۔ بڑی چالاکی سے کام لے رہے ہیں
ہے نا؟"
عہدےدار فوری طور پر اس نکتے کو نہ سمجھ سکا۔
کوندرات وہاں سے چل دینے ہی والا تھا کہ اچانک مڑک
اس نے عہدےدار سے بڑی سنجیدگی سے پوچھا: "میں ایک
بات پوچھ سکتا ہوں؟"
"ضرور" عہدےدار نے وقار کے ساتھ اپنے سر کو کچھ خ
کر دیا۔
"یہ ہے کیا؟ گھوڑی کہ گھوڑا؟"
عہدےدار نے اپنا پیٹ تھام لیا اور قہقہہ مارکر ہنس
پڑا... وہ اتنے زور سے ہنس رہا تھا کہ شاید کافی دنوں سے
اس طرح نہ ہنسا ہوگا۔
کوندرات نے اسے اداسی سے دیکھا اور انتظار کرنے لگا۔
"تو اسی لئے تم... ہا-ہا-ہا! اوہ، میری ماں! تو ت
اسی لئے اندر گئے تھے؟ اسی بات کا پتہ لگانے کے لئے
ہا-ہا-ہا!"
"خیال رکھنا، کہیں اپنے آپ کو زیادہ ہلکان نہ کر لو"
کوندرات نے کہا۔
عہدےدار نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔

"یہ گھوڑا ہے، گھوڑا، پیارے کامریڈ۔"
"واقعی؟"
"واقعی سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"
"میرا مطلب ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ یہ گھوڑا ہی ہے؟"
"بے شک۔"
"تب تو میں خوبصورت وسیلیسا ہوں۔"
"اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ گھوڑا نہیں ہے
راصل گدھا ہے۔"
عہدےدار کو غصہ آ گیا۔
"ضرور تم گزشتہ رات مےنوشی کرتے رہے ہو۔ جاؤ اور
پنے حواس درست کرو۔"
"تم خود جاکر حواس درست کرو! یا پھر اپنے اس گھوڑے
ر سواری کرو۔ یہ صرف اس لائق ہے کہ تمہیں رینگتا ہوا
مرابخانے تک لے جائے۔"
عہدےدار کو یہ بات سخت توہین آمیز اور جارحانہ معلوم
وئی۔
"یہاں سے نکل جاؤ! باہر جاؤ... ورنہ میں ملیشیا کے آدمی
و بلا لوں گا" اس نے کوندرات کا بازو چھوا۔
کوندرات اصطبل سے باہر نکل آیا۔ منکا اس کے پیچھے
یچھے تھا۔
"یہ بھی گھوڑا ہے، بولو؟" کوندرات نے سگریٹ جلائی
ور طویل کش لے لےکر دھواں نگل گیا۔ "واپس لوٹ کر میں
س کمیشن کے ارکان سے ملاقات کروں گا اور انہیں گھوڑے کے
تعلق اپنی رائے دوں گا۔ تم اس کے متعلق تمام تفصیلات اکٹھا
ر لو، ساری باتیں مجھے خط میں لکھ بھیجنا۔ میں کمیشن کے
رکان کی جان کھا جاؤں گا... سڑے ہوئے شیطان کہیں کے!"
منکا بھی سگریٹ پینے لگا۔
"اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟"
"اسٹیشن کو۔ میری ٹرین ۹ بجکر ۱۵ پر چھوٹتی ہے۔"
منکا نے اپنے سینے میں گھر کی یاد سے پیدا ہونےوالی

افسردگی کی چبھن محسوس کی- اسے اب کہیں جاکر احساس
ہوا تھا کہ ایک بار پھر والد کی قربت کتنی اچھی بات تھی، ا
کے ساتھ بیتی ہوئی زندگی کتنی مسرت اور بےفکری ک
زندگی تھی-

"گھر کے حالات کیسے ہیں؟" اس نے پوچھا-

"ٹھیک ہیں- ہم لوگ صحیح سلامت ہیں- تمہاری ماں بڑ
شدت سے تمہاری کمی محسوس کرتی ہیں- ایک بار تو و
نصف شب کو اچانک پلنگ سے اتر کھڑی ہوئیں- انہیں کچ
ایسا لگا تھا جیسے کھڑکی سے کوئی انہیں پکار رہا ہو- مے
باہر گیا مگر وہاں کوئی نہ تھا- بات یہ ہے کہ وہ تمہاری کم
بہت محسوس کرتی ہیں- اس لئے طرح طرح کی باتوں کا تصو
کرتی رہتی ہیں- منکا کے چہرے سے تفکر جھلکنے لگا-

"وہ ایسا کیوں کریں؟"

بھئی، اب ہم لوگ پہلے جیسے جوان تو رہے نہیں،
ہونہہ، وہ ایسا کیوں کریں؟"

"گاؤں کا کیا حال ہے؟"

"اس بارے میں کیا پوچھ رہے ہو؟"

"کسی چیز میں کوئی تبدیلی ہوئی؟"

"اب بھی وہی حالت ہے- اس سال ہم نے بوائی کچھ جلد
کرا دی ہے- تمہیں وہ نمکین دلدل کے اس طرف والا ترائی
علاقہ یاد ہے؟ وہاں ہم ہمیشہ بکوھیٹ* بویا کرتے تھے...

"ہاں، یاد ہے-"

"میں نے اسے پھلوں کے باغ میں بدل دیا ہے- کہہ نہ
سکتا کہ تجربہ کامیاب ہوگا کہ نہیں- بڑے بوڑھے تو کہتے ہ
کہ میں نے غلطی کی ہے-"

منکا کی سمجھ میں نہ آیا کہ اور کیا پوچھے- یہ کو
پوچھنےوالی بات نہ تھی کہ لوگ اب بھی شام کو ا
اکارڈین بجاتے گھومتے پھرتے ہیں کہ نہیں- یہ سوال تو م

---

*ایک قسم کا اناج جو گھوڑوں اور مرغیوں کو کھل
جاتا ہے-

کو اس معلوم ہوگا، اس نے سوچا- ویسے بھی پوچھنے کا سوال
وئی تک نہیں- لوگ اکارڈین ضرور بجاتے ہوں گے مگر اب یہ
سب کچھ اس سے کتنے زیادہ فاصلے پر ہے! والد تو اب وہاں
اپس لوٹ رہے ہیں جہاں والدہ ہیں اور خود اس کے اپنے
رانے دوست ہیں- "آپ تین دنوں میں گھر پہنچ جائیں گے-"

"کیا تم موسم گرما میں گھر نہ آؤ گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا- یہاں میں ایک مطالعاتی گروپ کا
نچارج ہوں... کہہ نہیں سکتا- شاید آ جاؤں-"

"آئندہ سال وہ یہاں آئے گا" کوندرات نے سختی سے کہا-
'میں ضرور کوئی صورت نکال لوں گا-"

"کون آئے گا؟"

"بویان- میں نے سوچ لیا ہے کہ ہم لوگ اسے ٹرین میں
س طرح یہاں لائیں گے- اس بار ان لوگوں نے اتنا بڑا نوالہ
اٹ لیا ہے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اتر سکتا- میں خود
ن لوگوں کو نااہل ثابت کرا دوں گا-"

"گاؤں میں تو ان دنوں بہت اچھا موسم ہوگا؟ راتیں بڑی
خوشگوار ہوتی ہوں گی نا؟.."

"تمہیں گھر کی یاد بہت ملول کر رہی ہے کیا؟"

"ارے نہیں! مجھے یہ شہر بھی پسند ہے- آپ مثال کے
طور پر گورکی پارک چلے جائیے، آپ کو تفریح کے تمام سامان
ملیں گے-"

"ماسکو" کوندرات نے غور و فکر کے ساتھ کہا- "ظاہر ہے
یہ دارالخلافہ ہے- ہم یہاں سے اسٹیشن کیسے پہنچیں گے؟"

"زمین‌دوز ریلوئے کے ذریعے یا ٹرالی‌بس سے- زمین‌دوز
ریلوئے بہتر رہے گی- صرف ایک جگہ ٹرین بدلنی ہوگی-"

کوندرات نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا-

"تمہیں یہاں کے راستے معلوم ہیں؟"

"زیادہ نہیں لیکن..."

"ماسکو" کوندرات نے پھر کہا- "جنگ کے زمانے میں چند
بار میں یہاں آیا تھا- بے‌شک اس وقت یہ شہر آج کل کا جیسا
نہیں تھا-"

اسٹیشن پر منکا نے دل میں کچھ عجیب درد سا محسوس
کیا- اچانک ایک شدید کرب نے اس پر غلبہ پا لیا-
اس کے والد نے چھوڑے ہوئے سامان کے دفتر سے اپ
سوٹ‌کیس لیا اور دونوں ان کا ڈبہ تلاش کرنے چل دئے
پلیٹ‌فارم پر چلتے ہوئے دونوں میں سے کسی نے کوئی بات ن
کی- وہ ٹرین پر سوار ہو گئے- اس کے والد نے سامان ک
سلیقے سے رکھنے میں خاصا وقت لیا- اس کے بعد وہ میز پ
بیٹے کے سامنے بیٹھ گیا- دونوں پھر خاموش ہو گئے اور کھڑک
سے باہر دیکھنے لگے-
پلیٹ‌فارم پر لوگ چل پھر رہے تھے- کچھ عجلت میں تھ
جبکہ دوسرے لوگ جو زیادہ سفر کر چکے تھے سکون کے سات
چل رہے تھے-
"اور یہ سب لوگ یہاں سے دور جا رہے ہیں" منکا ن
سوچا-
ڈبے میں چاروں طرف تازی مہک پھیلی ہوئی تھی جو یا ت
رنگ کی تھی یا چمڑے کی-
لاؤڈ اسپیکر پر ایک آواز نے ان لوگوں کو جو محض کسی
کو رخصت کرنے آئے تھے آگاہی دی کہ وہ ٹرین سے اتر جائیں
اور ٹکٹ ان لوگوں کو دینا نہ بھولیں جو سفر کرنےوالے ہیں-
منکا ٹرین سے اترکر پلیٹ‌فارم پر آ گیا اور اس کھڑکی ک
پاس پہنچا جہاں اس کا باپ بیٹھا تھا-
دونوں کی نگاہیں ملیں- کوندرات اسے بڑی توجہ او
سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا-
"آخر ایسا کیوں ہے؟" منکا نے حیرت سے سوچ
جیسے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو آخری بار دیکھ رہ
ہوں-
اب بھی ٹرین نے حرکت نہ کی-
آخرکار اس نے چلنا شروع کیا-
منکا کھڑکی کے قریب رہتے ہوئے ٹرین کے ساتھ ساتھ اپنے
والد کو دیکھتا ہوا چلنے لگا- باپ بھی اس کی طرف دیکھ رہ
تھا- وہ چھوٹی سی میز پر آگے کی طرف کچھ جھکا ہوا بالکل

ےحس‌وحرکت بیٹھا تھا- بال سفید، چہرہ اداس اور آنکھیں
سی شدید توجہ اور انہماک سے بیٹے پر جمی ہوئی-
منکا ٹھہر گیا- اس نے اپنے والد کی آخری جھلک
یکھی- وہ اپنی جگہ سے آدھا اٹھا ہوا تھا اور اس کا چہرہ
ھڑکی پر جما ہوا تھا... پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا-
ین نے ایک طویل سیٹی دی اور اس میں تیزرفتاری آنے لگی-
منکا ہاسٹل لوٹنے کے لئے چل کھڑا ہوا-
سارا راستہ اس نے پیدل طے کیا- وہ بالکل خالی‌الذہن تھا
ور خود کو تھکا مارنے کے لئے بار بار بغلی سڑکوں کی طرف مڑ
اتا تھا تاکہ اسے فوراً نیند آجائے-

کمرہ خالی تھا- کئی طرح کی کھانے کی چیزیں اور قیمتی
انڈی کی بوتل جو پوری طرح خالی نہیں ہوئی تھی، اب بھی
یز پر موجود تھیں-
منکا نے بستر کھولا اور کپڑے بدلے بغیر کچھ دیر تک اس
یونہی بیٹھا رہا- پھر اس نے کپڑے اتارے اور بستر میں
اخل ہو گیا-
چاند بلند ہوا اور کمرہ چاندنی سے بھر گیا- منکا نے اس
ین کا تصور کیا جس پر اس کا باپ سوار تھا اور جو اسٹیپ
ے ہوکر بڑی تیزرفتاری سے گزر رہی تھی... اس نے سوچا کہ
الد شاید کھڑکی سے باہر دیکھ رہے ہوں‌گے اور چاندنی رات
اسٹیپ کی ناہموار زمین پر اپنی سفید چادریں بچھا دی
وں‌گی...
منکا اوندھا لیٹ گیا- چہرہ تکیے میں گاڑ دیا اور ایک بار
ہر اسٹیپ اور اس کے آر پار سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کا
لہ اس کی نگاہوں میں پھر گیا-
اور اس کے ساتھ ہی اسے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا-
ل کے کمرے سے ریکارڈپلیئر کی آواز نیند کی حالت میں اس
ک پہنچی اور اس نے خواب میں دیکھا کہ نمائش‌والا عہدےدار
س کے اوپر کھڑا ہے اور ہنسے جا رہا ہے- زور زور سے،
حمقانہ انداز سے-

بھیڑیے

ایک اتوار کو صبح ہی صبح ایوان دیگتیاروف سے اس کا خسر ناؤم کریچیتوف، جو ایک ہٹا کٹا پرقوت شخص تھا اور جسے کسی بھی لحاظ سے بوڑھا نہیں کہا جا سکتا تھا، ملنے آیا- وہ خاصا چالاک اور طبعاً دلکش شخصیت کا مالک تھا- ایوان اپنے خسر کو ناپسند کرتا تھا اور ناؤم محض اپنی بیٹی کے خیال سے ایوان کو برداشت کر لیتا تھا-

"ارے، ابھی تک بستر ہی پر پڑے ہو؟" ناؤم نے تیزی سے کہنا شروع کیا- "اخاہ! یہی رفتار رہی تو جب تمہارے جنت سدھارنے کا وقت ہوگا اس وقت بھی تم اونگھ ہی رہے ہوگے- آداب!"

"مجھے وہاں جانے کی ایسی کوئی خاص فکر بھی نہیں-"

"تب تو تم اور بھی احمق ہو- اچھا آؤ، اٹھ پڑو! ہمیں جلانے کی لکڑی لانے چلنا ہے- میں نے سمجھا بجھا کر ٹیم‌لیڈر کو راضی کر لیا ہے کہ وہ مجھے دو برف‌گاڑیاں فراہم کر دے- ظاہر ہے کہ برف‌گاڑیاں مفت نہیں ملیں‌گی لیکن مجبوری ہے: ہمیں جلانے کی لکڑی درکار ہے- کیوں، ہے نا؟"

ایوان کچھ دیر تک بستر ہی پر پڑا سوچتا رہا... پھر کپڑے پہننے لگا-

"تمام جوان لوگ آخر شہر کو کیوں چلے جا رہے ہیں؟"
اس نے کہا- "اس لئے کہ شہر میں کام کی مقررہ مقدار پوری
کر لینے کے بعد فرصت ہو جاتی ہے- آدمی کو آرام کا موقع
ملتا ہے- لیکن یہاں تو لعنت‌زدہ افراد کی طرح رات دن کام میں
جٹے رہنا پڑتا ہے یہاں تک کہ اتوار کو بھی کام سے نجات
نہیں-"

"کیا ہمیں جلانے کی لکڑی کے بغیر ہی کام چلانا پڑے گا؟"
ایوان کی بیوی نیورا نے مطالبہ کیا- "ان کے لئے گھوڑے کا
انتظام کر دیا گیا ہے اور یہ ہیں کہ شکایت سے بڑبڑائے جا رہے
ہیں!"

"شہر میں بھی کافی کام کرنا پڑتا ہے- کم از کم میں نے تو
یہی سنا ہے" اس کے خسر نے تبصرہ کیا-

"ہاں، ضرور کرنا پڑتا ہے- میں پانی کے پائپ بچھانے کے
سلسلے میں خوشی خوشی جاکر خندقیں کھود دوں گا- وہاں تو
بس ایک بار کوشش کرنی ہوتی ہے- اس کے بعد کم از کم اور
کسی گڑبڑ کا سامنا تو نہیں کرنا پڑتا- پانی کی فراہمی اور
گھروں کو گرم رکھنے کی سہولت یقینی ہو جاتی ہے-"

"پائپ سے پانی کی فراہمی ایک اعتبار سے تو خیر بہت
اچھی چیز ہے لیکن دوسرے اعتبار سے خراب بھی ہے- وہ یوں
کہ لوگ باقی زندگی بستروں پر پڑے پڑے گزارتے ہیں- بہرحال
اب ہمیں روانہ ہو جانا چاہئے-"

"تم ناشتہ نہ کروگے کیا؟" نیورا نے دریافت کیا-

ایوان نے انکار کر دیا- ناشتہ کرنے کو اس کا جی ہی نہیں
چاہ رہا تھا-

"کل کی مے‌نوشی کے ردعمل کا شکار ہو کیا؟" ناؤم نے پوچھا-

"آپ بجا فرماتے ہیں، عالی‌جاہ!"

"تو یہ ہے قصہ... اور تم پائپ سے پانی کی فراہمی کی
بات کرتے ہو- اچھا آؤ، ہم کو چل دینا چاہئے-"

یہ ایک خوشگوار دن تھا- چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی
تھی- برف کی چمک دمک آنکھوں میں چکاچوند ڈال رہی تھی
اور جنگل میں ناقابل یقین حد تک سناٹا چھایا ہوا تھا-

اُن دونوں کو برف گاڑیوں پر تقریباً بیس کلومیٹر آگے تک سفر کرنا تھا کیونکہ گاؤں کے قریب درختوں کی کٹائی ممنوع
-

ناؤم اپنی برف گاڑی آگے آگے چلا رہا تھا- اسے لکڑی کے ے اتنی دور جانا سخت ناگوار لگ رہا تھا-

"آخر درختوں پر چھال چھیل کر نشانات کیوں بنائے ئیں... ہونہہ! ایک جنگل سے نکل کر دوسرے جنگل میں ؤ اور وہ بھی محض تھوڑی سی جلانے کی لکڑی کے لئے-"

ایوان اپنی برف گاڑی پر اونگھنے لگا- گھوڑے کی دلکی چال ے تسلسل کے ساتھ ابھرتی ہوئی آواز اس کے لئے لوری ثابت ؛ رہی تھی-

برف گاڑیاں ہنکاتے ہوئے وہ لوگ درختوں کی کٹائی کی ایک گہ پر پہنچے- پھر انہیں نشیب میں ایک کشادہ گھاٹی ملی، س کے بعد وہ بلندی پر دوسری جانب پہنچے جہاں جنگل ایک ظیم نیلی دیوار کی طرح کھڑا ہوا تھا-

وہ دونوں چوٹی پر پہنچنے ہی کو تھے کہ ان کی نگاہ پانچ ھیڑیوں پر پڑی جو سڑک سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے اور جنگل سے کھلی جگہ میں نکل کر انتظار کر رہے تھے-

ناؤم نے باگ کھینچ کر گھوڑے کو قابو میں کیا اور یت گانے کی جیسی ایک عجیب آواز میں خفگی سے ڈبڑانے لگا-

"اپنی آنتیں سکھا ڈالو، میرے پیارے بھورے جانورو- تم یہاں اپنی نمائش کرنے کھڑے ہوئے ہو کیا؟"

ایوان کا گھوڑا جو کم عمر اور ڈرپوک تھا، پیچھے ہٹا اور رف گاڑی کی چھڑ سے، جس میں وہ جتا ہوا تھا، باہر پاؤں رکھ ئے- ایوان نے اسے موڑنے کے لئے باگ کھینچی لیکن گھوڑے ے صرف اپنے نتھنوں سے آواز نکالی، ٹھوکر کھائی اور پاؤں ٹھاکر اندر نہ رکھ سکا-

بھیڑیوں نے پہاڑی سے اترنا شروع کر دیا-

ناؤم پیچھے کی طرف مڑکر چیخ رہا تھا-

"آؤ نا، انتظار کس بات کا کر رہے ہو؟!"

ایوان اپنی برف‌گاڑی سے باہر کودا اور جلدی سے گھوڑ
کو دوبارہ چھڑوں کے درمیان کر دیا... جب وہ بہ‌دقت دوب
برف‌گاڑی پر چڑھا تو گھوڑے نے خود بخود مڑکر سرپٹ بھا
شروع کر دیا۔

ناؤم اس وقت تک کافی آگے نکل چکا تھا۔

"دوڑو، بچاؤ! رھزنی!" وہ گرجدار آواز سے چیخ
تھا اور ساتھ ھی ساتھ اپنے گھوڑے پر کوڑوں کی بوچ
بھی کرتا جاتا تھا۔ جہاں تک بھیڑیوں کا تعلق تھا، وہ بھو
مٹی کے اچھلتے ہوئے ڈھیلوں کی طرح ڈھال پر چھلانگیں مار
ہوئے اتر رہے تھے تاکہ دونوں برف‌گاڑیوں کو ایک دوسرے
الگ اور دور کر دیں۔

"رھزنی!" ناؤم گرجدار آواز سے چیخا۔

"کیا وہ پاگل ھو گیا ھے؟" ایوان نے غیرارادی طور
سوچا۔ "کسی کو لوٹ کون رہا ھے؟" وہ خود بھی اپنی ج
پر خوف‌زدہ تھا مگر ایک عجیب انداز سے۔ وہ جس خوف م
مبتلا تھا اس میں تجسس کی آمیزش بھی پائی جاتی تھی اور ا
سے اپنے خسر کے اوپر ھنسے بغیر نہ رھا جا سکا۔ لیکن تجس
کا جذبہ جلد ھی غائب ھو گیا اور ھنسی‌والی بھی کوئی خا
بات نہیں رہ گئی تھی۔ بھیڑئے جس جگہ سڑک پر پہنچے وہ
سے ایوان کی برف‌گاڑی تقریباً سو میٹر آگے تھی۔ انہوں
اپنی ایک قطار بنا لی اور تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے ایوان
گاڑی تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ ایوان
برف‌گاڑی کے اگلے حصے کو مضبوطی سے تھام لیا اور مڑ
بھیڑیوں کو دیکھا۔

ایک بڑا، کشادہ سینے‌والا خوفناک بھیڑیا جس کے جبڑ
کا رنگ کچھ پیلاھٹ لئے ہوئے تھا، چھلانگیں مارتا آگے آگے
آ رہا تھا۔ جلد ھی وہ برف‌گاڑی سے صرف پندرہ یا بیس مے
کے فاصلے پر رہ گیا۔ ایوان کو اس بات نے خاص طور
متوجہ کیا کہ یہ بھیڑیا السیشین کتے کا جیسا بالکل نہ تھا۔ ا
نے بھیڑیوں کو کبھی بھی اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا او
ھمیشہ یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ السیشین کتوں کے جیسے ھو

. - فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ السیشین سے کچھ بڑے ہوتے
ہیں- اب اس کی سمجھ میں آیا کہ بھیڑیا بہرحال بھیڑیا ہوتا
ہے- بہرحال ایک وحشی جانور ہوتا ہے- جہاں تک کتوں کا
تعلق ہے خوفناک‌ترین کتے کو بھی آخری وقت پر کسی نہ کسی
طرح ڈرا کر، پچکار کر یا کسی آدمی کی اچانک دانٹ کے ذریعے
کے بڑھنے سے روکا جا سکتا ہے- مگر اس بھیڑئے کو جس کے
بڑے کا رنگ کچھ پیلاہٹ لئے ہوئے تھا، صرف موت ہی آگے
بڑھنے سے روک سکتی تھی- وہ نہ تو غرا رہا تھا، نہ خوف‌زدہ
کرنے کی کوشش کر رہا تھا... بس، اپنے شکار کا تعاقب کرکے
اس پر ٹوٹ پڑنا چاہتا تھا- اس کی کول پیلی آنکھیں جس
انداز سے سامنے دیکھ رہی تھیں وہ مکمل سادگی اور کھرے‌پن
کا آئینہ‌دار تھا-

ایوان نے نظروں ہی نظروں میں برف‌گاڑی کو چھان مارا
مگر اس کے اندر کوئی بھی ایسی چیز نہ تھی جسے وہ ہتھیار کے
طور پر استعمال کرتا یہاں تک کہ کوئی چھڑی بھی نہ تھی-
دونوں کلہاڑیاں اس کے خسر کی برف‌گاڑی میں تھیں-اس کے
پاس صرف کچھ سوکھی گھاس تھی جس پر وہ لیٹا ہوا تھا اور
ایک کوڑا جسے وہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا-

"رہزنی، رہزنی!" ناؤم کی چیخ اسے سنائی دی-

اب ایوان پر شدید خوف نے غلبہ پا لیا-

بھیڑیوں کے سرغنہ نے اب گاڑی کے بغل سے ہوکر آگے
بڑھنا شروع کیا تاکہ وہ ایسی جگہ تک پہنچ سکے جہاں سے
گھوڑا اس کی چھلانگ کی زد میں ہو- اب وہ صرف تقریباً دو
میٹر کے فاصلے پر رہ گیا تھا... ایوان اٹھا اور اس نے برف‌گاڑی
کے بغلی حصے کو پکڑتے ہوئے بھیڑیوں کے سرغنہ پر اپنے کوڑے
سے وار کیا- یہ ایک ایسا اقدام تھا جس کی بھیڑئے کو توقع
نہ رہی ہوگی- اس نے اپنے دانت کٹکٹائے اچھل کر ایک طرف
ہو گیا اور ٹھوکر کھائی... دوسرے بھیڑئے پیچھے سے دوڑتے
ہوئے اس تک پہنچے اور پورا جھنڈ اپنے سرغنہ کے گرد اکٹھا
ہو گیا- بڑے بھیڑئے نے جو کولھوں کے بل بیٹھ گیا تھا پہلے ایک
کو، پھر دوسرے کو کاٹ کھانے کی کوشش کی... اس کے بعد

چھلانگ مارتا ہوا آگے بڑھا اور بغیر کسی خاص کوشش کے دوبارہ برف گاڑی کے پاس پہنچ گیا- ایوان دبکا کھڑا اپنے موقع کا انتظار کرتا رہا... وہ بھیڑیوں کے سرغنہ پر ایک اور ضرب لگانا چاہتا تھا- لیکن بھیڑیا اس بار برف گاڑی سے نسبتاً کچھ زیادہ ہٹ کر دوڑ رہا تھا- ایک دوسرے بھیڑئے نے بھی گروہ سے الگ نکل کر دوسری جانب سے آگے بڑھتے ہوئے برف گاڑی کو گھیرنے کی کوشش شروع کر دی تھی- ایوان نے اپنے دانت کٹکٹائے...

"زندگی کا خاتمہ قریب آ گیا- اب موت یقینی ہے" اس نے سوچا اور آگے کی طرف گھورنے لگا-

ناؤم اپنے گھوڑے پر کوڑے برسائے جا رہا تھا- اس نے پیچھے مڑ کر بھیڑیوں کو اپنے داماد کے گرد گھیرا، تنگ کرتے ہوئے دیکھا اور جلدی سے نظریں ہٹا لیں-

"بچاؤ، بچاؤ! رہزنی!"

"میرا انتظار کرو، بابا! .. مجھے ایک کلہاڑی دے دو! ہم بھیڑیوں کو مار بھگائیں گے!"

"بچاؤ، بچاؤ! ڈاکو آ گئے!"

"رفتار دھیمی کر دو، ہم انہیں مار بھگائیں گے! .. ذرا ٹھہرو نا، سور کہیں کے!"

"ان پر کوئی چیز پھینک دو!" ناؤم نے چیختے ہوئے کہا-

بھیڑیوں کا سرغنہ اب گھوڑے کے بالکل متوازی دوڑنے اور اس کی گردن پر چھلانگ لگانے کے موقعے کا انتظار کرنے لگا- عقب میں دوڑتے ہوئے بھیڑئے بھی اب بہت قریب آ چکے تھے اور برف گاڑی لمحہ بھر کے لئے بھی رکتی تو بھیڑیوں کی تیزرفتاری انہیں گاڑی کے اندر پہنچا دیتی- اور ان کا اندر پہنچنا ایوان کے لئے پیام اجل ثابت ہوتا- اس نے کچھ سوکھی گھاس ان کے اوپر پھینکی لیکن بھیڑیوں پر کوئی اثر نہ ہوا-

"بابا، ارے سڑے ہوئے سور، رفتار دھیمی کر دو! مجھے ایک کلہاڑی پھینک دو!"

ناؤم نے اپنا منہ موڑ لیا-

"یہ لو وانیا، میں کلہاڑی پھینک رہا ہوں- دیکھو!"
"میرا انتظار کرو!"
"دیکھنا، میں کلہاڑی پھینک رہا ہوں!" ناؤم نے کلہاڑی
ڑک کے کنارے اچھال دی-
ایوان فاصلے کا اندازہ لگاکر برف‌گاڑی سے تیزی کے ساتھ
ہو پھاند گیا اور کلہاڑی اٹھا لی- اس کے یوں چھلانگ لگانے
ے گاڑی کے پیچھے پیچھے دوڑنےوالے تینوں بھیڑئے خوف‌زدہ
و گئے اور انہوں نے ایک طرف ہٹ کر کسی آدمی پر حملہ
روع کرنے سے قبل پل بھر کے لئے توقف کیا- لیکن ٹھیک اسی
حے بھیڑیوں کے سرغنہ نے اپنے قدموں کے نیچے ٹھوس برف
حسوس کی اور چھلانگ لگا دی- گھوڑا بغل میں برف کے ایک
نبار پر جا گرا- برف‌گاڑی کی چھڑوں نے اس کی گردن کے پٹے
و کچھ اس طرح مروڑ دیا کہ اس نے گلا گھونٹنےوالے پھندے
ی شکل اختیار کرلی- اس نے خرخراہٹ کے ساتھ سانس لینا
ور چھڑوں میں پھنسے پھنسے تڑپنا شروع کر دیا- اس اثنا
یں دوسرا بھیڑیا جو برف‌گاڑی کی دوسری جانب سے آگے آنے
ی کوشش کر رہا تھا، کودکر گھوڑے کے نیچے پہنچا اور اپنے
نجوں کے ایک ہی وار سے اس کا پیٹ چاک کر دیا-
تینوں دوسرے بھیڑئے بھی اپنے شکار پر ٹوٹ پڑے-
آن کی آن میں پانچوں بھیڑیوں نے گھوڑے کا گوشت نوچنا
روع کر دیا جو اب بھی پاؤں مارے جا رہا تھا- انہوں نے تیز
راہٹ کے ساتھ سرخ آنتوں کے لچھے جو کچھ نیلاہٹ لئے ہوئے
ھے اور جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی، کھینچ کھینچ کر چمکیلی
رف پر پھیلا دئے- پہلے حملہ کرنےوالے بھیڑئے نے دو بار مڑکر
پنی گول گول پیلی پیلی آنکھوں سے ایوان کو گھورا-
جو کچھ ہوا تھا اس کی بہیمانہ رفتار اور غیرپیچیدگی کے
اعث ایسا لگتا تھا جیسے کہ یہ کوئی خواب ہو- ایوان اپنے
اتھ میں کلہاڑی سنبھالے سراسیمگی کے عالم میں کھڑا بھیڑیوں
و طمع اور تیزی کے ساتھ گھوڑے کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھ
رہا تھا- سرغنہ نے اس کی طرف ایک بار پھر نگاہ اٹھائی- اس
گاہ نے جس سے فتحمندی کا احساس جھلکتا تھا اور جو نہایت

ھی توھین‌آمیز تھی، ایوان پر غصہ طاری کر دیا- اس نے کلہاڑ
بلند کی اور زور سے چیختا چلاتا بھیڑیوں پر ٹوٹ پڑا- بھیڑ
بہ دل ناخواستہ چند قدم پیچھے ھٹے لیکن پھر ٹھہر گئے ا
اپنے خون‌آلودہ جبڑوں کو چاٹنے لگے- وہ خون چاٹنے میں ا
زیادہ محو تھے جیسے کہ انہیں کلہاڑی لئے کھڑے ھوئے آد
سے کسی طرح کی کوئی دلچسپی ھی نہ ھو- ان کا سرغنہ ا
ایوان پر توجہ کے ساتھ نظریں جمائے ھوئے تھا- ایوان نے
سے گندے الفاظ جو اسے یاد تھے، استعمال کرتے ھوئے اس
گالیاں دیں- اپنی کلہاڑی گھمائی اور اس کی طرف قد
اٹھائے... لیکن سرغنہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ھوا- آخ
ایوان بھی ٹھہر گیا-

"تم جیتے" اس نے کہا- "جاؤ اور چپڑ چپڑ کرکے گوش
کھاؤ، سور کہیں کے" اور وہ گھوڑے کی لاش کی طرف جس ک
تکابوٹی کر دی گئی تھی، دیکھنے سے احتراز کرتا ھوا گاؤ
روانہ ھو گیا- لیکن اس سے ایک بار گھوڑے کی طرف دیکھ
بغیر نہ رھا گیا- اس کا دل ترس اور رحم سے بھر آیا او
سینے میں خسر کے خلاف شدید غصے کے جذبات کروٹیں لین
لگے- سڑک پر اس نے اپنی رفتار تیز کر دی- "تم انتظار کرو
دیکھو، تمہیں کیسا مزہ چکھاتا ھوں! گندے سانپ کہیں کے!
وہ دل ھی دل میں بڑبڑایا- "ھم لوگ مل‌کر بھیڑیوں کو م
بھگاتے اور گھوڑے کو اپنی جان سے ھاتھ نہ دھونا پڑتا، مگر
کتنے خودغرض ھو، حرامی کہیں کے!"

ناؤم راستے کے موڑ پر اس کا منتظر تھا- اسے ایوان ک
محفوظ اور ٹھیک حالت میں دیکھ کر مسرت ھوئی جو واقعی
خلوص دل پر مبنی تھی-

"تو تم زندہ بچ نکلے؟ تمہیں خدا کا شکرگزار ھو
چاھئے!" ایسا لگتا تھا کہ اس کا ضمیر اسے اندر ھی اند
کچھ ملامت کر رھا تھا-

"ھاں، میں زندہ ھوں!" ایوان نے جواب دیا- "اور اس
طرح تم بھی زندہ ھو، کیوں ٹھیک ھے نا؟"

ناؤم کو اپنے داماد کا لہجہ منحوس اور خوف‌زد

نےوالا محسوس ہوا اور وہ احتیاطاً اپنی برف گاڑی پر
ہ گیا-
"وہاں بھیڑئے کیا کر رہے ہیں؟"
"تمہیں آداب و سلام بھیج رہے ہیں، ہونہہ خودغرض
..ں کے! حرامی کہیں کے!"
"تم اس طرح منہ پھاڑ کر میرے اوپر برہمی کیوں ظاہر
رہے ہو؟"
"محض برہمی ہی نہیں ظاہر کر رہا ہوں- میں تو ابھی
ھی تمہاری پٹائی بھی کروں گا" اور ایوان اس کی برف گاڑی
ں طرف بڑھا-
ناؤم نے اپنے گھوڑے کو کوڑا رسید کیا-
"ٹھہر جاؤ!" ایوان چلایا اور برف گاڑی کے پیچھے دوڑا-
ارے، ٹھہر بھی طفیلی کہیں کے!"
ناؤم نے گھوڑے پر ایک کوڑا اور جمایا اور تعاقب کا ایک
ا سلسلہ شروع ہو گیا- اس بار ایک انسان دوسرے انسان
ا تعاقب کر رہا تھا-
"میں تم سے کہتا ہوں کہ ٹھہر جاؤ!" ایوان چلایا-
"پاگل کہیں کے!" ناؤم نے چیختے ہوئے جواب دیا- "تمہیں
تنا زیادہ غصہ آخر کس بات پر ہے؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے
یا؟ مجھے کیوں موردالزام ٹھہرا رہے ہو؟"
"کیا تمہیں موردالزام نہ ٹھہرایا جانا چاہئے؟! ہم دونوں
ل کر بھیڑیوں کو مار بھگاتے- لیکن مجھ پر برا وقت پڑا تھا تو
م نے میرا ساتھ چھوڑ دیا-"
"مگر ہم انہیں کیسے مار بھگاتے؟ مجھ پر یہ الزام نہ عاید
کرو!"
"برے وقت میں تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، تم ارے سانپ
ہو، سانپ! میں تمہیں اس کا مزہ چکھا دوں گا- تم مجھ سے بھاگ
کر نہیں جا سکتے- اس لئے بہتر ہوگا کہ ٹھہر جاؤ- میں اکیلے
میں تمہاری پٹائی کروں گا تو یہ بات تمہارے لئے زیادہ باعث ذلت
نہ ہوگی- ورنہ میں سب کے سامنے تمہیں پیٹوں گا اور ہر ایک
کو اس کا سبب بتاؤں گا... بہتر ہوگا کہ ٹھہر جاؤ!"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت ٹھہر سکتا ہوں!" ناؤم
گھوڑے پر کوڑے برسانا جاری رکھا- "تم... تم بالکل نکمے
گنوار اور ناقص العقل- جانے تم سے ہماری رشتےداری
ہو گئی؟"

"میرا نیک مشورہ مان لو اور ٹھہر جاؤ" ایوان دوڑ
دوڑتے بری طرح ہانپنے لگا تھا- "یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، م
تمہاری پٹائی تو کروں گا- لیکن کسی کو بتاؤں گا نہیں-"

"تم کوڑی کوڑی کو محتاج تھے، نرے شیطان تھے- ہم نے
کو اپنے خاندان میں شامل کرکے عزت بخشی اور اب
کلہاڑی لےکر میرا تعاقب کر رہے ہو! کیا تم میں ذرا بھی ش
باقی نہیں رہی؟"

"شرم کے بارے میں ہم بعد میں بات کر سکتے ہیں ج
میں تمہاری پٹائی کر لوں گا، تب... ٹھہر جاؤ!" اس وقت ت
ایوان برف گاڑی سے بہت پیچھے ہو چکا تھا- آخرکار اس
دوڑکر تعاقب کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا اور عام رفتار س
چلنے لگا-

"میں تمہیں ڈھونڈھ نکالوں گا- تم مجھ سے بھاگ کر نہیں
جا سکتے!" اس نے چیختے ہوئے اپنے خسر سے کہا-

ایوان واپس لوٹا تو گھر خالی تھا- اس نے باہر سے کھڑ
لگاکر مقفل کئے ہوئے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہوا
الماری میں اس نے وادکا کی وہ بوتل تلاش کی جس میں س
کچھ شراب اس نے گزشتہ روز پی تھی اور کچھ باقی تھی- اس
نے ایک گلاس شراب انڈیل کر چڑھا لی اور اپنے خسر ک
گھر چل دیا-

گھوڑا جسے برف گاڑی سے کھول دیا گیا تھا، گھر کے احاط
میں کھڑا تھا-

"وہ گھر پر موجود ہے" ایوان نے اطمینان محسوس کرت
ہوئے کہا- "اب ہم اسے سبق سکھانا شروع کریں گے-"

اس نے دروازے کو اندر کی طرف دبایا- اسے توقع تھ
کہ دروازہ مقفل ہوگا لیکن مقفل نہیں تھا- وہ اندر داخل ہ

... گھر میں اس کا خسر، اس کی بیوی اور ملیشیا کا مقامی
می موجود تھے- ملیشیا کا آدمی مسکرا رہا تھا-
"کہو ایوان، کیا بات ہے؟"
"ہونہہ... تو تم نے ملیشیا کے آدمی کو پہلے ہی سے بلا
ھا ہے؟" ایوان نے اپنے خسر سے دریافت کیا-
"ہاں، میں نے بلا لیا ہے اور تم کو شراب چڑھانے کا موقع
گیا- کہو، پی ہے نا تم نے؟"
"میں نے گھونٹ بھر پی ہے... یونہی روانی سے بات کر
نے کے لئے" ایوان نے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا-
"ایوان، آخر معاملہ کیا ہے؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے
؟" نیورا اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی- "آخر تمہارا مطلب
ہے؟"
"میں تمہارے باپ کو ایک سبق سکھانا چاھتا ہوں اور وہ
کہ انسان کیسے بنا جاتا ہے-"
"ہوگا ایوان، جانے بھی دو" ملیشیا کا آدمی بول پڑا-
ہ تو محض ایک حادثہ تھا- بولو، تھا کہ نہیں- تم دونوں
ف زدہ ہو گئے... اس قسم کے واقعے کی کسے توقع ہو سکتی
- اسے بھی قدرت کا ایک کھیل ہی سمجھو-"
"ہم بھیڑیوں کو آسانی سے بھگا سکتے تھے- بعد میں ان
درمیان میں بالکل اکیلا رہ گیا تھا..."
"میں نے تمہیں ایک کلہاڑی پھینک دی تھی کہ نہیں؟ جو
نے کہا وہ میں نے کر دیا- مجھ سے اس سے زیادہ اور کس
، کی توقع ہو سکتی تھی؟"
"تم سے بہت ہی معمولی بات کی توقع تھی اور وہ یہ کہ
انسانوں کا جیسا رویہ اختیار کرتے- لیکن تم کو تو صرف
ی فکر رہتی ہے- بہرحال میں تم کو سبق سکھاکر ہی دم
گا-"
"اس کی باتیں تو سنو، سبق سکھائے گا، بڑا آیا سبق
ھانےوالا ٹیچر کہیں کا! کتے کا پلا! .. جب یہ کوڑی کوڑی کو
ج تھا تو ایک ایسے گھر میں آیا جہاں ہر چیز بنی بنائی،
ں جمائی تھی اور اب یہ مجھے دھمکیاں دے رہا ہے- اتنے ہی

پر بس نہیں ہے شکایتاً بڑبڑانے کا بھی حوصلہ رکھتا ہے- کہ
ہے کہ یہاں پائپ کا پانی نہیں!"
"اس بات کا موجودہ معاملے سے کوئی تعلق نہیں" ملیشی
کے آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا- "سوال پائپ کے پانی
نہیں ہے-"
"دیہات کی زندگی خراب ہے!.. شہر کی زندگی بہ
ہے" ناؤم کہتا رہا- "تب آخر تم کو یہاں آنے کی ایسی ضرور
ہی کیا تھی؟ کیا تم یہاں اپنی خفگی کا مظاہرہ کرنے کے لئے آ
ہو؟ لوگوں کو اشتعال دلانے کے لئے آئے ہو؟"
"اس طرح کی باتیں کرنا محض تمہارا سورپن ہے اور کچ
نہیں!" ایوان نے استعجاب کے ساتھ کہا اور اٹھ کھڑا ہوا
ملیشیا کا آدمی بھی اٹھ کھڑا ہوا-
"اچھا تو اب اس تنازعے کو ختم کرو! آؤ چلیں، ایوان-
"معلوم ہے تمہارے جیسے فسادی لوگوں کو ذمےدارا
کہاں رکھتے ہیں؟" ناؤم نے اپنی رائے پر مضبوطی سے قائم رہ
ہوئے پوچھا-
"معلوم ہے!" ایوان نے جواب دیا- "برف میں سورا
کرکے سر کے بل نیچے ڈال دیتے ہیں" اور اس نے اپنے خس
کی طرف ایک قدم بڑھایا-
ملیشیا کے آدمی نے ایوان کا بازو پکڑ لیا اور اسے گھر س
باہر نکال لایا-
باہر وہ دونوں سگریٹ پینے کے لئے ٹھہر گئے-
"نہایت ہی سور آدمی ہے!" ایوان اپنے استعجاب
دور نہ کر سکا- "اور اب وہ مجھے ڈرانا دھمکانا چاہتا ہے-
"ارے ہوگا اب اسے بھول بھی جاؤ-"
"نہیں، مجھے اس کی پٹائی کرنی چاہئے-"
"مگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں اس گندی حرکت کے
میں جیل میں بند کر دیا جائے گا-"
"اب تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟!"
"آؤ چلو، تم اپنی رات ہمارے ساتھ بسر کر سکتے ہو.
محض اس لئے کہ تمہارا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے- ورنہ تم اپنے

راب‌ترین صورت‌حال پیدا کر لوگے- یہ معاملہ ایسا اہم تو
ہیں کہ تم اپنے لئے مصیبت مول لو-"
"لیکن... لیکن دیکھو نا آخر وہ کس قسم کا آدمی ہے؟"
"ایوان، تم اس کی پٹائی نہیں کر سکتے- تم اپنے مکوں
ے کوئی بات ثابت نہیں کر سکتے-"
وہ سڑک پر چلتے ہوئے گاؤں کے ملیشیا اسٹیشن کی جانب
ڑھنے لگے-
"کیا تم وہاں اس کی پٹائی نہیں کر سکتے تھے؟" ملیشیا
ے آدمی نے اچانک پوچھا-
"کیا کرتا، دراصل اسے وہاں پکڑ ہی نہ سکا!" ایوان نے
لخی سے جواب دیا-
"خیر تو بات وہیں ختم ہو گئی- اب تو پٹائی کے لئے بہت
یر ہو چکی ہے-"
"مجھے اس گھوڑے کی موت کا افسوس ہے-"
"یقیناً..."
دونوں چلتے رہے- کافی دیر تک آپس میں کوئی بات
ہ ہوئی-
"تم مجھے جانے دو نا" ایوان نے ٹھہر کر کہا- "میں اپنا
توار وہاں کیوں گزاروں؟ اب میں اسے چھوؤں گا بھی نہیں-"
"نہیں، تمہارا میرے ساتھ آنا بہتر ہوگا- ورنہ یہ تنازعہ
طول کھینچ جائے گا... میں یہ بات خود تمہارے فائدے کے لئے
کہہ رہا ہوں- آؤ چلو، ہم لوگ شطرنج کھیلیں گے... تم شطرنج
کھیلتے ہو نا؟"
ایوان نے اپنی جلتی ہوئی سگریٹ کا ٹرا منھ سے نکال کر
زمین پر پھینک دیا اور دوسری سگریٹ کے لئے جیب ٹٹولنے لگا-
"ہاں، کھیلتا ہوں-"

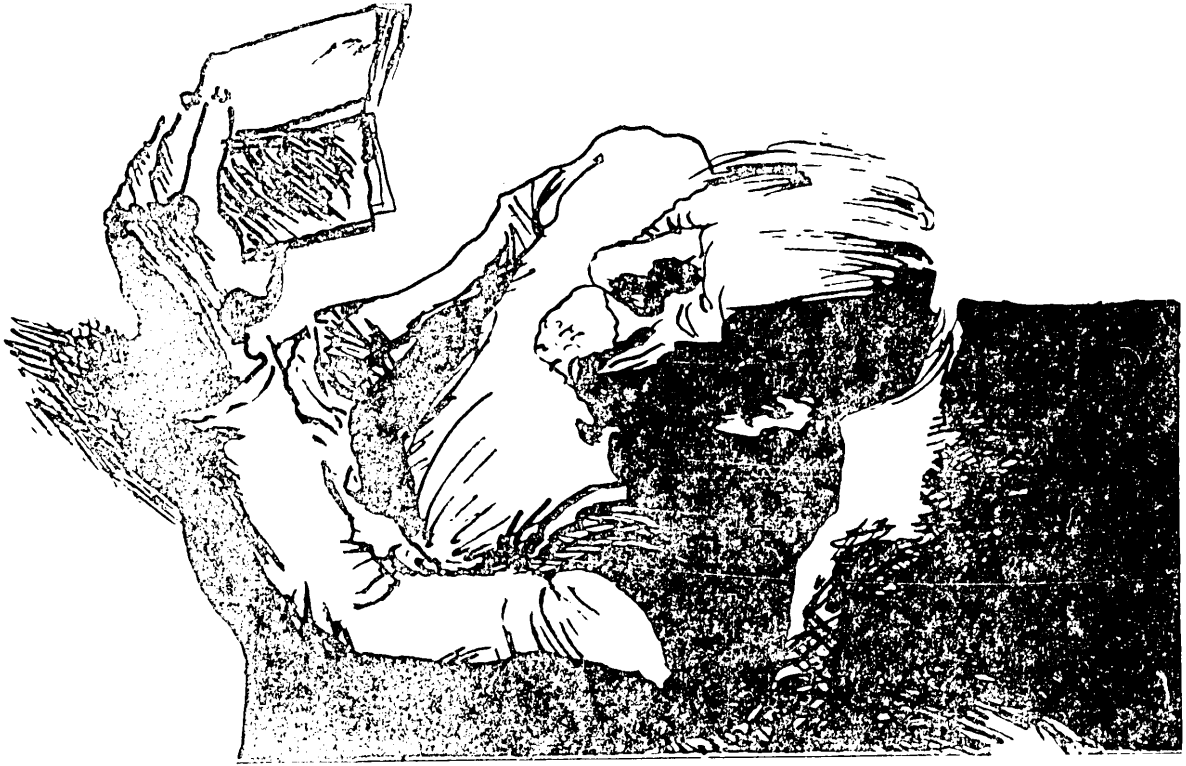

احساس تنہائی

بوڑھا ناؤم ایوستیگنیویچ گزشتہ روز
ی مےنوشی کے شدید ردعمل کا شکار، آتشدان کے اوپری
ستر پر پڑا کراہ رہا تھا-

وہ بڑی پابندی سے مہینے میں ایک بار، اپنی پنشن کی
قم نکالنے کے دن پی کر دھت ہو جاتا تھا- اس کے بعد مسلسل
ین دنوں کے لئے پلنگ سے لگ جاتا- "جہنم کے سارے
شیطان میری راہ دیکھ رہے ہیں- میں بس مرنے ہی والا
ہوں..."

اس کا کرائےدار، پندرہ سالہ یورکا جو آٹھویں جماعت کا
طالب علم تھا، میز پر بیٹھا تھا- اس کے سامنے کتابیں بکھری
ہوئی تھیں اور وہ اسکول کا کام کر رہا تھا-

"یورکا، میں بس مرنے ہی والا ہوں-"

"آپ کو اتنی زیادہ نہ پینی چاہئے تھی-"

"اس طرح کی بات کرنے کے لئے ابھی تمہاری عمر بہت
کم ہے-"

دونوں خاموش ہو گئے- یورکا کا قلم جلدی جلدی کچھ
گھسیٹتا جا رہا تھا-

لیکن بوڑھا باتیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح اسے
اندرے راحت مل جاتی تھی-

"پیئوں نہ تو آخر اور کیا کروں! مہینہ شروع ہونے کی
علامت کے طور پر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہئے-"

"ہونہہ... آپ تو اس طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے کسا
غلامی کے عہد میں زندگی بسر کر رہے ہوں" یورکا نے اپنے
نرکل کی لکڑی کی بنی ہوئی کرسی پر پیچھے ٹیک لگا لی او
اپنے مالک مکان کو حقارت‌آمیز نظروں سے دیکھا- "ان دنو
لوگوں کا عقیدہ ہو گیا تھا کہ ہر شخص کو شراب پینا
چاہئے-"

"تمہیں کیسے معلوم کہ اس زمانے کے حالات کیا تھے؟
بوڑھے نے درد اور تجسس کی ملی‌جلی کیفیت کے زیراثر منہ
بناتے ہوئے اوپر سے لڑکے کو دیکھا- اسے یورکا کبھی کبھی
اپنی معلومات سے حیرت میں ڈال دیا کرتا تھا- ویسے قائل
تو وہ کبھی بھی نہیں ہوتا تھا لیکن اسے یورکا کی باتیں بہت
پسند تھا- "تمہیں کیسے معلوم؟ تم تو ابھی بالکل لڑکے ہی ہو-

"ہم اس عہد کے متعلق واقفیت رکھتے ہیں-"

"کیا تمہارے اساتذہ نے اس کے متعلق بتایا ہے؟"

"جی ہاں-"

"مگر انہیں کیسے معلوم ہوا ہے؟ اسکولی اساتذہ میں
کوئی معمر آدمی تو ہے نہیں-"

"انہیں کتابوں سے معلوم ہوا ہے-"

"ہونہہ، کتابوں سے... انہیں یہ تو نہ معلوم ہوگا کہ رات
کو مےنوشی کرنےوالے کی طبیعت اگلی صبح کو کیوں خراب
رہتی ہے- معلوم ہے کیا؟"

"دراصل نظام جسم ایک تیل کے اثر سے جو مختلف
اقسام کے الکحل کا مرکب ہوتا ہے، مدہوش ہو جاتا ہے-"

"تیل؟ وادکا میں تیل؟"

"جی ہاں-"

ایوستیگنیویچ کی طبیعت بہت خراب تھی- اس کے باوجود
اس سے ہنسے بغیر نہ رہا جا سکا- اس کی یہ ہنسی مینڈک
کی ٹرٹر سے ملتی جلتی تھی-

"تو مطالعے سے اس قسم کی معلومات حاصل ہوتی
ہیں-"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اس کا فارمولا دکھاؤں"

یں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو ابھی آپ کے سامنے تحریری
ور پر ثابت کر دوں گا... یورکا نے کیمیا کی ایک درسی کتاب
ٹھائی لیکن اس اثنا میں بوڑھے کے منھ سے ایک کراہ نکلی
ور اس نے اپنا سر مضبوطی سے تھام لیا-
"آ-آہ! .. پھر درد اٹھا! میں تباہ و برباد ہو گیا-"
"تو آپ اتنی مضر چیز سے احتراز کیوں نہ کریں! آخر
س طرح تکلیف کیوں برداشت کیجئے؟"
بوڑھے نے اس تجویز پر اپنے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا-
ہ مزید تھوڑی سی شراب پی کر طبعیت کو سنبھال سکتا تھا
گر اسے پیسوں کی بڑی فکر رہتی تھی- مجموعی حیثیت سے
ہ ایک لالچی اور کنجوس بوڑھا تھا- اس کی زندگی مزے سے
سر ہو رہی تھی، معقول پنشن حاصل کرتا تھا اور اس کے
بٹے اور بیٹی جو شہر میں رہتے تھے، اس کی مدد کرتے رہتے
ھے- اس کا تہہ‌خانہ کھانے پینے کی طرح طرح کی چیزوں سے
ھرا ہوا تھا- مثلاً سور کی چربی جس میں گزشتہ سال نمک
ڈالا گیا تھا، اچار ڈالے ہوئے کھیرے، کرم‌کلے، تربوز اور سانپ
ھتریاں... یہ تہہ‌خانہ اپنی بڑی بڑی ناندوں، ٹبوں، ٹوکریوں
ور لکڑی کے پیپوں کے ساتھ کوئی باقاعدہ غذا گودام معلوم
وتا تھا- اس کے کھانے پینے کی چیزوں کے کمرے میں عمدہ
سم کا ڈیڑھ بورا آٹا رکھا تھا- دھوئیں میں پکائی ہوئی سور
ی ایک ران رکھی ہوئی تھی جو تقریباً ۲۴ کلو کی رہی ہوگی-
س کی سبزیوں کی کیاریوں میں گزشتہ سال کے آلوؤں کا ایک
نبار لگا ہوا تھا جو ابھی تک استعمال نہیں کیا گیا تھا اور
س سے آلو نکال کر وہ اپنے سوروں، بطخوں اور مرغیوں کو
ھلاتا تھا- اس کی طبعیت نہیں خراب ہوتی تھی تو وہ
لی الصباح بیدار ہو جاتا اور شام تک سبزیوں کی کاشت کے
طعہ پر منڈلاتا رہتا- اکثر وہ تہہ‌خانے میں بھی جاتا اور آخری
چلے زینے پر بیٹھ کر کچھ سوچتا رہتا-"لعنت‌زدہ شیطان کہیں
ے! آخر وہ اب یہاں کیوں نہیں رہ سکتے!" دوبارہ دن کی
وشنی میں قدم رکھنے کے لئے زینے چڑھتے ہوئے وہ آپ ہی آپ
بڑاتا- اس کا یہ تبصرہ بیٹوں اور بیٹی کے سلسلے میں ہوتا

تھا جن سے وہ اس لئے نفرت کرتا تھا کہ وہ لوگ اسے چھوڑ
شہر میں رہنے لگے تھے۔
یورکا کا معاملہ مختلف تھا۔ وہ قریب کے ایک دوسر
گاؤں کا رہنےوالا تھا جہاں دس‌سالہ نصاب‌والا اسکول نہیں
تھا۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ ماں یورکا کے علاوہ
دوسرے بچوں کی بھی پرورش کر رہی تھی۔ اس کا باپ عمار
لکڑی لے جانےوالے لٹھوں کا بیڑہ کھیتے ہوئے ڈوب گیا تھا
دوسرے تینوں بچے یورکا سے چھوٹے تھے۔ ماں دن را
محنت مزدوری کرتی تھی اور اسے بھی یورکا کے دس‌سا
اسکولی نصاب کی تکمیل کی اتنی ہی لگن تھی جتنی کہ خو
یورکا کو۔ یہی نہیں، وہ انسٹی‌ٹیوٹ میں داخلہ لینے
خواب دیکھا کرتا تھا تاکہ سرجن بن سکے۔
لیکن بوڑھے کو یورکا کے افلاس کی کوئی فکر نہ تھی او
وہ اس سے ۵ روبل ماہانہ کرایہ لیا کرتا تھا۔ دونوں اپنے لئ
الگ الگ کھانا تیار کرتے۔ بعض اوقات مہینے کے آخری ای
میں یورکا کی کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں، بوڑ
سوکھی روٹی کھاتے ہوئے لڑکے کو بار بار آڑی ترچھی نظروں س
دیکھتا تب کہیں پوچھتا: "چیزیں کم پڑ گئی ہیں کیا؟"
"جی ہاں۔"
"میں تمہیں کچھ سامان دے دوں‌گا... لیکن بعد میں چ
دینا۔"
"بہت اچھا۔"
بوڑھا دو کلوگرام پشینو* تول کر دے دیتا اور یورکا اپن
لئے کچھ دلیا تیار کر لیتا۔ کبھی کبھی صبح کو وہ دونوں آتشدا
کے پاس کھڑے ہوکر باتیں کرتے۔
"کیا تم اب بھی اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتے ہو؟"
"جی ہاں، میں سرجن بنوں‌گا۔"
"سرجن بننے میں مزید کتنے دن لگیں‌گے؟"

---

*سوویت یونین میں پیدا ہونےوالا ایک موٹا اناج۔

"آٹھ سال- میڈیکل انسٹی‌ٹیوٹ کا نصاب چھ سال کا ہوتا ہے، دوسرے تعلیمی اداروں کی طرح ۵ سال کا نہیں-"

"میں تو سمجھتا ہوں کہ سرجن بننے سے قبل ہی تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوگے- تمہاری ماں آخر پیسوں کا انتظام کیسے کرے‌گی؟"

"مجھے وظیفہ مل جائے‌گا- دوسرے طلبا کو ملتا ہے... ہمارے گاؤں کے دو لڑکے اسی طرح تعلیم حاصل کر رہے ہیں-"

بوڑھا آگ کو گھورنے لگتا اور صاف ظاہر ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کی یاد میں کھو گیا ہے-

"شہر میں اتنی زبردست کشش آخر کیا ہے؟"

"تعلیم... یہی خاص کشش ہے- سرجن ہونے کے بعد آدمی دیہات واپس جاکر کام کر سکتا ہے- ذاتی طور پر تو میں بہرحال دیہات میں کام کرنا پسند کروں‌گا-"

"تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ان لوگوں کو بہت زیادہ آمدنی ہوتی ہے؟"

"کس کو؟ سرجنوں کو؟"

"ہاں-"

"یقیناً نہیں- انہیں بہت کم تنخواہ ملتی ہے- اتنی کم کہ اس سے کم ممکن نہیں- ویسے مجھے معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں ان کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی..."

"تب آخر اتنے برسوں تک بیکار آنتیں سکھاتے رہنا کہاں کی دانش‌مندی ہے؟ جاکے ڈرائیوری کی تربیت حاصل کر لو، تمہیں نوکری مل جائے‌گی- دیکھو نا، ڈرائیوروں کو کتنی زیادہ آمدنی ہوتی ہے! پھر یہ لوگ کسی کو لکڑی دے کر، کسی اور کو ریاستی فارم کی سوکھی گھاس دے کر چپ‌چاپ اوپر سے بھی کچھ نہ کچھ کما لیتے ہیں- ڈرائیور بن‌کر تم اپنی ماں کی بھی مدد کر سکوگے- اسے آخر تین دوسرے بچوں کا بھی تو پیٹ پالنا ہے-"

"یورکا الجھن میں مبتلا ہو جاتا کہ بوڑھے کی اس بات کا کیا جواب دے- ماں اور چھوٹے بھائیوں کے تذکرے سے اسے تکلیف پہنچتی- بے‌شک ماں کو سخت مشکلات کا سامنا تھا...

لیکن بوڑھے کے منھ سے اس طرح کی باتیں سن کر یورکا کو ا
پر کچھ اور زیادہ غصہ آتا۔
"ہم لوگ اپنا کام چلا لیں گے" وہ سختی کے ساتھ جوا
دیتا۔ "کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کی ضرور
نہیں۔"
"معقول بات ہے" بوڑھا اس سے اتفاق رائے کرتے ہوئ
کہتا۔ "دراصل یہاں تم سب کو طرح طرح کی باتوں میں الج
دیا گیا ہے۔ تعلیم تم لوگوں کو کچھ اس طرح ذہنی آوارگی میں
مبتلا کر دیتی ہے جیسے... فوری طور پر اس کی سمجھ میں ن
آتا کہ وہ کس چیز سے تشبیہہ دے۔ "پرانے زمانے میں ہم لوگ
خدا کی مہربانی سے تعلیم کے بغیر ہی مزے سے زندگی بسر
کرتے تھے۔ ہمیں کبھی بھوکا نہیں مرنا پڑتا تھا۔"
"آپ کی سوجھ بوجھ بس یہیں تک محدود ہے: یہی ک
پرانا زمانہ کیا تھا!"
"اب یہی دیکھو نا، یہ جو تمام ہوائی جہاز بنائے گئے ہیں
یہ کتنی واہیات چیز ہیں۔"
"میرا خیال ہے کہ آپ تو ہوائی جہاز سے سفر کے بجائے
گھوڑا گاڑی سے سفر کو ترجیح دیں گے؟"
"اس میں آخر برائی کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ گھوڑا
گاڑی سے سفر کروں تو دھیرے دھیرے سکون کے ساتھ اپنی
منزل پر پہنچوں گا لیکن جہاں تک ان ہوائی جہازوں کا تعلق
ہے ان میں سے کوئی ہوائی جہاز جس پر ہم سفر کر رہے
ہوں، زمین سے آ ٹکرائے تو بعد میں جسم کے ٹکڑے بھی نہ مل
سکیں۔"
اور اس طرح ہر روز صبح کو وہ لوگ باتیں کیا کرتے تھے
یہاں تک کہ یورکا کے اسکول جانے کا وقت ہو جاتا اور وہ چل
دیتا۔ بوڑھا تو باتیں کرکے اپنے دل کا بوجھ کچھ ہلکا کر لیتا
تھا تاکہ وہ خاموشی کے طویل دن کا سامنا کر سکے مگر جہاں
تک یورکا کا تعلق تھا، وہ بوڑھے کی تھکا دینے والی شکایات پر
جھنجھلاتا ضرور تھا لیکن نئے نظام کی، نئی چیزوں کی، ہوائی
جہازوں، تعلیم، شہری زندگی، کتابوں اور سینما وغیرہ کی

فداری کرکے اسے دل ھی دل میں خاصا اطمینان محسوس
وتا تھا-

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ خود بوڑھا بھی خدا پر یقین
یں رکھتا تھا-

"یہ منہ بسورنے اور منمنانےوالے لوگ، ھونہہ، کوئی اور
چھی بات کر نہیں سکتے- اس لئے بس آہ و زاری کیا کرتے
یں" وہ مذھبی لوگوں کے بارے میں کہتا- "سارے مسائل کا
ل محض کام میں مضمر ھے- اس کے بعد امن رھےگا اور چیزوں
ی افراط ھوگی-"

لیکن کام سے اس کی مراد ھوتی تھی صرف اپنے لئے کام
رنا- صرف اپنے چھوٹے سے قطعہ آراضی پر، اپنی سبزیوں
ی کیاریوں میں کام کرنا جیسا کہ پرانے زمانے میں ھوتا تھا-
ود اس نے اجتماعی فارم پر کام کرنا بہت دن پہلے ھی بند کر
یا تھا- حالانکہ اس کی عمر کے کچھ دوسرے بوڑھے لوگ اب
ھی فارم پر مختلف کاموں میں ھاتھ بٹاتے تھے- مثلاً شہد کے
چھتوں کی نگہداشت، فصلوں کی دیکھ بھال یا چوکیداری-

"دراصل آپ کولک* تحریف‌پسندی کے حامی ھیں" ایک
وز یورکا نے بوڑھے کی کسی بات پر جھلا کر کہا-

بوڑھا یہ سن کر کچھ دیر تک تو خاموش رھا، پھر اس نے
یک عجیب انداز سے کہا: "اے، وہ لوگو، جن کو دھرتی نے
عذاب میں مبتلا کیا ھے، اٹھ کھڑے ھو!" اس نے اپنے دونوں
تھنوں کو باری باری زور زور سے ناک چھڑک کر صاف کیا-
میض کے کنارے سے ناک پونچھی اور آخر میں کہا: "تم بڑے
چھے کمیسار ثابت ھوتے- پرانے زمانے میں کمیسار نوجوان
وگ ھوا کرتے تھے-"

یورکا اپنی تعریف سن کر دل ھی دل میں خوش ھوا-

"دھرتی کے عذاب میں مبتلا کئے ھوئے نہیں بلکہ دھرتی

---

*بڑے اور امیر کاشتکار جنھوں نے انقلاب‌دشمن تحریک
چلائی تھی-

کے وہ لوگ جو عذاب میں مبتلا ھیں" اس نے بوڑھے کی
ہوئی بات کو درست کیا-
"یہ کولک تحریف‌پسندی کی بات نہ منہ سے نکالو، ور
ذمے‌داران میری زمین کا ایک ٹکڑا کاٹ لیں‌گے- میں .
زمین کا مستحق ھوں اس سے پوری ایک پٹی زائد زمین میر
قبضے میں ھے..."
"آپ اسے اپنے قبضے میں رکھئے- مجھے ذرا بھی پرو
نہیں-"
"اب درد کچھ کم ھو گیا ھے- میری آنکھوں کے سامنے
اندھیرا چھا گیا تھا-"
یورکا اب اور باتیں نہیں کرنا چاھتا تھا، اسے اسکول
کام کرنا تھا-
"اب تم کیا پڑھ رھے ھو؟"
"فلکیات" یورکا نے بےاعتنائی سے مختصر سا جواب د
جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مزید بات‌چیت کا خواھاں نہیں
"یہ کاھے کے بارے میں ھے؟"
"بالائی خلا کے بارے میں جہاں ھمارے خلاباز پرواز کرک
پہنچنے ھیں-"
"تمہارا مطلب ھے گگارین؟"
"ایک گگارین ھی نہیں- اب تو ھمارے یہاں بہت سے خلابا
ھو گئے ھیں-"
"یہ لوگ پرواز کرکے وھاں آخر کیوں جاتے ھیں؟ کس
مقصد کے لئے جاتے ھیں؟"
"کیا عمدہ سوال ھے!" یورکا نے ایک بار پھر کرسی کے
پچھلے حصے سے ٹیک لگا لی- "آپ ضرور یہ سوال ان خلابازو
سے دریافت کریں! شاید آپ کے خیال میں ان کے لئے بہتر ھوگ
کہ وہ آتشدان کے اوپری بستر پر پڑے رھیں؟"
"آتشدان! آتشدان! تم ھمیشہ مجھے یہ طعنہ دیتے رھتے
ھو!" بوڑھے نے برا مانتے ھوئے برھمی کے ساتھ کہا- "میری
جتنی عمر تک زندہ رہ لو تب اس طرح کی بات کرنا-"
"میں نے آپ سے یہ بات تکلیف پہنچانے یا توھین کرنے

خیال سے نہیں کہی تھی لیکن سوچئے نا یہ بھی کوئی سوال
ا کہ لوگ بالائی خلا میں پہلی مہمجوئی کیوں کر رہے ہیں!
تو واقعی..."

"تو تم مجھے سمجھاؤ نا، آخر تمہیں تعلیم کس لئے دی
تی ہے؟ کیا محض اس لئے کہ تم کسی بوڑھے آدمی کا سر قلم
سکو؟"

"دیکھئے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خلا کی تحقیق و
تیش بہت ضروری ہے- ایک زمانہ آئےگا جب لوگ چاند پر
ریں گے اور بعد میں پرواز کرکے زہرہ پر جائیں گے جہاں ہو
کتا ہے کہ دوسرے لوگ زندگی بسر کر رہے ہوں- ان لوگوں
ں ایک جھلک دیکھنا کیا دلچسپ بات نہ ہوگی؟"

"کیا وہ ہم لوگوں کے جیسے ہیں؟"

"یہ بات تو میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، ہو سکتا
ے کہ وہ لوگ کچھ بدصورت ہوں- کیونکہ وہاں کی فضا یہاں
ے مختلف ہے: وہاں زیادہ دباؤ ہے-"

"میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ ہم سے برسرپیکار ہونا
اہیں گے-"

"کیوں؟ آخر انہیں ہم سے لڑنے کی کیا ضرورت ہوگی؟"

"وہ کہیں گے، تم لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہو" بوڑھے کو
ہری دلچسپی پیدا ہو چلی تھی- "وہ ایک کہاوت ہے نا کہ
بلایا مہمان، عذاب جان-"

"وہ اس قسم کی کوئی بات نہ کریں گے- انہیں بھی اتنی
ی مسرت ہوگی جتنی کہ ہمیں- ابھی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا
ہ یہاں کے لوگ زیادہ ذہین ہیں کہ وہاں کے- شاید وہاں کے
وگ زیادہ ذہین ہوں- اگر ایسا ہوا تو ہم ان سے بہت کچھ
یکھ سکیں گے اور جب ہم اپنی ٹکنالوجی کو زیادہ ترقی دے
یں گے تو ہم زہرہ سے آگے بھی پرواز کر سکیں گے..."

خود یورکا پر کامرانیوں کی ان توقعات نے جادو سا کر
یا جو بنی نوع انسان کے سامنے تھیں- وہ اچھل کر کرسی سے
ٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا- "ہم ابھی یہ نہیں جانتے کہ ان
یاروں کی تعداد کتنی ہے جو زمین سے ملتے جلتے ہیں- ہو

سکتا ہے کہ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہو! اور ان س
پر زندہ مخلوق موجود ہو- ان سیاروں تک ہماری آمد و ر
ہوگی- یہاں کے لوگوں سے ہمارا ملنا جلنا ہوگا... اور آ
میں ایک کائناتی انسان وجود میں آئےگا، ہم سب ا
ہوں گے-"

"تم لوگ ایک دوسرے سے شادیاں بھی کروگے؟"

"میں تو تعلیم کے بارے میں کہہ رہا ہوں! شاید کہ
ایسی زندہ مخلوق کا وجود پایا جاتا ہے جو اتنی زیا
ترقی‌یافتہ ہے کہ ہم اس سے کچھ سیکھ سکیں- شاید وہ لو
تمام دریافتیں مکمل کر چکے ہیں جبکہ ہم لوگ ابھی ابتدا
اقدامات ہی کر رہے ہیں- ان سے ربط و ضبط کے بعد
مسرت کامل کی اس حالت میں زندگی بسر کر سکیں گے جس
مذہب میں جنت کہا جاتا ہے- فرض کیجئے کہ آپ اپنے بیٹو
کو دیکھنا چاہتے ہیں ٹھیک اسی جگہ سے جہاں اس وقت آ
ہیں یعنی آتشدان کے اوپر سے- تو بس آپ وائیڈیو سیٹ
سوئچ آن کر دیجئے- صحیح لہر پر سوئی لگائیے اور لیجئے
آپ کے بیٹے سامنے نظر آنے لگے- ان سے جتنی باتیں کرنا چاہئے
کیجئے- یا شاید آپ اپنی بیٹی کے یہاں جانا چاہتے ہوں، اپ
چھوٹے نواسے کو ذرا دیر کھلانا چاہتے ہوں؟ آپ اوپر چھ
پر جائیں، ایک چھوٹے سے ہیلی‌کاپٹر کو حرکت میں لائیں او
"ایکس" منٹ کے اندر ہی آپ اپنی بیٹی کے مکان پر پہن
جائیں گے- اور آپ کا نواسہ... اب آپ کے نواسے کی کیا عم
ہوگی؟"

"سات سال-"

"وہ آپ کو "جنگ اور امن" کے اجزا پڑھ کر سنائے
کیونکہ اس کی نشوونما آج‌کل کی بہ‌نسبت کہیں زیادہ تیزرفتا
ہوگی اور ایسی عمدہ دوائیں تیار ہو جائیں گی کہ لوگ سو
ایک سو بیس سال تک زندہ رہا کریں گے-"

"اب یہ تو تم بہت بڑھا چڑھا کر کہہ رہے ہو-"

"کیوں؟ آج سائنس‌دان اسی مسئلے کو حل کرنے میں
مصروف ہیں- ایک سو بیس سال کو عام عرصۂ حیات تصو

جا رہا ہے- ہمارے پاس کافی اعداد شمار نہیں ہیں لیکن یہ اعداد شمار اپنے کہکشاں کے پڑوسیوں سے مانگ لیں گے-"

"کیا خود تم لوگ کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے جس ہم سب ایک سو بیس سال تک جی سکیں؟"

"نہیں، ہمیں ابھی ایسی تدابیر پر قدرت نہیں حاصل ہے- ، ایک سست‌رفتار عمل ہے- شاید ہم لوگ ترقی کرکے اس زل تک پہنچ جائیں جہاں ایک سو بیس سال تک زندہ رہنا کن ہو لیکن مستقبل قریب میں اس کا امکان نہیں- اس کے نابلے میں کہکشاں کو پرواز کرنے کے لئے خلائی جہاز تیار کرنے ں نسبتاً کم وقت لگے‌گا جہاں ہو سکتا ہے کہ یہ مسئلہ پہلے ں سے حل کیا جا چکا ہو- ممکن ہے کہ وہاں کے لوگوں نے وئی دوا دریافت کر لی ہو..."

"کچھ بھی ہو- ویسے بھی ایک سو بیس سال تک کون ندہ رہنا چاہے‌گا- آدمی اتنی طویل زندگی سے عاجز آ جائے‌گا-"

"ہو سکتا ہے کہ آپ اسے نہ پسند کریں لیکن دوسرے وگ خوشی خوشی اتنے عرصے تک زندہ رہنا چاہیں گے- ایک خصوص دوا ہوگی..."

"ارے، جاؤ بھی- تم اور تمہاری "دوا"... تم لوگوں نے م از کم کوئی ایسی ہی دوا تیار کر لی ہوتی جس سے گزشتہ وز پی ہوئی مے کے شدید ردعمل پر قابو پایا جا سکتا- اوہ یرا سر، مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر ادکا کشید کی جاتی رہی ہے-"

"آپ کو مےنوشی نہ کرنی چاہئے-"

"تم... میں جاؤ-"

وہ دونوں خاموش ہو گئے-

یورکا پھر اپنی کتابیں لےکے بیٹھ گیا-

"یہ ہو جائے‌گا، وہ ہو جائے‌گا، تم بس اسی طرح کی باتیں کر سکتے ہو" بوڑھے نے دوبارہ کہنا شروع کیا- "دراصل تم بڑی بڑی باتیں کرنا پسند کرتے ہو- خود اپنی مثال لے لو- سولہ سال تک تعلیم حاصل کروگے لیکن تم کسی انسان کے لئے اس وقت کیا کر سکوگے جبکہ وہ مرنےوالا ہو؟"

"اس سے کسی چیز کو الگ کر لیں گے، کچھ حاصل کر لیں گے۔"

"موت کی گھڑی آ پہنچے گی تو اس کے جسم سے کس چیز کو الگ کر لوگے؟"

"میں ایسے احمقانہ سوالات کا جواب نہیں دیا کرتا۔"

"اس لئے کہ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔"

"کوئی جواب نہیں؟.. ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے!" یورکا نے بانہیں بھرکے کتابیں اٹھائیں اور ان کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا ان کے اندر کوئی جواب نہیں ہے؟ کیا آپ نے ان میں سے ایک بھی کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟"

"ان میں مطالعہ کرنے کو ہے ہی کیا، یہ تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں۔"

"بہت خوب!" یورکا کرسی سے اچھل پڑا اور ایک بار پھر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "ایک بیماری ہوا کرتی تھی طاعون۔ ہوتی تھی نا؟"

"ہاں، ہوتی تھی ۱۹۲۰ء میں..."

"اب وہ کیا ہوئی؟ کیا اب بھی کہیں طاعون پھیلتا ہے؟"

"خدا معاف کرے! یہ بیماری واپس آ سکتی ہے..."

"یہی تو اصل بات ہے۔ اب یہ واپس نہیں آ سکتی۔ ہم نے اس کا تدارک کرنا سیکھ لیا ہے۔ ایک دوسری مثال لیجئے۔ فرض کیجئے کہ آپ کو کوئی پاگل کتا کاٹ لیتا تو آپ کا کیا حشر ہوتا؟"

"میں کتے کے کاٹنے کے نتیجے میں جنون میں مبتلا ہو جاتا۔"

"جی ہاں اور آپ کا انتقال ہو جاتا۔ لیکن اب ایسی صورت پیدا ہو تو آپ کے چالیس انجکشن لگیں گے اور سارا اثر ختم ہو جائے گا۔ آپ کی جان بچ جائے گی۔ تپ‌دق کو ناقابل علاج تصور کیا جاتا تھا۔ کیا جاتا تھا کہ نہیں؟ لیکن اب؟ اب تو چھ ماہ کے علاج سے آدمی بالکل تندرست ہو جاتا ہے! ان سب باتوں کی فکر کس نے کی؟ سائنس‌دانوں نے! ہونہہ،

'جھوٹ کا پلندہ...'' آپ اگر سمجھ نہیں سکتے تو آپ کو
خاموش رہنا چاہئے۔''

یورکا کی نکتہ‌چینی سے بھناکر بوڑھا اپنی تمام صلاحیتوں
کو بروئے کار لانے پر اتر آیا۔

''اچھی بات۔ کتے کے بارے میں تم جو کہہ رہے ہو اسے
مانے لیتا ہوں مگر سانپ کے ڈسنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟
ڈاکٹروں کو اس میدان میں کون سی کامیابی حاصل ہوئی؟ اس
کے برعکس جھاڑ پھونک کرنےوالی بوڑھی عورت اس شخص کے
کان میں جسے سانپ نے ڈس لیا ہو، چپکے چپکے کوئی جادو
پڑھتی تھی اور پلک جھپکتے میں سارا اثر ختم ہو جاتا تھا اور
اس طرح کی عورتیں کبھی بھی کسی انسٹی‌ٹیوٹ میں تعلیم
نہیں حاصل کرتی تھیں۔''

''وہ تو محض ایسے معاملات ہوتے تھے جن میں سانپ اتنا
زہریلا نہیں ہوتا تھا کہ آدمی ہلاک ہو جائے۔''

''بہت خوب، تو تم خود کیوں نہیں آزما لیتے۔ذرا خود کو
کسی سانپ سے کٹواؤ، تو...''

''میں بالکل تیار ہوں! پہلے میں انجکشن لگوا لوں گا، پھر
سانپ جتنی شدت اور زہریلے‌پن سے کاٹ سکتا ہو کاٹے، میں
مسکراتا رہوں گا۔''

''تم محض بیجا تکبر میں مبتلا ہو اور کوئی بات نہیں۔''

''مگر یہ سب باتیں ان میں موجود ہیں'' یورکا نے دوبارہ
کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''لوگوں نے ان باتوں کو خود اپنے
اوپر آزمایا ہے! کیا آپ جانتے ہیں کہ اکادیمیشین پاولوف نے
اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے طلبا کو بلایا اور خود
اپنی موت کے ہر مرحلے کی کیفیت انہیں بول کر لکھائی۔''

''لیکن وہ ایسا کس طرح کر سکتے تھے؟''

''اس طرح۔ میرے پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں'' انہوں نے
کہا۔ ''اس بات کو لکھ لو'' چنانچہ طلبا نے اسے لکھ لیا۔ اس کے
بعد ان کے ہاتھوں کی حس ختم ہو گئی، انہوں نے طلبا کو بتایا:
''میرے ہاتھ بےحس ہو گئے ہیں۔''

''اور وہ لوگ یہ ساری باتیں لکھ رہے تھے؟''

"ہاں، ہاں- اس کے بعد ان کے دل کا فعل رکنے لگا او
انہوں نے اپنے طلبا کو اس کے متعلق بتایا- بےشک طلبا کے
آنکھوں سے آنسو رواں تھے مگر انہوں نے یہ سب کچھ لکھا
یورکا کو محسوس ہوا کہ خود اس کی آنکھوں میں آنسوؤں سے
ٹیس اٹھنے لگی ہے- بوڑھا بھی اس واقعے کے تذکرے سے بہت
متاثر ہوا-

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر ان کا انتقال ہو گیا لیکن بالکل آخری لمحے تک و
طلبا کو ہر کیفیت کے متعلق اطلاع فراہم کرتے رہے کیونکہ
سائنس کو اس کی ضرورت تھی- اور آپ ہیں کہ جادو ٹو
کرنےوالی عورتوں کی بات کرتے ہیں- آپ کا بس چلے تو ہمیں
مزید ایک ہزار سال کے لئے جہالت اور لاعلمی میں چھو
جائیں... یہ ہوا کرتا تھا، وہ ہوا کرتا تھا... اچھا یہ بتائیے
کہ پرانے زمانے میں آپ کے پاس یہ تھا؟" یورکا دیوار کے پاس
گیا اور ریڈیو کا پلگ لگا دیا- کوئی عورت گا رہی تھی- "عورت
کہاں ہے؟ یہاں تو نہیں ہے کہ ہے؟"

"کون نہیں ہے؟"

"یہی عورت جو گا رہی ہے؟"

"لیکن اس کی آواز تو تاروں کے ذریعے آ رہی ہے-

"تاروں پر نہیں، دیہاتی لہروں پر! ہونہہ، تار! تار
صرف یہاں گاؤں میں لگے ہیں اور یہ عورت تو ہو سکتا ہے
کہیں سنٹائین میں گا رہی ہو- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہاں
سے وہاں تک تار پھیلے ہوئے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے- گزشتہ سال جب میں وانکا سے ملنے گ
تھا تو میں نے تمام راستے میں کھمبوں پر تار لگے دیکھے تھے-

یورکا نے بحث ختم کر دینے کا فیصلہ کیا-

"آپ سے بات کرنا ہی بیکار ہے- مجھے اسکول کا کام پو
کرنا ہے-"

"تو کرو نا-"

"لیکن آپ تو مسلسل میری توجہ ہٹائے جا رہے ہیں...
یورکا میز پر بیٹھ گیا، ہاتھ کانوں پر رکھے اور پڑھنا شروع کیا

کافی دیر تک گھر میں کوئی آواز نہیں سنائی دی۔
"کیا ان کی کوئی تصویر تمہارے پاس ہے؟" آخرکار
ڑھے نے دریافت کیا۔
"کس کی؟"
"انہی سائنس‌داں کی جو مر رہے تھے۔"
"اکادیمیشین پاولوف؟ یہ رہی ان کی تصویر۔"
یورکا نے بوڑھے کو ایک کتاب تھماتے ہوئے اس میں پاولوف
ی تصویر کی نشاندھی کی۔ بوڑھا بڑی سنجیدگی سے دیر تک
س تصویر کو دیکھتا رہا۔
"انتقال کے وقت وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔"
"جی ہاں، مگر وہ بالکل بڑھاپے میں بھی توانا و تنومند رہے
ور کبھی بھی پی‌کے اس طرح بدمست نہیں ہوئے جیسے کہ...
یسے کہ کچھ لوگ ہو جاتے ہیں" یورکا نے کتاب واپس لے لی۔
اور وہ آتشدان کے اوپری بستر پر پڑے کوستے اور گالیاں
ہیں بکتے رہتے تھے۔ وہ پابندی سے اسکیٹلس* کھیلتے تھے اور
خری دن بھی جبکہ علیل ہوئے اسکیٹلس کھیلی تھی۔ انہوں نے
توں کے اضطراری فعل کی وضاحت کے سلسلے میں جانے کتنے
توں کا آپریشن کیا!.. ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ ہمیں نظام
عصاب کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ آپ جانتے ہیں کہ
س وقت آپ کی طبیعت کیوں خراب ہے؟"
"ارے، یہ تو کل کی مےنوشی کا ردعمل ہے۔ یہ بات تو
یں پاولوف کے بتائے بغیر ہی جانتا ہوں۔"
"ہاں، یہ کل کی مےنوشی کا ردعمل ضرور ہے لیکن کل آپ
ے اپنے نظام اعصاب کو کچل‌کے رکھ دیا تھا، بالکل تو کو دیا تھا
ور آج وہ... درست اور معمول کے مطابق ہو رہا ہے۔ دراصل
پ نے خود کو ایک خاص حالت میں ایک اضطراری فعل انجام
ینے کا عادی بنا لیا ہے۔ جیسے ہی آپ اپنی پنشن کی رقم
کالتے ہیں آپ کو نصف بوتل وادکا کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ

---

*ایک کھیل جو ۹ میخوں سے کھیلا جاتا ہے۔ یہ سب ایک
یند سے گرائی جاتی ہیں۔

اس کے بغیر نہیں رہ سکتے" یورکا کو اس خیال سے ایک طر
کا اطمینان سا ہوا کہ وہ بوڑھے پر اتنی نرمی کے ساتھ ا
قائل کرنےوالے انداز میں یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا
کہ اسے مےنوشی کتنا زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے- بوڑھا ا
کی باتیں سن رہا تھا- "تو اس صورت میں آپ کو اب کرنا
چاہئے؟ آپ کو اس اضطراری فعل پر قابو پانا چاہئے- آ
ڈاکخانے سے اپنی پنشن کی رقم نکالتے ہیں، گھر کے
روانہ ہوتے ہیں اور آپ کے قدم آپ کو گاؤں کی دکان کی طر
لے جاتے ہیں- اس لئے آپ کو دکان کے سامنے سے سیدھے آ
بڑھ جانا چاہئے یا پھر ادھر کا رخ ہی نہ کیجئے- کسی دوسر
سڑک سے لوٹیے-
"اس طرح تو مجھ پر کچھ اور بھی خراب کیفیت طار
ہو گی-"
"آپ اس خراب کیفیت کو ایک بار محسوس کریں گے
دو بار کریں گے، تین بار کریں گے، لیکن اس کے بعد آپ اس
عادی ہو جائیں گے- چپچاپ دکان سے آگے گزر جائیں گے او
اس بات پر دل ہی دل میں ہنسیں گے-"
بوڑھے نے کہنی ٹکاتے ہوئے خود کو کچھ اوپر اٹھایا
کپکپاتی ہوئی انگلیوں سے سگریٹ بنا کر سلگائی، ایک طویل
کش لیا اور کھانسنے لگا-
"اوہ یہ درد... لعنت ہو اس پر، خدا کی مار ہو اس پر
مجھے تہ و بالا کئے دے رہا ہے- میں دوزخ کو سیدھ
جاؤں گا-"
یورکا پھر اپنی کتابیں لے کر بیٹھ گیا-
بوڑھا خرخراہٹ کے ساتھ سانس لیتا ہوا آتشدان کے چھج
سے نیچے اترا- نمدے کے لانگ بوٹ اور بھیڑ کی کھال کا کو
پہنا، ایک چاقو لیا اور باہر چھت سے ڈھکے دالان کو چلا گیا
"اب آخر یہ کہاں چل دئے" یورکا نے حیرت سے سوچا
بوڑھے کو باہر گئے ہوئے خاص دیر ہو چکی تھی او
یورکا یہ دیکھنے کے لئے کہ چاقو لے کر نکلے تھے، انہیں کچھ د
تو نہیں گیا، باہر جانے ہی والا تھا لیکن ٹھیک اسی لمحے و

ر کی چربی کا اپنے ہاتھ جتنا بڑا ٹکڑا لئے دوبارہ اندر داخل
ا-

"تمہارے پاس روٹی ہے؟"

"جی ہاں، کیوں؟"

"تو یہ لو- روٹی پر کچھ چربی رکھ لو، ورنہ یہ جو
ہارے اکادیمیشین لوگ ہیں نا، ان سب کی کتابوں کا مطالعہ
ہل کرنے سے قبل ہی تھکن سے نڈھال اور کمزور ہو جاؤگے-"

یورکا کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے-

"میں آپ کو اس کی قیمت نہ چکا سکوں‌گا، ہمارے پاس
چھ نہیں..."

"کھاؤ بھی بیٹے- اور دیکھو، آتشدان پر کیتلی چڑھی ہوئی
ے- میرا خیال ہے کہ یہ اب بھی گرم ہوگی- چائے لے لو اور
ھکانے کا کھانا کھاؤ-"

یورکا آتشدان پر سے کیتلی اٹھا لایا، ایک مگ چائے
ڈیلی جو اب بھی گرم تھی، روٹی اور سور کی چربی کے ٹکڑے
اٹے اور کھانا شروع کر دیا- بوڑھا کچھ دشواری کے ساتھ
وبارہ آتشدان کے چھجے پر چڑھا اور وہاں سے یورکا کو
یکھنے لگا-

"سور کی چربی کیسی ہے؟"

"بہت اچھی!" یورکا نے انگریزی میں جواب دیا- "اول
رجے کی!"

"دراصل یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ سور کو غذا کس
رح دی جائے- کچھ لوگ اپنی نادانی میں اس کی کھلائی پلائی
زاں میں شروع کر دیتے ہیں- اس صورت میں اس میں چربی
ی چربی رہ جاتی ہے، گوشت ذرا بھی نہیں ہوتا- اس کے
عکس کچھ لوگ سور کو فاقے کراتے ہیں- وہ سوچتے ہیں کہ
س طرح بغیر چربی کا گوشت زیادہ حاصل ہوگا- بات یہ ہے
ہ ہر شخص تو چربی پسند نہیں کرتا- بہرحال جب وہ سور
و ہلاک کرتے ہیں تو نہ چربی ہاتھ آتی ہے نہ گوشت- کرنا
چاہئے کہ ایک ہفتہ سور کی خوب کھلائی پلائی کی جائے،
س کے بعد ایک ہفتے تک کچھ ڈھیل دی جائے یعنی غذا کی

مقررہ مقدار کا نصف حصہ کھلایا جائے- پھر ایک ہفتہ پور
غذا دی جائے اور بعد میں پھر ڈھیل ڈال دی جائے... ایسا کر
سے سور میں چربی اور گوشت کی تہیں حاصل ہوتی ہیں
یعنی ایک تہہ چربی کی اور ایک بغیر چربی کے گوشت کی
اور ہاں، نمک لگانے کے لئے بھی بڑی مہارت کی ضرورت ہوتی
ہے..."

یورکا بوڑھے کی باتیں سنتا رہا اور اس نے سور کی بہ
ہی سرد، اشتہا پیدا کرنےوالی چربی ڈٹ کے کھائی-

"بہت عمدہ ہے! آپ کا بہت بہت شکریہ-"

"خوب پیٹ بھر گیا نا؟"

"جی ہاں" یورکا نے روٹی اور کیتلی اٹھاکے الگ رکھی- ا
بھی کچھ چربی بچ گئی تھی- "اسے کہاں رکھ دوں؟"

"اسے باہری دالان میں لے جاؤ اور ٹب کے اوپر رکھ د
شام کو کچھ اور لے لینا-"

یورکا سور کی چربی کو باہری دالان میں رکھکے واپ
لوٹا، اپنا پیٹ تھپتھپایا اور بڑے پرمسرت لہجے میں کہا: "ا
میں بہتر طریقے سے غور و فکر کر سکوں گا- اس طرح ہر وق
بیٹھے رہنے سے سر کچھ چکرانے لگتا ہے-"

"ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو" بوڑھے نے آسودگی کے ساتھ ک
اور دوبارہ پیٹ کے بل لیٹ گیا- "ارے، ہائے! خدا کی مار
اس پر... لیٹتے ہی پھر درد شروع ہو جاتا ہے-"

"کیا میں دوڑکے آپ کے لئے شراب کا پوا خرید لاؤں؟"

بوڑھے نے ذرا دیر تک کوئی جواب نہ دیا-

"ارے، یہ درد ختم ہو جائے گا- بعد میں تم مرغیوں
لئے کچھ اناج ڈال دینا اور گائے کو کچھ سوکھی گھاس د
دینا- مگر دیکھو، لوٹتے وقت گیٹ بند کرنا نہ بھولنا-"

"بہت اچھا- ہاں تو اب بچا کیا ہے؟ جغرافیہ- اسے
منٹوں میں نپٹا دوں گا" یورکا بہت زیادہ جوش میں تھا- ا
نے عمدہ کھانا کھایا تھا اور اسکول کا کام تقریباً مکمل کر چ
تھا- اس نے سوچا کہ وہ آج شام کو اسکیٹنگ کرنے جا سکے گ

"تم نے ان کے قریبی رشتےداروں کے متعلق کچھ نہ

بتایا؟ ان کے اعزہ و اقربا میں سے کوئی موجود نہیں تھا؟"
اچانک بوڑھے نے دریافت کیا۔
"آپ کس کے متعلق دریافت کر رہے ہیں؟"
"ارے، انہی اکادیمیشین کے متعلق۔ کیا صرف طالب علم
ہی ان کے پاس موجود تھے؟"
"آپ کی مراد پاولوف سے ہے؟ ہو سکتا ہے کہ رشتےدار
بھی موجود رہے ہوں۔ یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کل
میں دریافت کروں گا۔"
"ان کے کچھ بچے رہے ہوں گے۔ ہے نا؟"
"بہت ممکن ہے۔ میں کل معلوم کروں گا۔"
"یقیناً موجود رہے ہوں گے۔ ان کے اپنے افراد خاندان پاس
نہ ہوتے تو وہ طلبا کو کچھ زیادہ نہ لکھا پاتے۔ تنہائی بڑی
دشوار اور تکلیف‌دہ ہوتی ہے۔"
یورکا نے طے کیا کہ اب وہ کوئی دلیل نہ پیش کرے گا۔ وہ
کہہ سکتا تھا کہ آخر طلبا کیا تھے! لیکن اس نے بات یہیں ختم
کر دی۔
"بےشک" اس نے بوڑھے سے اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا،
"تنہائی بڑی دشوار اور تکلیف‌دہ ہوتی ہے۔"

باطنی پہلو

شہر سے کچھ جوان افراد (جو
شن گھر سے تعلق رکھتے تھے) کراسنی یار گاؤں میں وارد
ئے- یہ لوگ ایک فیشن شو کرنے کے لئے آئے تھے-
یہ موسم گرما کے ابتدائی ایام تھے- سرخ رنگ کی بس
ؤں کی سڑک سے گزرتی ہوئی کلب میں جاکر ٹھہر گئی اور
ایت ھی حسین و جمیل لڑکیوں اور موسیقی کے مختلف ساز
نبھالے ہوئے جوانوں کی ایک بھیڑ باہر اتری-
کلب کا مینجر ایلیا دیگتیاروف جو بہت ھی کاھل اور
الاک شخص تھا، ان لوگوں کا استقبال کرنے کے لئے موقعے پر
وجود تھا- اس نے ان سب سے ملاقات کی اور انہیں گاؤں کے
ن مکانات کی طرف لےکر چل دیا جہاں انہیں رات کو قیام کرنا
ھا-
کلب کے باہر، جسے دیگتیاروف اس کے نام یعنی ثقافتی
ھر کے مخفف سے پکارے جانے پر اصرار کیا کرتا تھا، نوٹس
ورڈ پر ایک اعلان چسپاں کر دیا گیا:

اعلان!

آج ثقافتی گھر میں نوجوان افراد کے
لئے بہار اور گرمیوں کے فیشنوں کا ایک
مظاہرہ کیا جائےگا-
مظاہرہ ۹ بجے شب میں شروع ہوگا-

بعد میں ایک فلم دکھائی جائے گی۔
مظاہرے میں داخلے کے لئے کوئی ر
نہ دینی ہوگی۔

پروگرام میں بہت سے افراد نے شرکت کی جن میں ر
زیادہ تر لڑکیاں تھیں۔
دیگتیاروف نے اس موقعے پر اپنی عام تقریروں کی جیسی
ایک تقریر کی۔
"حیرت انگیز طور پر قابل ستائش کارناموں کے ان ایام ا
اس عہد میں" اس نے کہا، "ہم سب کو خوش لباس ہونا چاہئے
ساتھیو! پھر بھی یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ ہم بعض اوقا
ایسے معاملات میں بےپروائی سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے
شہری فیشن گھر کے ملازمین ہمارے سامنے ہلکی صنعت کے شعب
میں انجام دئے جانےوالے متعدد کارناموں کا مظاہرہ کریں گے۔
دیگتیاروف نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی: "ہو سک
ہے کہ کوئی ایسا زمانہ بھی رہا ہو جب بعض مضحکہ اڑانےوا
لوگ متشککانہ طور پر کہہ سکتے تھے: "ذرا کوشش کر
روس کو مہذب تو بناؤ!" لیکن آج ہم مکمل یقین دہانی کے سا
اعلان کر سکتے ہیں: "ہاں ساتھیو، ہم گاؤں میں ثقافت
نسبتاً اعلا معیاروں کے علمبردار ہیں!"
نوجوان موسیقی کے مختلف آلات اور سازوں کے سا
اسٹیج پر آئے، نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے اور انہوں
ہلکی اور نشاطیہ موسیقی کی چند دھنیں بجائیں۔ ایک لڑ
خوبصورت، نقرئی، سفید لباس زیب تن کئے ہوئے داخل ہوئی
اسٹیج پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے پروقار انداز
میں چلی، حاضرین کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور واپس لو
گئی۔
"یہ شام کو زیب تن کیا جانےوالا ایک رسمی گون ہے" ایک
سیدھی سادی ادھیڑ عمر کی عورت نے جس کی طرف اس وقت
تک کسی کی توجہ نہیں مبذول ہوئی تھی، تبصرہ شروع کیا۔
"یہ لباس اپنے انداز و ساخت کے اعتبار سے یوں تو خاصا ساد

ے- لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ بہت ہی جاذب توجہ
ر موثر ہے-"

شام کے گون میں ملبوس لڑکی اسٹیج پر آتی جاتی اور
سکراہٹیں بکھیرتی رہی- موسیقار دھنیں بجاتے رہے- خاص
ور سے طبل نواز جو اپنی چھڑیوں سے ہاتھ صفائی دکھاتا اور
اؤں سے زمین کو تھپکی دیتا تھا- اکارڈین بجانےوالا اور اسی
رح گتار بجانےوالا بھی پاؤں سے زمین کو تھپکی دے
ہا تھا-

چاندی کے جیسے چمکدار لباس والی لڑکی کے اسٹیج سے
ہاتے ہی دوسری لڑکی ایک مختلف لباس میں نمودار ہوئی-
ہوٹا سرخ دھن، کمسن اور بہت چھریرا اور نازک بدن- اس
ے بھی اسٹیج پر آہستہ خرامی کی اور جسم کو چکر دیا- اس
ے جسم کے چکر کھانے کے انداز میں کچھ اتنی نفاست تھی کہ
ال پسندیدگی کی دھیمی دھیمی آوازوں سے گونج اٹھا-

"یہ روزمرہ کے استعمال کا ایک لباس ہے جو بہت ہی
رامدہ اور کمقیمت ہے- اسے شام کو بھی پہنا جا سکتا ہے..."

دونوں ویناکوروف بھائی اگلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے
جہاں سے پروگرام بہت اچھا دکھائی دیتا تھا-

بڑا بھائی ایوان اپنی کہنی نشست کے عقب میں ٹکائے
بیٹھا تھا اور شروع میں پروگرام کو کچھ ناپسندیدگی کی
نگاہوں سے دیکھ رہا تھا- مگر بینڈ کی دھنیں زیادہ سے زیادہ
نشاطیہ ہوتی گئیں، دوسری لڑکیوں نے جو مختلف لباس زیب تن
کئے ہوئے تھیں، اسٹیج پر نمودار ہوکر مسکراہٹیں بکھیریں
اور ایوان سیدھا ہوکر بیٹھ گیا...

اس کا چھوٹا بھائی سرگئی تمام وقت بالکل بےحس و حرکت
بیٹھا لڑکیوں کو دیکھتا رہا-

گداز جسم اور سنہرے بالوں والی ایک پستہقد لڑکی
گہرے نیلے رنگ کے ایک سادے لباس میں اسٹیج پر آئی اور
پہلے چند قدم پیچھے، پھر چند قدم آگے چلی-

"ساحل پر پہننے کے لئے یہ موزوں ترین لباس ہے، اسے بڑی
آسانی سے اتارا جا سکتا ہے..."

گداز جسم والی لڑکی دونوں بھائیوں کے ٹھیک سامنے ٹھہر گئی اور اپنے لباس کے بٹن کھولنے لگی- ایوان نے اپنے گھٹنے کے دھکے سے سرگئی کو متوجہ کیا لیکن سرگئی نے ذرا بھی جنبش نہ کی-

لڑکی نے لباس اتار دیا اور دوبارہ اسٹیج پر ادھر ادھر چلی- اب وہ غسل کا صرف ایک مختصر سوٹ پہنے ہوئے تھی۔

ہال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا-

لڑکی مسکرائی، اپنا لباس پہنا اور اسٹیج سے چلی گئی۔

ایلیا دیگتیاروف نے (وہ اگلی صف میں نشستوں کے مابین گزرنے کے راستے کے پاس بیٹھا ہوا تھا) پیچھے مڑکر اپنے چہرے سے شدید برہمی کے جذبات ظاہر کرتے ہوئے حاضرین کا جائزہ لیا- پھر اس نے مڑکر دوبارہ اسٹیج کی طرف رخ کیا اور معاملے پر لمحہ بھر غور کرنے کے بعد تالیاں بجانے لگا- اس کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی تالیاں بجائیں لیکن بےدلی کے ساتھ- کیونکہ بہت سے لوگ سوچ رہے تھے کہ یہ ایسی بات نہیں جس پر تالیوں سے اظہار پسندیدگی کیا جائے-

اس کے بعد کچھ نوجوان عمدہ سوٹ پہنے ہوئے اسٹیج پر آئے، چل پھر کر ان کی نمائش کی اور مسکراتے رہے...

پھر ایک فلم دکھائی گئی-

دونوں بھائی کلب سے باہر نکلے تو ایوان نے لباسوں کی نمائش کرنےوالی ماڈل لڑکیوں کو موضوع بحث بنا لیا-

"مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا کہ ان لڑکیوں پر توجہ دینا محض وقت ضائع کرنا ہے" اس نے اپنی رائے کا اعلان کیا- ایوان شہر میں رہتا تھا اور جب بھی کبھی چھٹی پر گاؤں آتا تھا، ہر چیز کو حقارت سے دیکھتا اور فیصلے صادر کرنا پسند کرتا تھا- بحیثیت مجموعی وہ ان دنوں خود کو بہت ہی ذہین اور قابل ثابت کرنے کا کوشاں رہتا تھا- "ان میں بس ظاہر ہی ظاہر ہے- باطن کچھ بھی نہیں- جو کچھ بھی ہے سطح پر ہے، اندرونی یا باطنی اوصاف نہیں پائے جاتے-"

"ارے، خود کو اس چکر سے نکالو بھی" سرگئی نے احتجاج

یا- اسے اپنے بھائی کی طرف سے ذھنی استعداد کے مظاھرے
ں کوشش پسند نہیں آئی- "تم خود جلد ھی ان کے خواب
یکھنے لگوگے-"

"میں ان کے خواب دیکھوں گا؟"

"جی ھاں- تم-"

"اول تو یہ لڑکیاں میرے ذوق پر پوری نہیں اترتیں-
ڑی دبلی پتلی ھیں" ایوان نے کہا- "لیکن اصل بات یہ ھے
ہ ان میں باطنی اوصاف نہیں پائے جاتے-"

"بھاڑ میں جائیں باطنی اوصاف- مجھے ان کے باطنی
وصاف سے کیا لینا ھے؟" سرگئی نے تبصرہ کیا-

"بھئی، واہ کیا شاندار بات کہی!" اس کے بڑے بھائی نے
سے حیرت سے گھورا- "سرگئی، تم تو... تمہیں ھو کیا
یا ھے؟"

"تمہارا کیا خیال ھے؟"

"باطنی وصف سب کچھ ھے" ایوان نے مکمل یقین کے ساتھ
ہا- "کوئی عورت جو باطنی اوصاف سے محروم ھو، وہ...
سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں- وہ دراصل ایک بھیانک
خواب ھوتی ھے!"

"فضول بات ھے" سرگئی بڑبڑایا-

دونوں بھائی گھر پہنچے تو انہیں بڑی حیرت ھوئی- ماڈل
ڑکیوں میں سے دو ایک ان کے یہاں مقیم تھیں- انہیں یہ
طلاع اپنے والد کوزما ویناکوروف سے ملی جو باھری دھلیز پر
یٹھا سگریٹ پی رھا تھا-

"ان لوگوں نے دو لڑکیوں کو ھمارے یہاں ٹھہرا دیا ھے"
س نے کہا- "بس کل تک کے لئے-"

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا-

"ارے، وھی لڑکیاں جو کلب میں آئی تھیں؟ شہر سے؟"

"ھاں، ھاں، وھی-"

"واہ، دیکھو تو!.." ایوان کچھ چکرا سا گیا- "وہ لوگ
اس وقت ھیں کہاں؟"

"بہترین کمرے میں-"

سرگئی دہلیز کے زینے پر بیٹھ گیا اور اس نے سگر۔
سلگائی۔
"سرگئی، کیا ہم لوگ چل کے ان سے ملاقات کریں؟
ایوان نے تجویز پیش کی۔
سرگئی نے کوئی جواب نہ دیا۔
"بولو، کیا کہتے ہو؟"
"آخر کس لئے؟"
"یونہی بس ملاقات کرنے کے لئے... آ رہے ہو نا؟"
"دروازے پر پہلے دستک دے دینا۔ میرے خیال میں
لباس تبدیل کر رہی ہوں گی" ان کے والد نے آگاہی دی۔ "ور
تم لوگ یوں ہی اندر گھس جاؤ گے۔"
سرگئی نے سگریٹ کا بچا ہوا ٹرا پھینکا اور ا
کھڑا ہوا۔ "ہم لوگ کہیں گے کیا؟"
"شام بخیر اور ایسی ہی باتیں... بس ذرا دیر با
کریں گے۔"
سرگئی مکان کے اندر گیا۔ کمروں کی درمیانی گزرگاہ میں
رکھے ہوئے بڑے مضبوط صندوق سے ایک نئی قمیض نکالی او
اسے پہن لیا۔
"خیال رکھنا کہ کیسے بات چیت کی جائے" اس نے اپنے
بھائی کو آگاہی دی۔ "بہت زیادہ تیزی نہ دکھائیے گا۔"
ایوان نے بڑے سرپرستانہ انداز میں اظہار ناپسندیدگی
کیا۔
"سرگئی، تم اطمینان رکھو۔ میں اس سے بڑے معاملات نپٹ
چکا ہوں۔"
سرگئی نے بہترین کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔
"بھئی..."
پھر ایوان نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
"اندر آ جائیے!"
دونوں بھائی اندر داخل ہوگئے۔
"شام بخیر" ایوان نے بلند آواز سے کہا اور دروازے کے
بیچ میں کھڑا ہو گیا۔

سرگئی نے خود کو عجیب احمقانہ حالت میں پایا- کیونکہ
وہ آگے جا سکتا تھا، نہ پیچھے لوٹ سکتا تھا- ایوان نے کمرے
جانے کا راستہ روک رکھا تھا- اب اس کے آگے جانے کا
وال ھی نہ اٹھتا تھا- اسی طرح واپس لوٹنا بھی ممکن نہیں
گیا تھا- اس نے بھی بلند آواز سے "شام بخیر" کہا اور
وان کی پیٹھ میں اپنا مکا گڑایا لیکن ایوان ٹس سے مس نہ
ا-

لڑکیوں نے ان دونوں کے سلام کا جواب دیا اور ان کی طرف
وائیہ انداز سے دیکھا-

"ہم لوگ یہاں رہتے ھیں" ایوان نے صورتحال کی
صاحت ضروری سمجھی-

"اچھا تو آپ یہاں رہتے ھیں؟ کیا کوئی غلط بات ھو گئی
ے؟.. کیا ھم لوگوں نے آپ کا کمرہ لے لیا ھے؟"

"نہیں، نہیں، ایسی کوئی بات نہیں!" ایوان نے کہا اور
ئے بڑھکر کمرے میں داخل ھو گیا- "آپ کا جب تک جی
اھے یہاں رھئے-"

سرگئی ایوان کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ھوا-
ضت اور شرم سے اسے اپنے جسم میں جھرجھری سی محسوس
و رھی تھی-

ایک لڑکی آئینے کے سامنے اپنے بالوں میں کنگھا کر رھی
ھی- یہ وہ لڑکی تھی جس نے اسٹیج پر غسل کرنے کے مختصر
باس میں چہل‌قدمی کی تھی- دوسری لڑکی میز کے پاس بیٹھی
وئی اپنی لمبی لمبی نرم و نازک انگلیوں سے میزپوش پر آڑی
رچھی لکیریں کھینچ رھی تھی-

"کہئے، آپ کو یہاں کیسا لگ رھا ھے؟" ایوان نے دریافت
یا- "زیادہ برا تو نہیں لگ رھا ھے؟"

"کن معنوں میں؟" اس لڑکی نے جو بالوں میں کنگھا کر
رھی تھی، مڑکر اسے دیکھا اور مسکرائی-

"آپ یہاں آرام سے ھیں نا؟"

"ھاں، سب ٹھیک ھے- شکریہ-"

ایوان بھی مسکرایا اور ایک بنچ پر بیٹھ گیا-

سرگئی ذرا دیر کھڑا رہا، پھر وہ بھی ایوان کے پ
بیٹھ گیا۔

ایوان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب اور کیا
اس لئے وہ خاموش بیٹھا مسکراتا رہا۔ سرگئی نے بھی ا
چہرے پر کھینچ تان کر مسکراہٹ پیدا کی۔ وہاں کچھ کر
کو تو تھا نہیں۔ اس لئے اس نے بیٹھے بیٹھے جیب سے ا
چھوٹا چاقو نکالا، اسے کھولا اور اس کی دھار کو اپنے انگھو
سے چھونے لگا گویا کہ اس کی تیزی کو آزما رہا ہو۔

لمبی، نرم و نازک انگلیوں والی لڑکی قہقہہ مارکر ہنس
پڑی۔

"کیا آپ اسی لئے یہاں آئے ہیں؟ ہمارے گلے کاٹ
کے لئے؟"

ایوان اپنے بھائی کی اس بدتمیزی پر آہستگی سے ہنس
اور اس نے سرگئی کی طرف دیکھا۔ سرگئی کا چہرہ شرم س
سرخ ہو گیا اور اس نے چاقو کا پھل پتلون سے پونچھا۔

"آپ چاہیں تو میں یہ بھی کر سکتا ہوں" وہ بڑبڑایا ا
اس کا چہرہ خفت اور شرم سے کچھ اور زیادہ سرخ ہو گیا

"تھوڑے ہی دن ہوئے میرے شہر سے روانہ ہونے سے چ
ہی روز قبل ایک شخص کو چاقو مار دیا گیا" ایوان نے کہا۔ "
کان کنی سے متعلق ہماری کھڈ میں کام کرنے والے نوجوانوں م
سے ایک تھا... وہ بےچارہ سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ اتنے م
وہ اس کے پاس آیا اور چاقو بھونک دیا، بالکل یہاں۔ دوسر
نوجوان بالکل دوہرا ہوگیا۔ لیکن اس نے کہا: "تم نیچے کیو
جھکے جا رہے ہو؟ سیدھے کھڑے ہو نا!" مگر وہ تو شدید در
میں مبتلا ہو گیا تھا..."

"میری تو خاک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ آخر کس ن
کس سے کیا کہا؟" "مظاہرہ" کے موقعے پر غسل کے مختص
لباس کی نمائش کرنے والی لڑکی نے دریافت کیا۔ وہ اپن
بالوں میں کنگھا کر چکی تھی اور اب میز کے پاس
بیٹھی دونوں بھائیوں کو مذاق اڑانے والی نظروں سے دیک
رہی تھی۔

ایوان سمجھ گیا کہ اس نے غلط بات غلط طریقے سے کہی
ھی-
"اس شخص نے کہا جس نے چاقو بھونک دیا تھا" اس نے
ہ دل ناخواستہ وضاحت کی-
سرگئی نے چاقو جیب میں رکھ لیا اور سوچ میں ڈوبے
ہوئے انداز سے اپنے بھائی کو دیکھا-
"ہونہہ، یہ اور ان کے قصے" اس نے سوچا-
"کیا آپ کانوں میں کام کرتے ھیں؟" درازقامت، چھریرے
بدن والی لڑکی نے پوچھا-
"جی ھاں-"
"زمین کے بالکل نیچے؟"
ایوان مسکرایا-
"اور کہاں؟"
"تب تو بڑا دشوار کام ھوگا؟"
"جی نہیں! صرف ابتدائی ایک دو مہینوں تک دقت ھوتی
ہے... بعد میں آدمی عادی ھو جاتا ھے- رات کی شفٹ بےشک
دشوار ھوتی ھے اور جو لوگ سگریٹ پیتے ھیں، ان کو خاص
طور سے دشواری ھوتی ھے- سگریٹ پینے کی اجازت نہیں
ھوتی-"
"کیا آپ کو سگریٹ نہ پینی چاھئے؟"
"گیسوں کی وجہ سے ممنوع ھے- مجھے کچھ دشواری
محسوس ھوئی لیکن پھر میں نے ترک کر دیا-"
بات‌چیت کسی طرح آگے بڑھ ھی نہیں رھی تھی- گداز
جسم‌والی لڑکی نے تو کھلم کھلا اپنی اکتاھٹ بھی ظاھر کر دی-
اس نے جمائی لی اور منھ کو اپنے چھوٹے سے ھاتھ سے ڈھک
لیا- پھر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا-
"ایسا لگتا ھے کہ ان لوگوں کے آنے میں کافی دیر لگےگی"
اس نے اپنی دوست سے کہا-
دوسری لڑکی نے بھی گھڑی کی طرف دیکھا-
"وہ لوگ بس اب آتے ھی ھوں‌گے-"
سرگئی گداز بدن‌والی پستہ‌قد لڑکی کو دیکھ رھا تھا- لڑکی

نے بھی اسے ایک بار دیکھا مگر سرگئی نے نگاہیں ہٹا لیں اور
اس کے چہرے سے تفکر جھلکنے لگا۔
"آپ بھی کیا کسی کان میں کام کرتے ہیں؟" لڑکی
دریافت کیا۔
سرگئی نے نفی میں سر ہلایا۔
"یہ تو ڈرائیور ہیں" ایوان نے کہا اور اپنے بھائی
طرف کچھ اس انداز سے دیکھا جس سے بڑے بھائی
چھوٹے بھائیوں کی طرف دیکھتے ہیں گویا کہ ان کی حماقت
لئے کچھ معذرت‌خواہ ہوں مگر شفقت اور محبت کے ساتھ۔"
رہی ان کی بھوری گھوڑی۔ وہ جنگلے کے پاس کھڑی ہے۔ میں
خود بھی پہلے ڈرائیور تھا مگر بعد میں کام ترک کر دیا۔"
"کیوں؟"
"زیادہ آمدنی نہیں ہوتی۔"
"اچھا تو اس میں زیادہ آمدنی نہیں ہوتی؟"
"بات کیا ہے؟ آپ لوگ کسی کی منتظر ہیں کیا؟" سرگ
نے دریافت کیا۔
"ہمارے کچھ ساتھی لڑکے یہاں آنےوالے ہیں" درازقام
لڑکی نے کہا۔
"اوہ، اچھا" ایوان نے معاملے کی تہہ تک پہنچتے ہو
سر ہلایا۔ "اچھا کام ہے۔"
"ارے سنئے، مجھے شعبدہ‌بازی کا ایک کرتب آتا ہے
سرگئی نے اچانک کہا اور گداز بدن، پستہ‌قد لڑکی کی طر
بےباکی سے دیکھا۔
دونوں لڑکیوں نے ایک دوسرے سے نظریں ملائیں۔
"اچھا؟ مگر یہ ہے کیا؟"
"آپ ایک کوئی عام رومال لے لیجئے..." سرگئی نے روم
کے لئے جیبیں ٹٹولیں مگر کوئی رومال نہ ملا۔ بھائی سے ما
لیکن اس کے بھائی کی جیبوں سے بھی کوئی رومال نہ حا
ہو سکا۔ "میرے پاس تو نہیں ہے۔"
گداز بدن پستہ‌قد لڑکی منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے مضح
اڑانےوالے انداز میں ہنسی۔

سرگئی نے اس کی طرف اپنی شرمیلی دوستانہ مسکراہٹ ساتھ دیکھا اور سادگی سے کہا: "میں جاکے لے آتا ہوں-"
وہ کمروں کی درمیانی گزرگاہ میں گیا- ایک رومال لےکر ٹا اور اسے اس نے اپنی کشادہ ہتھیلی پر پھیلا دیا-
"تم لوگ دیکھ رہے ہو نا؟"
"اب اس کے بعد کیا ہوگا؟" ایوان نے دریافت کیا-
"اس میں کچھ ہے تو نہیں؟"
لڑکیوں نے بھی دلچسپی ظاہر کی-
"نہیں، کچھ بھی نہیں- مگر اب ہوگا کیا؟"
"تم سب لوگ خاموش رہو!" سرگئی اچانک نسبتاً زیادہ باک ہو گیا تھا- "میں ماچس کی ایک تیلی لےکر یہاں رکھتا ں... دیکھ رہے ہو نا؟" اس نے تیلی رومال پر رکھ دی- "تم گوں نے دیکھ لیا نا؟"
"ہاں تو اب کیا ہوگا؟"
"میں رومال تہہ کر رہا ہوں..." سرگئی نے جان بوجھ کر تیاط کے ساتھ رومال کو کچھ اس طرح تہہ کیا کہ ہر کونا ط میں آ جائے- پھر اس نے ہر ایک کو رومال کے اوپر سے لی کو چھوکر دیکھنے کا موقع دیا- "بھئی سب نے دیکھ لیا نا ، تیلی موجود ہے؟"
"جی ہاں، رکھی ہوئی ہے" پستہ‌قد لڑکی نے کہا (سرگئی ، پہلا موقع اسی کو دیا تھا)-
"جی ہاں، رکھی ہوئی ہے" دراز قامت چھریرے بدن‌والی کی نے کہا-
"ارے ہاں، ہاں، رکھی ہوئی ہے" ایوان نے کہا اور اپنے ائی کو حیرت سے دیکھا- اس کو اپنے بھائی سے ایسی ت اختراع کی توقع نہ تھی-
"اب اسے توڑئے" سرگئی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ستہ‌قد لڑکی کو تیلی توڑنے کا موقع دیا- اس نے اسے رومال ے اندر ہی توڑ دیا اور سرگئی نے اس کی طرف پرمسرت داز سے دیکھا-
"توڑ دیا نا؟"

"جی ہاں۔"

"میں بھی تو دیکھ لوں کہ ٹوٹی کہ نہیں" ایوان نے مطا
کیا۔

"یقیناً۔"

ایوان نے چھوکر جانچ کی۔

"ٹوٹ گئی ہے نا؟"

"ہاں۔"

سرگئی نے رومال کھول دیا۔ اس میں بغیر ٹوٹی ہوئی ت
موجود تھی جسے دیکھکر سب کو حیرت ہوئی۔ سرگئی ہنس
لگا۔

"ہمیں پھر دکھاؤ! ضرور دکھاؤ!" پستہ‌قد، گداز ب
لڑکی نے درخواست کی۔

"دوبارہ؟ اچھی بات ہے۔"

سرگئی چند منٹ کے لئے کمروں کی درمیانی گزرگاہ ہ
گیا اور واپس لوٹا۔

"تم وہاں کیا کر رہے تھے؟" ایوان نے شک کرتے ہو
دریافت کیا۔

"سگریٹ پی رہا تھا۔"

"ہم لوگ اب کچھ اور تیلیاں توڑیں!" پستہ‌قد لڑکی
مطالبہ کیا۔

ان لوگوں نے دوبارہ تیلی رومال میں لپیٹی اور تینوں
باری باری چھوکے محسوس کیا کہ تیلی ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن ا
بار پھر سرگئی نے رومال کھولا تو پوری تیلی موجود تھ
پستہ‌قد، گداز بدن لڑکی مسرت سے چیخ اٹھی اور اس
تالیاں بجائیں۔

"اوہ! یہ کیسے ہو گیا؟ براہ کرم ہمیں ضرور بتاؤ!
ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"وہ لوگ آ گئے!" دراز قامت، چھریرے بدن‌والی لڑ
نے جوش اور مسرت کے ساتھ کہا۔ "ہاں۔ اندر آ جائیے!
دو نوجوان کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس ایک گ
بھی تھا۔ ان کے آتے ہی شعبدہ‌بازی کے کرتب کو اور اسی ط

اکوروف بھائیوں کو فراموش کر دیا گیا- نووارد جوانوں
، سے ایک نے کہا کہ اس نے ابھی ابھی سڑک پر ایک گیت
ھے اور فوراً ھی " دیہی انداز" سے یہ گیت گاکر سنایا-
شہر کی لڑکیاں اور لڑکے ھنسنے لگے- ایوان بھی ھنس
ا- اس نے خود کو دوسروں سے برتر ثابت کرنے کی کوشش
شروع کر دی تھی-
سرگئی اٹھ کھڑا ھوا اور کہا: "میں جاکے ذرا اپنے
ک پر ایک نگاہ ڈال لوں- ادھر کچھ دنوں سے بعض اوقات وہ
ہ فریب دے دیتا ھے-"
وہ باھر نکل کر گھر کے احاطے میں لکڑی کے اس کندے پر
بیٹھا جس پر رکھ کر لکڑی کاٹی جاتی تھی اور ایک سگریٹ
لگائی-
بہترین کمرے کی کھڑکیوں سے قہقہوں اور اناڑی‌پن سے
یڑے ھوئے گتار کی آوازیں بلند ھو رھی تھیں- وہ لوگ تفریح
ں مصروف تھے- سرگئی کو یہ خوبصورت، بےفکر لوگ بہت
مند آئے اور اچانک اس کے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ آرزو
وٹیں لینے لگی کہ کاش وہ بھی خوش و خرم اور خوبصورت
تا- لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے لئے کیا تدبیر
نائے-
اتنے میں اس کا باپ احاطے سے گزرا- وہ کچھ تازہ نمک
ھڑکے کھیرے لانے کے لئے نیچے تہہ‌خانے میں گیا تھا-
"کیا بات ھے؟" اس نے بیٹے سے پوچھا-
"کچھ نہیں-"
"ایوان کہاں ھے؟"
"اندر، کمرے میں" سرگئی نے سر کی جنبش سے بہترین
مرے کی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا-
"کچھ پیوگے؟"
"جی نہیں- شکریہ-"
اس کا باپ دوبارہ گھر کے اندر چلا گیا جہاں اس کے بیٹے
ے دینی باپ اس کا منتظر تھا-
سرگئی سگریٹ ختم کرکے اٹھ کھڑا ھوا- سونے کے لئے

بستر پر جانے کو اس کا جی نہیں چاہتا تھا- بہترین کمرے
نشاطیہ فضا اسے بےچین کئے ہوئے تھی- اس نے پستہ
گداز بدن لڑکی کا تصور کیا- وہ قہقہے لگا رہی تھی اور منہ
ہاتھ رکھ لیتی تھی تاکہ صرف اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں
دکھائی دے سکیں- "واقعی وہ ایک نعمت ہے!" اس نے سوچ
پھر کلہاڑی اٹھائی اور لکڑی کے کچھ موٹے ٹکڑوں کو پھا
شروع کر دیا- تقریباً تین ٹکڑوں کو پھاڑنے کے بعد اس
کلہاڑی پھینک دی- پھر وہ اسی طرح اپنی نئی قمیض پہ
ہوئے سونے کے لئے گھاس رکھنے کی کوٹھری کے بالاخانے
چڑھ گیا- دراصل چھوٹے قد کی اس خوبصورت لڑکی کے سـ
اور کسی چیز کے بارے میں وہ سوچ ہی نہیں پا رہا تھا-
ایوان بالاخانے پر چڑھا اور اندر آکر اس کے پا
بیٹھ گیا-
"کہو، کیا بات ہے؟" سرگئی نے دریافت کیا-
"ان سے دلچسپی لینے کا مطلب وقت ضائع کرنا ہے" ایو
نے جواب دیا- "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ یہ بڑی سطح
قسم کی لڑکیاں ہیں-"
سرگئی نے اپنا منہ موڑکر لکڑی کی دیوار کی طرف کر لیا
"تم چلے کیوں آئے؟"
"تم فکر نہ کرو..."
دونوں خاموش ہو گئے- ایوان کچھ دیر تک وہیں بیٹھ
سوچ میں ڈوبا ہوا دھیرے دھیرے سیٹی بجاتا رہا- پھر اٹھ
مکان میں اپنے والد اور دینی باپ کے پاس لوٹ آیا-
بہترین کمرے کی کھڑکیوں سے اب بھی قہقہوں کی آوازیں
باہر نکل رہی تھیں-
صبح کو سرگئی بہت سویرے بیدار ہوگیا- وہ بےمقص
احاطے میں منڈلاتا رہا، پھر اس نے کھڑکی سے اس کمرے میں
جھانکا جہاں لڑکیاں مقیم تھیں-
پستہ‌قد، گداز بدن لڑکی محوخواب تھی- اس کی سفید
گداز بانہیں تکیے پر پھیلی ہوئی تھیں- اس کا منہ کچھ کھ
ہوا تھا اور اس کے نچلے لب پر روئیں کا ایک ٹکڑا چپکا ہو

ھا- جب وہ سانس باھر نکالتی تھی تو یہ ٹکڑا سیدھا ھوکر
جب دلچسپ انداز میں کپکپانے لگتا-

"بالکل کسی چھوٹی بچی کی جیسی ھے" سرگئی نے محبت
ے ساتھ سوچا- وہ وھیں کھڑے کھڑے دیر تک سوتی ھوئی
ڑکی کو دیکھتا رھا- پھر اس نے اپنی لاری کے کیبن سے ایک
اپی نکالی، ایک صاف ورق پھاڑا اور اس پر لکھا:

"واقعی یہ بہت آسان بات ھے- اس میں صرف یہ کرنا
وتا ھے کہ رومال کے گوشے میں پہلے سے ایک تیلی چھپا لیں،
ھر اسے اندر کھسکا دیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ یہی
یلی ٹوٹے- لوگ اس تیلی کو اس وقت تک توڑتے رھیں جب
ک ان کے چہرے نیلے نہ پڑ جائیں- دوسری تیلی بہرحال جوں
ی توں پوری موجود رھےگی! سمجھ گئیں؟ کسی پر آزما کر
یکھنا- سرگئی-"

اس نے ورق تہہ کرکے اسے کھڑکی کی چوکھٹ کے قریب
کھا اور ایک چھوٹے پتھر سے دبایا تاکہ ھوا میں اڑ نہ جائے-

پھر اس نے اپنے ٹرک کا انجن اسٹارٹ کیا اور روانہ
و گیا-

گاؤں کی سڑکیں ابھی تک سنسان تھیں- مکانوں کی چھتوں
ر طلوع ھوتے ھوئے آفتاب کی کرنیں بس نمودار ھو ھی رھی
ھیں-

"شاید مجھے اپنے لئے ایک ھیٹ خریدنی چاھئے؟" سرگئی
ے دل ھی دل میں سوچا- پھر اس نے ڈرائیور کے آئینے میں
پنا چہرہ دیکھا اور اداسی کے ساتھ مسکرانے لگا-

خیالوں کا ہجوم

اور اسی طرح یہ سلسلہ ہر رات جاری رہتا! اور کئی مہینوں سے!

جیسے ہی گاؤں میں کچھ خاموشی اور سکون کی فضا کروٹیں لینے لگتی اور لوگ محوخواب ہونے لگتے وہ اپنا اکارڈین بجاتا ہوا نکل کھڑا ہوتا- طفیلی کہیں کا- گاؤں کے بالکل کنارے سے آغاز کرتا تھا- اور پھر اس کا اکارڈین بھی کچھ خاص قسم کا، کچھ چیخنے چلانےوالی قسم کا معلوم ہوتا تھا- اس سے موسیقی کی آوازیں نہیں، چیخ پکار بلند ہوتی تھی-

لوگوں نے نینکا کریچیتووا کو مشورہ دیا:

"بھئی، خدا کے لئے اس سے جلد ہی شادی کر لو! وہ ہمارے لئے زندگی کو ناقابل برداشت بنا دےگا-"

نینکا پراسرار طور پر مسکراتی:

"آخر آپ لوگ اس کا باجا سنتے ہی کیوں ہیں- سو جایا کیجئے-"

"ہم سوئیں بھی تو کیسے، ہماری کھڑکیوں کے نیچے تو وہ باجا چیختا چنگھاڑتا رہتا ہے- کاش کہ وہ دریا کے کنارے چلا جایا کرتا مگر نہیں- وہ خوش‌نصیب احمق تو یہیں گاؤں ہی میں منڈلاتا رہتا ہے- ضرور جان بوجھ کر ایسا کرتا ہوگا-"

"جہاں تک خود موٹے ہونٹوں اور بھاری بھرکم جسم

والے کولکا ملاشکن کا تعلق تھا تو وہ محض اپنی چھو
چھوٹی آنکھوں کو ڈھٹائی کے ساتھ کچھ تنگ کرکے جوا
دیتا-

"مجھے اس کا حق حاصل ہے- اس کے خلاف کوئی قانو
نہیں ہے-"

...مقامی اجتماعی فارم کے چیرمین متوئے ریزانتسیف
مکان ٹھیک اس جگہ واقع تھا جہاں کولکا ایک بغلی گلی سے نک
کر گاؤں کی سڑک پر پہنچتا تھا- اس لئے اکارڈین کی چیـ
پکار اسی وقت سے سنائی دینے لگتی جبکہ کولکا گلی میں ہوتا
پھر یہ آوازیں گھر کے ارد گرد بلند ہوتیں اور بعد میں بھ
کافی دیر تک سنائی دیتیں-

گلی سے اکارڈین کی پہلی آواز جیسے ہی سنائی دیتی
متوئے بستر پر اٹھکر بیٹھ جاتا، اپنے پاؤں ٹھنڈے فرش پ
لٹکاتا اور کہتا: "تو یہ طے رہا- کل میں اسے اجتماعی فار
سے خارج کر دوں گا- کوئی جواز تلاش کر لوں گا اور اسے خار
کر دوں گا-"

ہر رات وہ یہی کہتا لیکن اخراج کی نوبت نہیں آتی تھی-
ہاں، یہ ضرور تھا کہ دن میں کہیں کولکا سے ملاقات ہو جاتی
تو وہ پوچھتا: "آدھی رات کو سڑکوں پر منڈلاتے رہنے کا سلسلہ
آخر تم کب تک جاری رکھوگے؟ دن کے کام کے بعد لوگوں کو
آرام کی ضرورت ہوتی ہے لیکن تم گھنٹی بجاکر انہیں جگا
دیتے ہو!"

"مجھے اس کا حق حاصل ہے" کولکا ہمیشہ کی طرح جواب
دیتا-

"میں تمہیں تمہارے حقوق کا مزہ چکھا دوں گا!"

اور بس- بات چیت کا سلسلہ یہیں ختم ہو جاتا-

لیکن ہر رات متوئے اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے عہد کرتا:
"میں اسے کل خارج کر دوں گا-"

اس کے بعد وہ کافی دیر تک خیالوں میں کھویا
بیٹھا رہتا... سڑک پر اکارڈین کی آوازیں خاموش ہو جاتیں

ب بھی کافی دیر تک یونہی بیٹھا رہتا- وہ کرسی پر رکھے ہوئے
تلون کو ٹٹولتا اور اس کی جیب سے پیکٹ نکال کر سگریٹ
ملگاتا-

"دن بھر دھواں اڑاتے اڑاتے جی نہیں بھرا کیا جو پھر
ڑانے لگے!" اس کی بیوی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی
یتی-

"تم سو جاؤ" متوئے مختصراً جواب دیتا-

اس کے ذہن میں ابھرنےوالے یہ سارے خیالات کاھے کے
ارے میں ہوتے تھے؟ دراصل کوئی خاص بات نہیں تھی- بس
یتے ہوئے دن لوٹ آتے تھے- کوئی خاص معاملہ نہیں تھا- بس
چند دھندلی دھندلی یادیں ذہن کے پردے پر ابھر آتی تھیں-
مگر ایک رات جبکہ چاندنی بکھری ہوئی تھی، اکارڈین کی
آوازیں ابھر رہی تھیں اور افسنتین بوٹی کی چبھتی ہوئی مہک
رات کی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی
تھی، اسے ایک بہت ہی مختلف رات یاد آئی- وہ تارکول جیسی
ایک سیاہ رات تھی- وہ، اس کے والد اور چھوٹا بھائی کوزما
گاؤں سے تقریباً پندرہ کیلومیٹر دور کوچوگوری میں گھاس
کاٹنے گئے ہوئے تھے- رات میں چھوٹے کوزما نے خرخراھٹ کے
ساتھ سانس لینا شروع کیا- دراصل دن کی گرمی میں جبکہ وہ
پسینہ پسینہ ہو رہا تھا، اس نے ایک چشمے کا برف جیسا
سرد پانی پی لیا تھا اور رات میں اس کا حلق سوجنے سے دم
گھٹنے کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی- والد نے متوئے کو جگایا اور
کہا کہ سب سے تیزرفتار گھوڑے اگرینکا کو پکڑ لو اور اسے
جتنی تیزی سے سرپٹ دوڑا سکو، دوڑاتے ہوئے گاؤں جاکے کچھ
دودھ لے آؤ-

"میں یہاں آگ جلا رکھوں گا... تم دودھ لےکر لوٹوگے تو
ہم اسے گرم کر لیں گے- ہمیں اس حلق کے سلسلے میں کوئی
تدبیر کرنی ہوگی ورنہ بہت ممکن ہے کہ ہم کوزما سے ہاتھ
دھو بیٹھیں" اس کے والد نے کہا-

متوئے نے گھاس چرتے ہوئے گھوڑوں کی آواز سنی- اگرینکا
کو پکڑا، لگام لگائی اور اس پر گھوڑوں کی ٹانگیں باندھنے کی

رسی سے ضربیں لگاتا ہوا اسے سرپٹ دوڑاتا گاؤں کو روانہ ہو گیا- اور تب... اب متوئے اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کرنے کو تھا لیکن تب وہ صرف بارہ یا تیرہ سال کا رہا ہوگا- پھر بھی وہ رات اسے یاد تھی- تاریکی میں انتہائی تیزی سے گزرتے ہوئے گھوڑا اور لڑکا دونوں جیسے ایک ہوکر رہ گئے تھے- رات جس میں شبنم سے بھیگی ہوئی گھاس کی تیز مہک بسی ہوئی تھی ان کے منھ پر تھپیڑے کی طرح لگتی تھی- کم‌سن متوئے کو کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے بے‌پناہ مسرت کی کوئی موج اسے بہائے لئے جا رہی ہو- اس کی دونوں کنپٹیوں پر اندر سے خون پھڑک رہا تھا- لگتا تھا جیسے وہ کہیں فرار کر رہا ہو، جیسے وہ زمین سے اوپر اٹھ گیا ہو اور پرواز کر رہا ہو- کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا- نہ آسمان، نہ زمین، یہاں تک کہ گھوڑے کا سر بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا- اسے صرف دو چیزوں کا احساس تھا- ایک تو تیزی سے بھاگنے کی آواز تھی جو اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی اور دوسری اس رات کا وجود جو اس کی طرف بڑھ رہی تھی- وہ اپنے علیل بھائی کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا- دراصل وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا- وہ تو ایک عجیب مسرت سے لطف‌اندوز ہو رہا تھا- بے‌قابو کر دینے‌والی یہ مسرت نہایت ہی لطیف اور نادر لمحے میں اس کے جسم کی ایک ایک نس تھرتھرا رہی تھی-

...پھر رنج و الم کی گھڑی آئی- وہ دودھ لے‌کر واپس لوٹا- والد جن کے سینے سے چھوٹا لڑکا کوزما چمٹا ہوا تھا، بے‌چینی سے آگ کے ارد گرد گھوم رہے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے اس کی تیمارداری کر رہے ہوں-

"بولو نا بیٹے... کیا بات ہے، بولو؟ ذرا دیر اور ہمت سے کام لو، دودھ کا انتظار کرو- ہم لوگ ابھی ابھی دودھ گرم کریں‌گے اور تم پھر سانس لینے لگوگے- خود کو سنبھالے رہو، بیٹے... دیکھو، متوئے دودھ لے‌کر آ رہا ہے..."

لیکن ننھے کوزما کا دم گھٹ رہا تھا اور متوئے کے بعد جب ماں وہاں پہنچیں تو وہ دم توڑ چکا تھا- والد اپنی بانہوں سے سر جکڑ کر بیٹھ گئے اور دائیں بائیں کچھ جھولتے ہوئے لمبی

لمبی آھیں بھرنے لگے- متوئے نے اپنے بھائی کی طرف حیرت اور ایک عجیب تجسس کے ساتھ گھورا- ابھی کل ھی وہ دونوں گھاس میں ایک ساتھ کھیل رھے تھے اور اب یہ ایک مختلف لڑکا تھا، نیلاھٹ لئے ھوئے سفید رنگ کا ایک اجنبی تھا جو اس کے سامنے لیٹا ھوا تھا-

...کتنی عجیب بات تھی کہ اس لعنت‌زدہ اکارڈین نے اس قسم کی یادیں تازہ کر دیں- تمام راتوں میں آخر وھی رات کیوں یاد آئی؟ اس کے بعد سے وہ ایک پوری زندگی کا عرصہ گزار چکا تھا- شادی، اجتماعی فارم کا قیام اور جنگ- زندگی میں ھر قسم کی راتیں آئی تھیں! لیکن وہ راتیں ذھن سے نکل گئی تھیں- دھندلا کر ماضی میں روپوش ھو گئی تھیں- متوئے نے ساری زندگی وھی باتیں کی تھیں جو کی جانےوالی تھیں- جب اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اجتماعی فارم میں شریک ھو جائے تو وہ فارم کا رکن بن گیا تھا- جب شادی کرنے کا وقت آیا تھا تو اس نے شادی کر لی تھی اور اس نے اور الیونا نے بچے پیدا کئے تھے- بچے بڑے ھونے لگے تھے... پھر جنگ چھڑ گئی تھی اور وہ لڑنے کے لئے محاذ پر چلا گیا تھا- ایک زخم اسے دوسرے لوگوں سے پہلے واپس لے آیا تھا اور تب سب لوگوں نے کہا تھا: "متوئے، تم کو چیرمین بننا پڑےگا، اس کام کے لئے کوئی اور موزوں نہیں ھے-" چنانچہ وہ فارم کا چیرمین بن گیا تھا- اس نے اپنے فرائض خوش‌اسلوبی سے انجام دینا سیکھ لیا تھا اور لوگ بھی اس سے نباہ کرنے کے عادی ھو گئے تھے- اس لئے وہ اب بھی یہ فرائض انجام دئے جا رھا تھا- اس نے اپنی ساری زندگی کام کرتے گزاری تھی اور جنگ بھی کام ھی کا ایک جزو تھی- اس کی تمام فکریں، تمام مسرتیں اور تمام غم کام ھی سے متعلق تھے- وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو مثال کے طور پر "محبت" کے بارے میں باتیں کرتے سنتا تو سمجھنے سے قاصر رھتا- وہ مانتا تھا کہ دنیا میں محبت نام کی چیز کا وجود ھے- خود اس نے بھی الیونا سے ضرور محبت کی ھوگی (لڑکی کی حیثیت سے وہ خاصی خوبصورت تھی) لیکن وہ اس معاملے میں اس سے زائد کچھ بھی نہیں جانتا تھا- اسے تو یہ

بھی شک تھا کہ لوگ محبت کے جذبات کا بڑھا چڑھا کر مظاہر
کرتے ھیں- محبت کے متعلق گیت گاتے ھیں، آھیں بھرتے ھیں
چپکے چپکے روتے ھیں اور جیسا کہ اس نے سنا تھا، خود کو
گولی تک مار لیتے ھیں- اس کا خیال تھا کہ معاملے کا تعلق
ظاھرداری سے اتنا زیادہ نہیں جتنا کہ ایک قسم کی عادت سے
ھے- لوگ محسوس کرتے ھیں کہ انہیں محبت کے بارے میں
باتیں کرنی چاھئے- اس لئے کرتے ھیں حالانکہ اس کی وجہ
صرف یہ ھوتی ھے کہ ان کے شادی کرنے کا وقت ھو جاتا ھے!
کولکا کی مثال سامنے تھی- کیا وہ محبت میں مبتلا ھو گیا ھے؟
وہ گداز جسم‌والی پیاری سی لڑکی نینکا توبےشک اسے پسند
کرنے لگی ھے- لیکن جہاں تک خود کولکا کا تعلق ھے، اس کے
شادی کرنے کا وقت آ چکا ھے- اس لئے وہ رات کو ادھر ادھر
منڈلاتا اور جدائی کے گیت گاتا ھے- آخر وہ ایسا کیوں نہ
کرے؟ جوان ھے اور بےپناہ قوت کا مالک... تو ھمیشہ سے
یونہی ھوتا آیا ھے- اب کم‌ازکم اتنا تو ھو گیا ھے کہ لڑکیوں
کی وجہ سے لڑکے آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں- پہلے تو خوب
لڑائیاں ھوتی تھیں- خود متوئے نے بھی کئی بار جھگڑا کیا تھا-
ان ساری سرگرمیوں کے پیچھے ایک ھی چیز ھوتی ھے- ضرورت
سے زیادہ قوت اور کھجلاتے ھوئے مکے- اس قوت کو کسی نہ
کسی طرح بہرحال استعمال کرنا ھوتا ھے-

ایک رات جب متوئے پلنگ کے کنارے پر بیٹھا اسی قسم
کے خیالات میں کھویا ھوا تھا تو اس سے بیوی کو کہنی مار کر
متوجہ کئے بغیر نہ رھا جا سکا-

"اے سنو... ذرا جاگو نا، میں تم سے کچھ دریافت کرنا
چاھتا ھوں..."

"کیا بات ھے؟"

"تم نے کبھی محبت کی ھے؟ مجھ سے یا کسی اور سے؟.."

الیونا بےحس و حرکت لیٹی رھی- وہ سخت حیرت میں پڑ
گئی تھی-

"کیا تم نشے میں دھت ھو گئے ھو؟"

"بالکل نہیں!.. تمہیں مجھ سے محبت ھو گئی تھی یا تم

محض یونہی عام دستور کے مطابق مجھ سے شادی کی تھی؟
ں یہ بات سنجیدگی کے ساتھ پوچھ رہا ہوں۔"
الیونا کو یقین ہو گیا کہ اس کا شوہر نشے میں دھت
یں ہے۔ پھر بھی اس نے جواب دینے میں کچھ وقت لیا۔ وہ
، بھول گئی تھی کہ اس کا شوہر دونوں باتوں میں سے ایک
ی نہیں جانتا۔
"آخر تمہارے ذہن میں اس طرح کے خیالات کس وجہ سے
بھر رہے ہیں؟"
"کوئی بات ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر
ہا ہوں۔ لعنت ہو اس پر۔ کوئی چیز مجھے پریشان کر رہی
ے... جیسے کسی طرح کی بیماری ہو۔"
"بےشک میں تم سے محبت کرتی تھی" الیونا نے یقین کے
ساتھ کہا۔ "ورنہ میں تم سے شادی ہی نہ کرتی۔ یاد نہیں کس
طرح منکا کوالیوف میرے پیچھے پاگل ہو رہا تھا مگر میں نے
س سے شادی نہیں کی۔ لیکن آخر آدھی رات کو تم یہ محبت
ے بارے میں کیسے سوچنے لگے؟ کہیں ذہنی انتشار میں تو
ہیں مبتلا ہوتے جا رہے ہو؟"
"اچھا، بس رہنے دو" متوئے نے برا مانتے ہوئے کہا۔ "اب
سو جاؤ!"
"خیال رکھنا کہ کل صبح گائے کھول کر گلے کے ساتھ کر
دینا۔ میں تم کو بتانا ہی بھول گئی۔ صبح کو میں عورتوں کے
ساتھ جنگلی بیریاں توڑنے جاؤں گی۔"
"کہاں؟" متوئے نے کان کھڑے کئے۔
"تمہارے گھاس کٹائی کے ٹکڑوں پر نہیں، فکر مت کرو۔"
"میں نے تم لوگوں کو گھاس روندتے ہوئے دیکھ لیا تو ہر
ایک کو دس روبل جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔"
"ہمیں ایک جگہ معلوم ہے جہاں گھاس نہیں کاٹی جاتی
اور جو بیریوں سے سرخ ہو رہی ہے۔ اس لئے گائے کو کھول
کر باہر نکالنا نہ بھولنا۔"
"بہت اچھا۔"
آخر اس رات کو واقعی ہوا کیا تھا جب وہ اپنے بھائی کے

لئے گھوڑا دوڑاتا دودھ لینے گیا تھا؟ آخر وہ رات اچانک ا
طرح اس کے ذہن میں کیوں لوٹ آئی تھی؟
"میں بڑھاپے میں شاید کچھ احمق ہو رہا ہوں" متوئے
دل ہی دل میں سوچا- "سبھی لوگ ہو جاتے ہیں-"
لیکن اس کے دل بیمار کو تسکین نہیں حاصل ہوتی تھ
کبھی کبھی اسے اچانک پتہ چلتا کہ وہ کولکا اور اس
اکارڈین کی چیخ پکار کا منتظر ہے- اکارڈین کی آوازیں ر
میں عام طور پر جس وقت بلند ہوتی تھیں اس وقت نہ با
ہوتیں اور تاخر ہوتی تو وہ فکرمند ہو جاتا- اسے نینکا
بھی غصہ آتا- "لعنت ہو اس شوخ دوشیزہ پر! .. اس نے کو
کو روک رکھا ہوگا!"
اور وہ بیٹھا انتظار کیا کرتا، سگریٹیں پھونکتا رہتا-
آخرکار کافی دوری پر گلی میں اکارڈین بجنا شروع ہو
اور اس کا دل بیمار درد و کرب سے تڑپ اٹھتا- لیکن یہ ای
عجیب قسم کی بیماری تھی، ایک عجیب قسم کا کرب تھا ج
کا وہ خود خواہاں رہتا تھا اور جس کے بغیر اسے اپنے انا
کسی چیز کی کمی محسوس ہوتی تھی-
اور کچھ صبحوں کی یاد بھی اس کے سینے میں کروٹ
لیتی تھی... گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح جڑ
ہوتے تھے اور وہ اس پر سے برہنہ‌پا گزرتا تھا- اس کے پیچھ
قدموں کے نشانات سے چمکیلی سبز لکیر سی بن جاتی تھی- اس
ایسا لگتا جیسے شبنم اس کے قدموں میں ڈنک مار رہی ہو
اب بھی شبنم کی شدید ٹھنڈک کا تصور کرکے وہ کانپنے لگتا تھا
یا پھر وہ خود کو موت کے بارے میں سوچتا ہوا پاتا- اس
خیال میں ڈوبا ہوتا کہ عنقریب سب کچھ ختم ہو جائے گا- مو
کے خوف یا درد کے بارے میں نہیں بلکہ اس کی اچانک آم
کے بارے میں- زندگی ہمیشہ کی طرح جاری رہے گی- لیکن اس
لوگ قبرستان لے جاکر زمین میں دفن کر دیں گے- جانے کیو
اس بات کو سمجھنا دشوار ثابت ہوتا کہ اس کی موت کے بعد
بھی ہر چیز جوں کی توں برقرار رہے گی- بے‌شک آفتاب بعد
میں بھی ہمیشہ کی طرح طلوع اور غروب ہوگا- لیکن گاؤں میں

دوسرے لوگ زندگی بسر کریں گے— لوگ جن سے کبھی بھی واقفیت نہ حاصل کی جا سکے گی— یہ معاملہ دراصل اس کی سوجھ بوجھ سے باہر کی چیز تھا— شاید اگلے دس یا پندرہ برسوں تک کچھ لوگ متوئے ریزانتسیف نام کے شخص کو یاد رکھیں گے— لیکن اس کے بعد... بہرحال وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ نئے لوگ کس طرح کی زندگی بسر کریں گے— لیکن اس کا یہ احساس، احساس زیاں نہ تھا— اس نے بےشمار بار سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تھا— تعطیلات میں ذوق و شوق پورا کرنے کے مواقع ملے تھے— زندگی میں کچھ اچھے ایام بھی آئے تھے... نہیں، وہ کسی بات پر پچھتا نہیں رہا تھا— اس نے زندگی میں بہت کچھ دیکھا تھا— کوئی خیال تھا تو محض یہ کہ وہ رخصت ہو جائے گا اور دوسرے لوگ موجود رہیں گے— نیز یہ کہ وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکا ہوگا— یقیناً ان لوگوں کو اس کے بغیر زندگی میں کچھ خلا سا محسوس ہوگا یا پھر شاید اس کی موت کو کوئی اہمیت ہی نہ دے؟

"اوہ! ...شاید میں صحیح معنوں میں بوڑھا ہو رہا ہوں—"

اس کے خیالات دراصل اسے تھکا دیتے تھے—

"اے سنو، ذرا جاگو نا!" متوئے اپنی بیوی کو کہنی مار کر متوجہ کرتا— "تمہیں موت سے ڈر لگتا ہے؟"

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے!" الیونا بڑبڑاتی— "کون ایسا ہوگا جو موت سے خائف نہ ہو؟"

"میں تو نہیں ڈرتا ہوں—"

"تو پھر سو جاؤ نا— اس کے متعلق سوچو ہی کیوں؟"

"تم خود سو جاؤ—"

لیکن جیسے ہی وہ اس تاریک اور بےقابو کر دینےوالی رات کو یاد کرتا جب وہ گھوڑے پر سوار بھاگا جا رہا تھا اس کے دل میں ایک عجیب میٹھا میٹھا سا درد ہونے لگتا— نہیں، زندگی میں ضرور کوئی چیز ہے، کوئی ایسی چیز جسے کھوکر اسے بےحد افسوس ہوگا— اتنا افسوس کہ آنسو نکل پڑیں—

پھر ایک رات کولکا کے اکارڈین کی آواز سننے سے
اس کا انتظار لاحاصل ثابت ہوا- وہ بیٹھا سگریٹیں پھونک
رہا- لیکن ایک بھی آواز نہ ابھری- وہ انتظار کرتا رہا، کر
رہا لیکن بالکل بےنتیجہ... اس رات نے دراصل اس کو بالک
بےدم کر دیا-
اجالا پھیلنے لگا تو متوئے نے اپنی بیوی کو جگایا-
"وہ جو ہمارا گھنٹی بجانےوالا تھا نا اس کو کیا ہوا
مجھے اس کی آواز نہیں سنائی دی-"
"وہ شادی کر رہا ہے- اتوار کو تقریب ہوگی-"
یہ خبر سن کر متوئے کا دل بیٹھ گیا- بستر پر دراز ہو
سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہ آئی- وہ بس یونہی لیٹا ہو
طلوع آفتاب تک چھت کو گھورتا رہا- اس نے اپنی بیتی ہوا
زندگی کی کوئی اور بات یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اس
ذہن میں اور کوئی یاد نہ ابھری- اجتماعی فارم سے متعل
پریشانیوں نے ایک بار پھر اس پر غلبہ پا لیا... اس نے سو
کہ جلد ہی کٹائی کا وقت آ جائےگا لیکن کٹائی کرنےوالے افر
میں سے نصف گاڑیوں کے دھرے ٹھیک کرانے کے لئے لوہارخا
کے سامنے انتظار کر رہے ہیں اور لوہار وہ بھینگی آنکھو
شیطان فیلیا مسلسل مےنوشی کرنےوالوں کے ساتھ باہر گیا ہو
ہے- مےنوشی میں رہی سہی کمی وہ شادی کے موقعے پر پور
کر لےگا اور اس طرح پورا ایک ہفتہ ضائع ہو جائےگا-
"کل اس سے مجھے اس معاملے میں بات کرنی ہوگی-
...اگلے دن موٹے ہونٹوں‌والے اکارڈین‌نواز کولکا سے ملاقا
ہوئی تو متوئے نے اسے مذاق اڑانےوالی نگاہوں س
دیکھا-
"کہو بیٹے- تو آخرکار تم نے اکارڈین بجانا ترک ک
دیا نا؟"
کولکا کھسیانی ہنسی ہنسا- وہ خوشی سے پھولا نہیں
سماتا تھا-
"جی ہاں، ترک کر دیا- اب میں آپ کی کسی بھی رات
نیند حرام نہ کروں‌گا- یہ قصہ ختم ہو چکا ہے-"

"تب تو بہت اچھا ہے" متوئے نے کہا اور آگے بڑھ گیا- ارے جوان بیل، آخر تم اتنے خوش کس بات پر ہو؟" اس نے ل ہی دل میں سوچا- "وہ جو تمہاری نینکا ہے نا، دیکھ لینا بلد ہی تمہیں اپنی انگلیوں پر نچائے گی- کریچیتوف خاندان ے تمام ارکان اسی طرح کے ہیں-"

ایک ہفتہ گزر گیا-

اب بھی چاندنی کھڑکیوں سے اندر داخل ہوتی تھی، اب بھی ہوا میں افسنتین بوٹی اور ترکاریوں کی کیاریوں میں وئے ہوئے آلو کی شاداب پتیوں کی مہک بسی ہوتی تھی... یکن سناٹا چھایا رہتا تھا-

متوئے کو ٹھیک سے نیند نہیں آتی تھی- وہ جاگتا اور سگریٹیں پھونکتا رہتا... بعض اوقات وہ اٹھکر باہری دالان میں جاتا اور قواز* پیتا- باہر نکلکر گھر میں داخل ہونے کے زینوں تک جاتا اور ان میں سے کسی ایک پر بیٹھکر سگریٹ پیتا رہتا- سارا گاؤں چاندنی میں نہایا ہوتا تھا لیکن چاروں طرف بھیانک سناٹا چھایا رہتا-

---

*رائی سے تیار کی جانےوالی روسی شراب-

ٹوٹتے رشتے

بوڑھا یمیلیان گلوخوف ارسٹھ سال کی
مر میں اپنی رفیقۂ حیات سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا-
س کی تدفین کے بعد اس نے جنازے سے متعلق رسمی ضیافت
ی صدارت کی اور روتے ہوئے کہا: "اب میں زندگی کیسے
سر کروں گا؟ بالکل اکیلے؟"

ہاں، اس نے یہی بات کہی تھی اور ایک اسی پر کیا تمام
عمر لوگ ایسے مواقع پر یہی کہتے ہیں- لیکن دراصل وہ یہ
ہیں سوچ رہا تھا کہ اب وہ زندگی کیسے بسر کرے گا- اس
قت تو محض غمگین اور اداس تھا اور بس- مستقبل کا خیال
س کے ذہن میں نہیں تھا-

لیکن وقت گزرتا گیا، ایک سال بیت گیا اور بوڑھے کو
اقعی تنہائی ناقابل برداشت معلوم ہونے لگی- اس بڑے مکان
یں تنہا زندگی بسر کرنا سخت دشوار کام تھا- اس کے ایک
بٹا تھا، سب سے چھوٹا (بڑے لڑکے جنگ میں کام آ گئے تھے)
یکن وہ شہر میں رہتا اور شاذ و نادر ہی اس سے ملنے آتا
ہا- آتا بھی تو محض آلو یا سرکے میں ڈالے ہوئے کرم کلے اور
ہیرے یا بچوں کے لئے شہد (بوڑھا شہد کے چھ چھتے رکھتا
ہا) یا پھر گھر میں سکھائی ہوئی سور کی چربی شہر لے جانے
ے لئے... وہ اس مقصد کے لئے آتا تو بوڑھے کو راحت سے
یادہ جھنجھلاہٹ محسوس ہوتی تھی- دراصل اسے سور کی
ربی، شہد یا کھیرے دینے میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی تھی...

تکلیف تو اس تلخ حقیقت کے احساس سے ہوتی تھی کہ خو
اس کے بیٹے کا طرز عمل اب بیٹے کا جیسا نہیں رہ گیا تھا .
ایک قسم کے طفیلی کا جیسا ہو گیا تھا- وہ بیٹے کو سور ک
چربی اور کرم‌کلے دے دیتا تھا... ہمیشہ ان چیزوں میں س
بہترین چیزیں منتخب کرکے دیتا تھا- اس سے ناراض ہو
بغیر نہیں رہا جاتا تھا- لیکن وہ غصے اور ناراضگی کے جذبا
کو دبا دیتا تھا اور بیٹے سے کچھ بھی نہیں کہتا تھا- سوچتا ت
کہ بیٹے سے اگر کہہ بھی دوں کہ مجھے تنہائی کا احساس بہ
پریشان کرتا ہے اور دل پر ہر وقت اداسی چھائی رہتی ہے
بھی وانکا اس معاملے میں کیا کر سکےگا؟ وہ آتا تھا تو دونو
اداسی کے ساتھ شام کاٹ دیتے تھے، ایک بوتل شراب پی جا
تھے- اور پھر وہ اپنا سوٹ‌کیس سنبھالے اپنے شہر کو لو
جاتا تھا - اپنے ارکان خاندان کے پاس چلا جاتا تھا- اسی
نام زندگی تھا-

تو ان حالات میں پھر شادی کرنے کا خیال بوڑھے کے ذہ
میں ابھرا- یہی نہیں، دراصل اس نے تو اپنی ہونےوالی
رفیقۂ حیات کا انتخاب بھی کر لیا تھا-

یہ ۹ مئی کی بات تھی- یوم فتح منایا جا رہا تھا- اس
روز عام دستور کے مطابق گاؤں کے تمام افراد جنگ میں اپنی
جانیں قربان کرنےوالوں کی یاد منانے کے لئے قبرستا
میں اکٹھا ہوئے تھے- دیہی سوویت کا کوئی شخص جس ک
ہاتھ میں ایک فہرست تھی، اسٹول پر کھڑا ہو گیا اور ن
پڑھنے لگا:

"گریب‌تسوف نکولائی متروفانوویچ، گلیائیف ایل
وسیلیویچ، گلوخوف وسیلی یمیلیانوویچ، گلوخوف استیپا
یمیلیانوویچ، گلوخوف پاویل یمیلیانوویچ..."

وہ تینوں یمیلیان گلوخوف کے بیٹے تھے- ہمیشہ جب اس
کے بیٹوں کے نام پڑھے جاتے تھے تو بوڑھے کو ایسا محسوس ہو
تھا جیسے رنج وغم کی بےرحم انگلیاں اس کا گلا گھونٹ رہی ہو
اور اس کے لئے سانس لینا مشکل ہو جاتا... وہ آنسو بہائے بغ
زمین کو گھورتا رہتا اور اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا

ہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا اور دیہی سوویت کا آدمی ایک نام
ے بعد دوسرا نام پڑھتا رہتا...

لوگ قبرستان میں چپ‌چاپ آنسو بہاتے رہتے تھے، شالوں
ے گوشوں میں یا ہاتھوں میں- ٹھنڈی سانسیں تک نہایت ہی
ہستگی سے بھری جاتی تھیں جیسے لوگوں کو ان اہم لمحات
ے وابستہ خاموشی میں خلل ڈالنے یا اس کی توہین کرنے کا
ر ہو- بوڑھے کا غم قدرے کم ہو جاتا تو چاروں طرف نظریں
وڑاتا اور ہمیشہ ایک ہی بات سوچتا تھا: "کتنی زیادہ زندگیاں
باہ و برباد ہو گئیں!"

اس بار بھیڑ میں اس کی نظر اوتاوینا نام کی ایک بوڑھی
ورت پر پڑی- وہ پیدائشی طور پر گاؤں کی باشندہ نہ تھی
الانکہ خاصی طویل مدت سے وہاں مقیم تھی- گلوخوف اسے
جانتا تھا- فہرست میں اس کے خاندان کے کسی فرد کا نام شامل
ہیں تھا لیکن دوسرے تمام افراد کے ساتھ وہ بھی چپ‌چاپ آنسو
ہاتی رہی اور سینے پر صلیب کا نشان بنایا- بوڑھا گلوخوف
ذہبی لوگوں کا ان کے صبر و استقلال کی بنا پر احترام کرتا
ھا... اس نے اوتاوینا کا ذرا قریب سے جائزہ لیا... طوطے کی
چونچ جیسی ناک‌والی وہ بوڑھی عورت اب بھی خاصی طاقتور
ی- بڑی آسانی سے ترکاری کی کیاریوں کی نگہداشت کر
سکتی تھی، غسل‌خانہ گرم کر سکتی تھی، آٹا گوندھ سکتی تھی
ور تنور میں روٹی پکا سکتی تھی- دراصل بوڑھا نانبائی کے
یہاں کی "سرکاری" روٹی نہیں کھا سکتا تھا- اور تب اس کے
ل میں خیال آیا کہ تنہائی کی وجہ سے وہ بھی خاصی غمگین
ہتی ہوگی-

گھر لوٹ کر اس نے اپنے بیٹوں کی یاد میں شراب کا ایک
لاس پیا اور اس معاملے پر غور کرنے لگا- اس نے سوچا کہ
وتاوینا اپنا چھوٹا سا گھر فروخت کرنے کے بعد آکر میرے ساتھ
ے کھاتے میں جمع کر سکتی ہے- اسے یہیں آکر رہنا چاہئے-
ہ سکتی ہے- گھر فروخت کرنے سے ملنے‌والی رقم کو وہ بچت
اس کے آ جانے کے بعد گھر اتنا خالی خالی نہ نظر آئے گا- کم‌ازکم
تنا تو ہو ہی جائے گا کہ مجھے گرم غسل‌خانے میں ٹھیک سے

نہانے اور اس کے بعد مزے سے آرام کرنے کی سہولتیں حاصا
ہوں گی... کوئی میز پر کھانے لگانےوالا ہوگا جو مجھ سے کہے
کہ کھانا تیار ہے- ایسا محسوس ہوگا جیسے گھر میں ایک با
پھر زندگی بسر کی جا رہی ہے! کوئی آتشدان کے قریب بیٹھ
چمٹے سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا کر رہا ہو اور گندھے ہوئ
آٹے کی مہک پھیل رہی ہو تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے-
پھر رات میں جب مجھے نیند نہیں آتی، میں اس سے چپکے چپک
باتیں کر سکوں گا- مثال کے طور پر اپنے اس ٹیم‌لیڈر پ
نکتہ‌چینی کر سکوں گا- بےشک اوتاوینا ایک مذہبی عورت ہ
لیکن اس سے کیا ہوتا ہے میں ذرا صحیح قسم کے الفاظ
انتخاب کروں گا- کوئی ضروری نہیں کہ ایسے الفاظ استعماا
کئے جائیں جن سے خدا کی بےحرمتی ہو، دوسرے بہ
سے الفاظ موجود ہیں- ہاں، واقعی کتنا اچھا ہوگا اگ
وہ آکر یہاں رہنے لگے- آپ کچھ بھی کہیں، گھر کو ایک
گھروالی کی ضرورت ہوتی ہے... تو بوڑھے نے یہ ساری باتیں
سوچیں اور شادی کے امکان کا تصور کرکے خاصا جوش میں
آ گیا-

اس نے آئندہ اتوار کو اولگا سرگیئیونا مالی‌شیوا کے یہا
جانے کا فیصلہ کیا جو یوں تو بوڑھی تھی لیکن اوتاوینا سے عم
میں کم اور بڑی ذہین قسم کی عورت تھی- بوڑھا ایک زمان
میں اس اولگا سرگیئیونا سے دل ہی دل میں شدید محبت کر
تھا- ان دنوں وہ بوڑھا تھوڑی تھا، خاصا جوان آدمی تھا او
اس نے ایک خوبصورت، تلون‌مزاج اور جوان اولگا سے محبت
کی تھی- اس نے اولگا کے خاندان میں شادی کا پیغام بھجوان
کا فیصلہ کیا تھا لیکن انقلاب اس کے اس ارادے میں حائل ہ
گیا تھا- ایک روز ایک نوجوان کمیسار گاؤں میں آیا- اس ن
جلد ہی اولگا کو اپنی محبت میں مبتلا کر دیا اور اسے لےک
کہیں چلاگیا- اس نے یہ سب کچھ تو بڑی خوش‌اسلوبی سے ک
لیا تھا مگر اس کے بعد لاپتہ ہو گیا تھا- ضرور کہیں جنگ میں
کام آگیا ہوگا- اولگا سرگیئیونا گھر لوٹ آئی تھی اور تب سے
اب تک تنہا زندگی بسر کر رہی تھی- ایک روز گلوخوف جس

ں شادی تو ہو چکی تھی لیکن اب بھی ایک نوجوان شخص
ہا، دیہی سوویت میں اولگا سرگیئیونا سے (وہ وہاں سکریٹری
ہی) ملاقات کرنے گیا اور اس سے اظہار محبت کیا- اولگا
سرگیئیونا کو غصہ آ گیا اور اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ
پنے اس بہادر کمیسار کے بعد اب وہ اپنی زندگی میں کسی کو
ہی قریب نہ آنے دےگی- گلوخوف نے صفائی پیش کرتے ہوئے
ہا کہ اس کی نیت خراب نہ تھی، ارادے برے نہ تھے- وہ تو
حض یہ کہنا چاھتا تھا کہ اس سے محبت کرتا ھے (دراصل اس
ے ایک دو گلاس شراب پی رکھی تھی) - آخر اس میں بری بات
یا ھے؟ اولگا سرگیئیونا کو یہ صفائی کچھ اور بھی زیادہ ناگوار
ور توھین‌آمیز معلوم ہوئی تھی اور اس نے ایک بار پھر زور
یتے ہوئے کہا تھا کہ دنیا کے سارے مردوں کو ملاکر ایک کر
یا جائے تب بھی وہ اس کے ناقابل فراموش کمیسار کے مقابلے
ے قابل نہ ہو سکیں- دراصل اس نے اپنے کمیسار کے متعلق
اس اظہار خیال سے گاؤں کے تمام مردوں کو کچھ اتنا خوف‌زدہ
ر دیا تھا کہ گلوخوف کے علاوہ دوسروں کی بھی اس کے پاس
آنے کی ھمت نہ پڑتی تھی-

لیکن تب سے اب تک جانے کتنے سال بیت چکے تھے- وہ قصہ
ختم ہو چکا تھا، فراموش کر دیا گیا تھا اور زندگی کافی عرصے
سے ایک نئے، سرگرمیوں سے بھرپور راستے پر گامزن تھی...
بوڑھے گلوخوف اور اولگا سرگیئیونا مالی‌شیوا کے درمیان جو
اب رٹائر ہوکر پنشن پا رہی تھی، کچھ عجیب قسم کی دوستی
کا رشتہ قائم ہو گیا تھا- بوڑھا گھر کے باھری کاموں میں اولگا
کا ھاتھ بٹاتا تھا: سردیوں میں وہ اس کے لئے برف صاف کرتا،
جلانے کی کچھ لکڑیاں کاٹ دیتا، اس کے جھاڑو کا دستہ لگا دیتا
اور چھت کی مرمت کر دیتا- اس کے بعد وہ دونوں بیٹھکر باتیں
کرتے- اولگا سرگیئیونا میز پر شراب کی ایک بوتل رکھ
دیتی... لیکن اس کے باوجود گلوخوف اس کی موجودگی میں
گھبرایا ہوا سا رھتا اور بات چیت میں محتاط رویہ اپناتا تھا-

"اب یہ جو ھماری حکومت ھے نا، یہ صحیح معنوں میں
بےحد باقاعدگی برتتی ھے، برتتی ھے نا! پرانے زمانے میں کوئی

آدمی چاہے جتنا بوڑھا ہو جاتا کسی کو اس کی فکر نہیں ہو
تھی اور اب بوڑھوں کو پنشن ملتی ہے- میں تم سے پوچھ
ہوں: حکومت کو آخر کیا پڑی ہے کہ وہ مجھے ہر ماہ پنش
دے؟ میرا بیٹا گھر آتا ہے تو پانچ روبل کا نوٹ دے جاتا ہے ج
میرے لئے کافی ہوتے ہیں- یہ الگ بات ہے کہ وہ بعض اوقا
رقم دینا بھول جاتا ہے لیکن حکومت... وہ تو بےحد باقاعدگ
برتتی ہے- جاؤ اور ہر مہینہ پنشن لو- ہاں، میں تو کمیسارو
کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں- وہ جانتے تھے کہ کیا کیا کا
انجام دینے ہیں- انہوں نے درخشاں مستقبل اور کمیونزم کے لئ
اپنی جانیں قربان کر دیں! اولگا سرگیئیونا، میری تجویز ہ
کہ ہم ان کی یاد میں لمحہ بھر کے لئے کھڑے ہو جائیں-
اولگا سرگیئیونا متاثر نہیں ہوتی تھی:
"ارے، بیٹھو بھی" وہ خشک اور اکھڑ لہجے میں کہتی-
"اب اس کا کیا موقع ہے؟.. وہ سارا قصہ ختم، کب کا ختم
ہو چکا ہے-"
ان دنوں وہ شاذ و نادر ہی اپنے کمیسار کو یاد کرتی تھی-
زیادہ‌تر باتیں اس خاص قسم کی سنسنی کے متعلق کرتی تھی
جو رات میں اسے اپنے جسم میں محسوس ہوتی تھی-
"یہ سنسنی بالکل اچانک میرے جسم میں دوڑ جاتی ہے اور
میں دل ہی دل میں سوچتی ہوں کہ اب میری آخری گھڑی آ
پہنچی، موت میرے دروازے پر دستک دے رہی ہے..."
"یہ محسوس کہاں ہوتی ہے؟ سینے پر؟"
"سب کہیں، پورے جسم میں، سر سے پاؤں تک! میں
سوچنے لگتی ہوں کہ اس بار میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا-
اور پھر میں بالکل بےجان ہوکر رہ جاتی ہوں، ہاتھ یا پاؤں کو
حرکت تک نہیں دے سکتی- اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں
پانی پر بہتی ہوئی کہیں دور چلی جا رہی ہوں- پانی کے اوپر
بہتی ہوئی، بہتی ہوئی..."
"ہاں" گلوخوف ہمدردی کے ساتھ کہتا- "یوں ہی ہوتا
ہے- ہو سکتا ہے کہ ایک دن تم ہمیشہ کے لئے کہیں دور
بہہ جاؤ-"

بوڑھا اپنی رفیقۂ حیات کی تدفین کے بعد مالی‌شیوا کے
ہاں اور بھی جلدی جلدی جانے لگا- وہ برآمدے میں ساتھ
بیٹھکر شہد ملی ہوئی چائے پینا پسند کرتے تھے- اس کے لئے
ہ شہد بوڑھا برچ کی چھال کی ٹوکری میں لایا کرتا تھا-
"تنہائی کا احساس پریشان کر رہا ہے کیا؟" مالی‌شیوا
ریافت کرتی-
گلوخوف کی سمجھ میں نہ آتا کہ اس سوال کا جواب
س طرح دے- ڈرتا تھا کہ غلط جواب دےگا تو وہ اسے شرمندہ
رےگی- اکثر وہ اس پر یہ بات واضح کرتی رہتی تھی کہ وہ
نقریب ستر برس کا ہو جائےگا، پھر بھی اسے مالی‌شیوا کی
زیادہ سے زیادہ باتیں سننی چاہئیں اور خود خاموش رہنا
چاہئے-
"تنہائی کا احساس پریشان کر رہا ہے کیا؟"
"بھئی..." گلوخوف مبہم انداز میں جواب دینا شروع
کرتا، "ظاہر ہے کہ نقصان تو ہوا ہی اور کیوں نہ ہو- ہم
دونوں پچاس سال تک ساتھ ساتھ رہے تھے-"
"اس سے کیا ہوتا ہے- آدمی سو سال تک ساتھ رہ سکتا
ہے- سوال یہ ہے کہ اس ازدواجی زندگی میں کوئی معنویت
بھی تھی؟ ہاتھی دو سو سال زندہ رہتے ہیں لیکن اس سے
فائدہ کیا؟"
گلوخوف کو یہ بات بری لگتی-
"میرے تین بیٹوں نے جنگ میں اپنی جانیں قربان کیں!
اور تم مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتی ہو..."
"میں کچھ نہیں کہہ رہی ہوں" اولگا سرگیئیونا مالی‌شیوا
ترکی بہ ترکی جواب دیتی- "تمہارے بیٹوں نے اپنے وطن پر
جانیں قربان کی تھیں-"
"بےشک مجھے اس کی کمی محسوس ہوتی ہے" گلوخوف
اب ذرا زیادہ جسارت کے ساتھ جواب دیتا- "بےچاری کو میری
وجہ سے جانے کیا کیا جھیلنا پڑا!.. وہ سب کچھ برداشت کرتی
رہی- بات یہ ہے کہ میں جوانی میں ذرا کچھ لاابالی قسم کا
تھا- جذبات اور خواہشات کی تکمیل میں پوری آزادی چاہتا

تھا... اس نے یہ سب کچھ برداشت کیا... اس کی موت صحیح
معنوں میں ایک نقصان کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"سماجی شعور..." مالی‌شیوا نے اچانک کہا اور ٹھنڈی
سانس بھری۔ "دراصل تم لوگوں کو، مردوں کو کافی ٹھونک
پیٹ کر درست کئے جانے کی ضرورت ہے۔ تم لوگوں میں
انسانیت پیدا کرنے کے لئے مزید دو سو سال درکار ہوں گے۔
خود اپنی مثال لے لو۔ تم نے اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ پچاس
سال بسر کئے... اور اب؟ تم اس زندگی کے بارے میں ایک
لفظ بھی نہیں کہہ پا رہے ہو۔ مجھے جو زمین ملی ہے اس پر
بے‌شمار خودرو پودے موجود ہیں... یہ اگتے اور برسوں برقرار
رہتے ہیں۔ انہی خودرو پودوں کے بغل میں وکٹوریا اسٹابری
کے پودے بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ہے کہ
نہیں؟"

"تم آخر کس بات پر اتنی جھنجھلائی ہوئی ہو؟" گلوخوف
پریشان ہوکر پوچھتا۔

"فرق ہے۔ ہے نا؟ میں تم سے پوچھتی ہوں!"

"لیکن دونوں میں مقابلہ کیسے کر سکتی ہو..."

"میں کر سکتی ہوں اور کروں گی! کیونکہ کچھ لوگ ایسے
ہوتے ہیں جو زندگی میں آگ کی طرح جلتے ہیں جبکہ دوسرے
لوگ محض سلگتے رہتے ہیں۔ کچھ افراد کی زندگیوں کا لمحہ
لمحہ معنی و مقصد رکھتا ہے جبکہ دوسرے افراد محض اپنا کام
کرتے ہیں اور بس... ان کی حیثیت نسل بڑھانے‌والے گھوڑوں
سی ہوتی ہے۔"

"ہر شخص تو کمیسار نہیں ہو سکتا!" گلوخوف نے برا
مانتے ہوئے کہا۔ وہ نسل بڑھانے‌والے گھوڑوں سے تشبیہ دئے
جانے پر بھناکر رہ گیا تھا۔

"اس کے ساتھ پچاس سال گزارے" مالی‌شیوا نے گلوخوف
کی نقل اتارتے ہوئی کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ ان برسوں میں
کیا ایک ہفتہ بھی ایسا آیا جو کچھ معنی و مقصد رکھتا ہو؟"

"کافی معنویت اور مقصدیت پائی جاتی تھی۔ ضرورت سے
زیادہ۔"

"وہ تو ظاہر ہی ہے" مالی‌شیوا نے اپنے ہونٹوں کو اتنا وڑا کہ وہ مرغی کے پٹھے معلوم ہونے لگے۔

گلوخوف کو یہ اندازہ تو ہو گیا کہ وہ اس کی کسی نہ بات سے ناراض رہنے لگی ہے۔ لیکن لاکھ سوچنے پر بھی ، یہ نہ سمجھ سکا کہ آخر وہ بات تھی کیا۔

اس کے باوجود وہ اس عورت سے ملاقات کرنے کے لئے اس یہاں جاتا رہا۔ کبھی کبھی ایسا لگتا تھا کہ ان دونوں میں جھگڑے کی نوبت آنے ہی والی ہے، اس کے برعکس دوسرے واقع پر کشیدگی کی کوئی خاص فضا نہیں پیدا ہوتی تھی اور ونوں دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے رخصت ہوتے تھے۔ چھ بھی رہا ہو اس کے یہاں آمد و رفت سے شامیں تو بہرحال ٹ ہی جاتی تھیں۔

متذکرہ بالا اتوار کو گلوخوف اپنی کلہاڑی اور آری لئے یر ہی مالی‌شیوا کے یہاں پہنچا۔ اس دن وہ تبادلۂ خیال رنے اور مشورہ لینے کے لئے گیا تھا۔

"مجھے تمہارا مشورہ چاہئے، سرگیئیونا۔ کچھ میری مدد رو۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" مالی‌شیوا ہمہ‌تن گوش ہو گئی۔ شورے دینا تو اس کا مرغوب مشغلہ تھا۔

"تم اس بوڑھی عورت کو جانتی ہو نا جس کا نام اوتاوینا ے؟"

"اس کے متعلق کیا کہہ رہے ہو؟"

"کیا تم اس سے بات‌چیت کرکے معلوم کر سکتی ہو کہ وہ کہ میرے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے‌گی؟ وہ چاہے تو اپنا ھر فروخت کر دے یا کچھ دنوں کے لئے بند کر دے۔ ہم لوگ چھ دن ایک ساتھ رہ کر دیکھیں‌گے کہ آپس میں نباہ کر سکتے یں کہ نہیں۔ بعد میں وہ گھر فروخت کر سکتی ہے۔ گھر کے عاملے میں جلدبازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں، کیا خیال ے؟ اس سے خود بات کرنے کی میری ہمت تو پڑے‌گی نہیں۔ م بات کر سکتی ہو کیونکہ تم جانتی ہو کہ کیا کہنا چاہئے۔ یں اس سے اچھا برتاؤ کروں‌گا... ہم اس وقت الگ الگ دو

دو پیروں پر کھڑے ھیں- ایک ساتھ چار پیروں پر کھڑے ھوں
تو ظاھر ھے کہ کہیں زیادہ مستحکم محسوس کریں گے- حالانکہ
یہ پیر اب پہلے جیسے طاقتور نہیں رھے- اور تمہاری کیا را
ھے؟" گلوخوف عموماً جتنی باتیں کیا کرتا تھا اس سے کہیں
زیادہ باتیں کرنی تھیں اور وہ غیرمعمولی تیزی کے ساتھ بو
رھا تھا- دراصل وہ کچھ نادم اور گھبرایا ھوا سا تھا- "میں
نے اس مسئلے پر بار بار غور کیا ھے اور اب مجھے اس کا حل
گیا ھے- تنہائی کی زندگی بڑی واھیات زندگی ھوتی ھے اور میں
سمجھتا ھوں کہ میرے ساتھ آکر رھنے سے اس کے لئے بھی
زندگی آسان ھو جائے گی- تمہاری کیا رائے ھے؟"

مالی‌شیوا کو سخت حیرت ھوئی- اتنی زیادہ حیرت
شروع میں کوئی معقول بات کہنے کے لئے اس کی سمجھ ھی میں
نہ آئی-

"تو شادی کرنے کا ارادہ ھے؟"

"بھئی، اسے شادی تو مشکل ھی سے کہا جا سکتا ھے.
بس ھم دونوں ساتھ ساتھ رھیں گے تاکہ زندگی بسر کرنا کچھ
آسان ھو جائے-"

"قانون کی نگاہ میں تو یہ شادی ھی ھوئی- ایمانداری سے
کیوں نہ کام لو؟"

گلوخوف بھونچکا ھو کر رہ گیا-

"اچھا تو ٹھیک ھے- یوں ھی سہی، میں شادی کر رہا
ھوں- کوئی برائی ھے اس میں؟"

مالی‌شیوا نے بڑی بیگانگی سے جس میں ایک قسم کا خفیف
معاندانہ انداز بھی شامل تھا، بوڑھے کا جائزہ لیا-

"کیا وہ بھی راضی ھے؟ حالانکہ تم کہہ رھے ھو کہ ابھی
تمہیں اس سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا..."

"اسے تو اس بارے میں ابھی کچھ بھی معلوم نہیں! اس
لئے تو میں تم سے کہہ رھا ھوں کہ اس سے بات کر لو: اس سے
بات کرو اور ذرا سمجھانے بجھانے کی بھی کوشش کرو- تم تو
جانتی ھی ھو کہ وہ مذھبی قسم کی عورت ھے، کہہ سکتی ھے
کہ یہ گناہ ھے... لیکن اس میں گناہ کا سوال ھی کہاں اٹھتا

– معقولیت‌پسندی سے معاملے کو دیکھا جانا چاہئے کہ میں
ہائی سے پریشان ہوں، وہ تنہائی سے پریشان ہے...''
''اس کی ایک بیٹی ہے جو شہر میں رہتی ہے–''
''اس سے کیا ہوتا ہے! .. میرے خود ایک بیٹا ہے جو شہر
یں رہتا ہے– آج‌کل کسی کے لڑکے لڑکیاں نہیں کام آتے ہیں–
یسے ہم دونوں ساتھ رہنے لگیں تو جیسے تیسے زندگی کے باقی
ن کاٹ لے جائیں‌گے– ہم میں سے جو بھی پہلے مرے‌گا اسے
فن کرنے‌والا تو کوئی ہوگا–''
''مگر تم دونوں کے بچے ہیں!'' مالی‌شیوا نے اچانک
ھنجھلاہٹ سے بلند آواز میں کہا– ''اپنے آپ کو یتیموں کی
وڑی بناکر کیوں پیش کرتے؟''
گلوخوف نے کوئی جواب نہ دیا– اس بار اس نے مالی‌شیوا
و تیز غصیلی نگاہوں سے دیکھا– ''آخر اس کے دل میں چبھن
اہے کی ہے؟'' اس نے سوچا–
''سرگئیونا، کوئی گڑبڑ بات ہو گئی کیا؟'' اس نے
ریافت کیا–
''میرے لئے کیا گڑبڑ بات ہوگی– میں تھوڑی شادی کر رہی
ہوں – شادی تو تم کر رہے ہو اور الٹے مجھ سے پوچھتے ہو کہ
گڑبڑ کیا ہے– میں تو بالکل ٹھیک ہوں–''
''مجھے تو لگتا ہے کہ تمہیں غصہ آ گیا ہے...''
''نہیں تو! میں غصے میں ہوں؟ کیا بات کہی! جاؤ، شادی
کرو! تم چاہتے ہو کہ میں اوتاوینا سے بات کر لوں؟ ہاں، میں
اس سے بات کر لوں‌گی'' اب خود مالی‌شیوا کچھ پریشان اور
گھبرائی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور بڑی تیزی سے
باتیں کر رہی تھی– ''میں اسے بات‌چیت کے لئے اپنے یہاں
بلا لوں‌گی– مجھے اس میں کوئی دشواری نہ ہوگی– معلوم
کروں‌گی کہ وہ راضی ہے کہ نہیں– میں کیوں غصہ ہونے
لگی؟ لوگ تم دونوں پر ہنسیں‌گے– میرے اوپر تھوڑی کوئی
ہنسے گا–''
''واقعی؟''
''واقعی کیا؟''

"میرا مطلب ہے کہ کیا لوگ ہنسیں گے؟"
"تم سمجھتے تھے کہ لوگ خوش ہوں گے؟"
"کیا بوڑھے کبھی آپس میں شادیاں نہیں کرتے؟.."
"بعض اوقات کرتے ہیں- اچھی بات ہے- کل رات کے کو
کے وقت آ جانا... میں اسے کچھ پہلے آنے کو کہوں گی تاکہ
لوگ پہلے سے کچھ بات کر لیں- تم بعد میں آنا- ہاں، ہ
بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، بہت سے معمر افراد شادیاں ک
ہیں! میں اس سے بات کر لوں گی، فکر مت کرو- میں اس
بات کر لوں گی-"

گلوخوف مالی‌شیوا سے رخصت ہوا تو وہ سخت ذ
الجھن میں مبتلا تھا- اسے لگ رہا تھا کہ مالی‌شیوا نے ا
ترکش میں ضرور کوئی نہ کوئی تیر چھپا رکھا ہے- وہ ا
عجیب و غریب بوڑھی عورت تھی- اس میں ذرا بھی شک نہ ت
ہمیشہ کسی نہ کسی بات پر ناراض ہوتی رہتی تھی- ہمیشہ
لوگوں میں تبدیلی لانے، انہیں مختلف افراد بنانے
کوشاں رہتی تھی... ہمیشہ لوگوں کو یہ سکھانے کی فکر م
رہتی تھی کہ وہ کس طرح زندگی بسر کریں اور ہمیشہ لوگ
کے متعلق فیصلے صادر کیا کرتی تھی- بوڑھے نے یہ بھی سو
کہ کیوں نہ وہ واپس جاکر مالی‌شیوا سے کہہ دے کہ اس
مدد کی ضرورت نہیں- وہ اس معاملے سے خود ہی خوش اسلو
سے نپٹ لے گا- مزید غور و خوض کے لئے وہ چلتے چلتے ذ
دیر کے لئے ٹھہر بھی گیا- مگر پھر اسے خیال آیا کہ آخر فر
کیا پڑے گا- اسی کو اس معاملے میں بات‌چیت کرنے دی جائے
وہ خود زیادہ اچھے ڈھنگ سے اپنا معاملہ پیش نہ کر سکے گ
مالی‌شیوا بدمزاج ضرور ہے مگر اس نے جو وعدہ کیا ہے اس
بہرحال پورا کرے گی-

اگلے روز دونوں بوڑھی عورتیں، مالی‌شیوا اور اوتاوی
نے ملاقات کی اور آپس میں بات چیت ہوئی-

اوتاوینا، مالی‌شیوا کے یہاں آئی اور کمرے میں داخل ہوا
ہی سب سے پہلے اس نے سامنے کے دائیں جانب‌والے گوشے ک
اس امید سے دیکھا کہ شاید وہاں عیسائیوں کی کوئی مقدس

صویر رکھی ہو- پھر وہ نقلی مخمل سے ڈھکے ہوئے صوفے کے
رے پر بیٹھ گئی اور آداب کیا-
"میں نے جس کام کے لئے تمہیں بلایا ہے وہ یہ ہے"
الی‌شیوا نے فوراً ہی بات چھیڑ دی- "تم بوڑھے گلوخوف کو
انتی ہو نا؟"
"یمیلیان ایگوریچ؟ ہاں، ہاں، میں جانتی ہوں- اس کے
بن بیٹے ہلاک ہو گئے تھے..."
"بھئی، وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے" مالی‌شیوا نے تڑ
ے کہا- "تم راضی ہو؟"
"خدا ہمیں معاف کرے!" اوتاوینا نے سینے پر صلیب کا
شان بنایا- "اسے ہو کیا گیا ہے؟"
"مگر کیوں نہیں؟" مالی‌شیوا بالکل اچانک جیسے بہت
یادہ جوش میں آ گئی- "تم دونوں اپنی مرضی کے مالک ہو...
واب دینے سے پہلے تم ذرا اچھی طرح سوچ لینا- یوں تو وہ
ہی باقی اوروں کی طرح ایک بوڑھا دنبا ہے لیکن زندگی کے باقی
یام بسر کرنے میں بہرحال تمہاری مدد کرے‌گا- کہو، تمہاری
یا رائے ہے؟ اس کا کہنا ہے کہ ابھی تمہیں اپنا گھر
روخت نہ کرنا چاہئے- تم اسے بند کر سکتی ہو، بعد میں
ب دیکھنا کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کر سکتے
و تو اسے فروخت کرکے رقم بینک میں جمع کر دینا- ہاں تو
ناؤ نا، تم اس بارے میں کیا سوچتی ہو؟"
"میں سوچ ہی کیا سکتی ہوں؟ میرے تمام خیالات ذہن سے
انے کہاں غائب ہو گئے- بلاسوچے سمجھے آناً فاناً میں شادی
یسے کر سکتی ہوں؟" اوتاوینا دھیرے سے ہنسی- اس کی یہ
نسی خلوص پر مبنی تھی- "اب دیکھو نا! یہ بات تو آدمی کو
اگل بنا دینے کے لئے کافی ہے- بڑی اچھی دلہن لگوں‌گی!"
"اور وہ بھی تو بڑا اچھا دولہا ہے- کیوں، اس بارے میں
یا خیال ہے؟"
"ذرا ٹھہرو تو سرگیئیونا- پہلے مجھے دم تو لینے دو..."
"تمہارا جواب معلوم کرنے کے لئے وہ جلد ہی یہاں
نے‌والا ہے-"

"اوہ!" اوتاوینا جھٹ سے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی او
اس نے دروازے کی طرف دیکھا- پھر وہ دوبارہ بیٹھ گئی
"بھئی، کیا عجب مسئلہ ہے یہ!"
"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تم تقریباً راضی ہو چکی ہو-
اوتاوینا نے اچانک معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا شرو
کر دیا-
"سرگیئیونا، میں تم سے اتنا ضرور کہوں گی کہ وہ بوڑ
خراب آدمی نہیں ہے- شراب نہیں پیتا- ہمارے یسوع مسیح
کا بیکار میں نام نہیں لیتا- کم از کم میں نے تو یہی سنا ہے.
صرف..." اس نے شادی طے کرانےوالی کی طرف دیکھا
"بھئی، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بوڑھے افراد آپس میں شادیا
کر لیتے ہیں..."
"ہاں، ایسا ہوتا تو ہے-"
"لیکن... فرض کرو، وہ رات میں پریشان کرے تو؟"
مالی‌شیوا کی آواز دھیمی پڑ گئی:
"کیا؟"
"بھئی، تم جانتی ہو، یہ مرد لوگ کیسے ہوتے ہیں! مجھ
سب سے پہلے اس بات کا یقین ہو جانا چاہئے کہ وہ اس قسم
کی کوئی حرکت نہیں کرےگا اور گالی نہیں بکےگا- ہاں،
سگریٹ ضرور پیتا ہے... وہ تو خیر سبھی پیتے ہیں- اس س
باز نہیں رکھا جا سکتا-"
"تو تم راضی ہو، ہے نا؟" مالی‌شیوا نے حیرت کے ساتھ کہا
"ذرا ٹھہرو بھی، مجھے اضطراب اور شوق کی حالت میں
بےقابو نہ کرو- جیسا کہ میں ابھی کہہ رہی تھی میں بہت س
شرطیں عاید کروں گی- وہ یہ نہ کر سکےگا، وہ نہ کر سکےگ
بوڑھا ان شرطوں کے بارے میں سوچےگا اور کہےگا: "بھئی
پھر میں کر کیا سکوں گا؟ اور تب شادی کرانے کی یہ سار
کوشش خود بخود رائیگاں ہو جائےگی-" اوتاوینا ایک بار پ
دھیرے سے ہنسی- "بھئی، میں یہ ضرور کہوں گی کہ یہ با
میرے وہم و گمان میں نہیں آ سکتی تھی... اوہ میرے خدا
حالانکہ یہ بات کوئی زیادہ بری بھی نہیں- میری ایک اچ

دوست کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ ہوا تھا- وہ بولانیخا میں رہا کرتی تھی جہاں میں پہلے رہتی تھی- ایک بوڑھا شخص اس کے یہاں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے لئے آیا اور بعد میں اس نے کہا: "کوزموونا، ہم دونوں کو ایک ساتھ زندگی بسر کرنی چاہئے" اور یہی ہوا بھی- کوئی دو سال ہوئے بوڑھے کا انتقال ہو گیا اور اب وہ اس کے گھر میں رہتی ہے- اور مجھے معلوم ہے کہ ان دونوں نے بہت میل محبت سے زندگی بسر کی- کتنے دن ہوئے ہوں گے؟.. تقریباً ۵ سال- اس نے میری دوست کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہ دیا- دراصل بڑھاپے میں لوگ کچھ زیادہ عقل‌مند ہو جاتے ہیں- آج کل کے لوگوں کے جیسے نہیں ہوتے... کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں- اپنے ہی پاس پڑوس میں دیکھ لو... اوہ میرے خدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں، واقعی کچھ سمجھ میں نہیں آتا- ویسے تو میرے لئے یہ کوئی بری بات نہ ہوگی کہ زندگی کے آخری ایام کسی عمدہ گرم مکان میں گزریں... میرا اپنا چھوٹا سا جو گھر ہے نا، وہ تو بہت شکستہ اور خراب حالت میں ہے- سردیاں بیت گئیں تو مجھے بڑی خوشی ہوئی- کسی طرح اس گھر کو گرم ہی نہیں کر پاتی تھی- کتنی ہی لکڑیاں میں کیوں نہ پھونک ڈالتی ایسا لگتا تھا جیسے چھلنی کے نیچے بسر کر رہی ہوں-"

"تم جاکے اپنی بیٹی کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟"

"اس کے ساتھ! وہاں کہاں جگہ، وہ لوگ خود ہی کتنے آدمی تو ہیں... میں وہاں رہ کے دیکھ چکی ہوں، نواسیاں نواسے چھوٹے تھے تو میں ان کے ساتھ رہتی تھی- وہ اسکول جانے لگے تو مجھے سچ مچ بڑی خوشی ہوئی- آخرکار ان لوگوں نے میرے لئے یہ چھوٹا سا گھر خریدا- بولانیخا میں اپنا مکان میں نے اس وقت فروخت کر دیا تھا جب میری بیٹی کی شادی ہوئی تھی- وہ تو بہت ہی مضبوط گھر تھا- اتنا مضبوط کہ مزید سو برسوں تک برقرار رہتا لیکن میں نے اسے فروخت کر دیا- کرتی بھی کیا، ان لوگوں کے امداد باہمی فلیٹ خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت تھی اور رقم انہیں اور کہاں سے ملتی؟ شوہر کی انہی دنوں فوج سے چھٹنی ہوئی تھی اور میری بیٹی نے ٹیکنیکل

اسکول کی تعلیم و تربیت بس مکمل ہی کی تھی- ان دونوں نے کہا کہ ماں، تم اپنا مکان فروخت کر دو اور اگر ہمارے ساتھ نہ رہنا چاہوگی تو ہم تم کو دوسرا مکان خرید دیں گے- تو اس طرح میں ان لوگوں کے ساتھ رہنے لگی اور بچوں کی پرورش کی- لیکن اس کے بعد میں نے کہا کہ تم لوگ مجھے کوئی گھر خرید دو، چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو- شہر کی زندگی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی- یہ مجھے کبیدہ خاطر کئے رہتی ہے- پہلے تو ان لوگوں نے کچھ ٹال مٹول کی- پھر آخرکار رقم کا انتظام کر دیا- بولانیخا میں مکانات مہنگے اور یہاں سستے ہوتے ہیں- اس لئے یہاں میرے لئے یہ گھر خریدا گیا- بےشک بڑھاپے میں میرے لئے یہ کوئی بری بات نہ ہوگی... میرا مطلب ہے کسی عمدہ گرم گھر میں زندگی بسر کرنا... نہیں، یہ کوئی بری بات نہ ہوگی-"

بوڑھے گلوخوف کو اس بات چیت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا- وہ جانتا تھا کہ دونوں بوڑھی عورتوں میں بات چیت ہوگی- لیکن یہ بات چیت کیا رخ اختیار کرے گی، اس کا اسے ذرا بھی اندازہ نہ تھا- بہرحال احتیاطاً اس نے ایک نئی جیکٹ پہنی، شراب کی ایک بوتل اور کچھ شہد لی اور مالی‌شیوا کے مکان کو روانہ ہو گیا-

اندر داخل ہونے پر اس نے ان دونوں کو احترام سے سلام کیا- وہ کچھ گھبرایا ہوا اور نادم سا دکھائی دیتا تھا- اس نے شراب کی بوتل اور شہد کی ٹوکری میز پر رکھ دی اور تمباکو کے پاوچ کے لئے جیب ٹٹولنے لگا-

"یہ بوتل تو تم ابھی الگ ہی رکھو" مالی‌شیوا نے کہا- "اتنی عجلت سے نہ کام لو-"

بوڑھے کا دل ڈوبنے لگا- اوتاوینا کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے تصور سے اب وہ خود کو بڑی حد تک ہم‌آہنگ کر چکا تھا اور اس نے ساری باتوں پر غور کرلیا تھا- مگر اب یہ کیا ہو گیا؟

"تم دونوں میں سے ہر ایک کو جو کچھ کہنا ہے وہ میں سن چکی... تم لوگوں کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہے، چاہو تو

شادی کر سکتے ہو... کچھ لوگ بڑھاپے میں بالکل پاگل دکھائی
دینے لگتے ہیں اور یہ بات بھی کوئی خاص اہمیت نہیں
رکھتی- لیکن میں تم دونوں سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں:
تمہیں شرم نہیں محسوس ہو رہی ہے؟ بولو، ہو رہی ہے کہ
نہیں؟" اس نے ان کے چہروں پر الفاظ پھینک پھینک کر
مارے — الفاظ کی بوچھار، ایک ناقابل تشریح بےرحمی کے ساتھ،
ایک ایسے دل کی بےپناہ جذباتیت کے ساتھ جو کسی خفیہ درد
سے غمگین تھا- اور اس نے الفاظ کی بوچھار کا یہ سلسلہ
جاری رکھا- اس کی ذرا بھی فکر نہ کی کہ شادی کے خواہاں
دونوں افراد کس طرح شرم سے پانی پانی ہوئے جا رہے ہیں،
کس طرح اپنی اپنی جگہوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں، کتنی
اذیت برداشت کر رہے ہیں- "بعد میں تم لوگ دنیا کو کس
طرح منہ دکھاؤگے؟ کس طرح؟ کچھ لوگ تو زندگی بھر تنہا
رہتے ہیں... خود میں نے ساری زندگی اکیلے بسر کی، اس
وقت سے جبکہ میری عمر تیئیس سال تھی... اور کیا تم
سمجھتے ہو کہ کسی نے شادی کی تجویز کبھی میرے سامنے
پیش ہی نہیں کی؟ ہاں، لوگوں نے شادی کی خواہش ظاہر
کی تھی- کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگوں نے کبھی رات میں میرے
دریچے پر دستک نہیں دی؟ دی تھی- گلوخوف، خود تم نے کیا
یہی سوویت میں میرے پاس آکر نہیں کہا تھا کہ تم میرے
بغیر زندہ نہیں رہ سکتے؟ کہا تھا کہ نہیں؟ بولو نا-"

گلوخوف کا جی چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ
اس کے اندر سما جائے-

"وہ تو میری حماقت تھی... میں نشے میں تھا" وہ چپکے
چپکے بڑبڑایا- "میں نے تم سے شادی کرنے کو کبھی نہیں
کہا... اب ان باتوں کو کیوں چھیڑ رہی ہو؟"

"حماقت! اور اب تم خود کو ذہین تصور کرنے لگے-
ستر سال کی عمر میں سوچتے ہو کہ شادی کر لو- ذہین
نہیں کیے! اور تم، اے عورت، تم!.. "مجھے اس تجویز پر
سوچنا ہوگا... عمدہ، گرم گھر میں رہوں گی" خود کو پارسا
عورت کہتی ہو! لیکن تم بھی اتنی ہی خراب ہو جتنی کہ

وہ... دوسروں کے گناہوں پر تو انگلی اٹھاتی ہو لیکن ت
دونوں خود اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تم لوگ نئی نسل ک
لئے کیا مثال پیش کر رہے ہو؟ اس کے متعلق بھی سوچا ہے
کیا معاشرے کے سلسلے میں تمہیں اپنی ذمےداری کا احساس
ہے؟" مالی‌شیوا نے اپنی مرجھائی ہوئی انگلیوں کے جوڑ مے
پر مارے- "کیا تم نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہے؟ ت
لوگ محض اپنی ذات تک محدود ہو! عوام اپنی پوری قو
اور طاقت سے کام کرتے ہیں اور تم دونوں شادی رچانے ک
فکر میں ہو... عوام کو مےنوشی اور ناجائز تعلقات کی ترغیب
دے رہے ہو- کتنے بےشرم ہو تم دونوں!"

"شادی رچانے کا کیا سوال؟!" گلوخوف ایک بار پھ
جلدی سے بول پڑا- "ہم تو بس خاموشی کے ساتھ ایک
دوسرے سے وابستہ ہو جائیں‌گے- شادی رچانے کا ک
سوال؟"

"بالکل آوارہ‌گرد لڑکوں کے جوڑے کی طرح! ہونہہ!"

"اب یہ تو... تم نے بہت کچھ کہہ دیا!" بوڑھے کو غص
آ گیا اور وہ مالی‌شیوا کے گھر سے اپنے پیچھے زور سے درواز
بند کرتا ہوا چل دیا-

اوتاوینا بھی اس کے بعد ہی چل دی- دراصل وہ دونو
گھر سے کچھ اس طرح باہر نکلے جیسے انہیں کھولتے پانی سے
جلا دیا گیا ہو- گیٹ کے باہر پہنچ کر ایک دوسرے کی طرف
اچٹتی نگاہ بھی ڈالے بغیر دونوں مخالف سمتوں میں چل پڑے
حالانکہ کچھ دور تک ان دونوں کو ایک ہی راستہ اختیار کر
چاہئے تھا-

بوڑھے گلوخوف نے گھر لوٹنے سے قبل گاؤں کے گرد خاص
طویل چکر لگایا- وہ نفرت سے زمین پر تھوکتا اور منہ ہ
منہ میں گالیاں بکتا جاتا تھا... شدید غصے کی حالت میں اس
نے دل ہی دل میں یہ بھی سوچا: "میں اس کتیا کا گھر پھونک
دوں‌گا!"

اس نے اس قسم کی کوئی حرکت تو نہیں کی- لیکن ی
عہد ضرور کر لیا کہ وہ اس سے ملنے کے لئے کبھی بھی اس ک

ھر نہ جائےگا اور کہیں سڑک پر سامنا ہو گیا تو اسے انجان
ن کر ذلیل کرےگا- اور کیا بھی یہی-

اوتاوینا گرجاگھر جانے اور دعا میں اپنے گناہوں کی
عافی کے لئے شہر روانہ ہو گئی- بوڑھی عورت بہت پریشان
ہتی تھی اور جب بھی ممکن ہوتا مالی‌شیوا کا سامنا کرنے سے
ریز کرتی-

مالی‌شیوا نے شادی طے کرانے سے متعلق اس غیرمعمولی
اقعے کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہا- گلوخوف اور
وتاوینا دونوں کو توقع تھی کہ وہ اس معاملے کو گاؤں بھر
یں پھیلائےگی- لیکن نہیں، اس نے اس کے بارے میں کبھی
ایک لفظ بھی نہیں کہا-

ایک ناگہانی واقعہ

اس کا پیر پیدائش کے وقت ہی سے بالکل بےجان تھا... یہ ستلی وغیرہ سے بٹے ہوئے سوکھے چابک کی طرح لٹکا رہتا، پتلا اور ٹیڑھا میڑھا- اسے وہ بڑی دقت کے ساتھ ہی ہلا ڈلا پاتا تھا-

کولکا نے کچھ دنوں تک تو اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی- دوسرے بچے جب دو پیروں پر چلنا سیکھ رہے تھے تو اس نے تین پیروں پر چلنا سیکھا- بیساکھیاں کوئی خاص رکاوٹ نہ ثابت ہوئیں- وہ دوسرے لڑکوں کے ساتھ بڑا ہوا- پھاند کر باغات میں داخل ہو جاتا اور اسکیٹاس کھیلتا، بڑی مہارت کے ساتھ! وہ ایک بیساکھی کو ترچھی کرکے زمین پر ٹکا دیتا، خود کو اپنے بائیں بازو سے سنبھالتا، گیند سے نشانہ لیتا اور نصف درجن میخیں اکھڑ کر ہوا میں اچھل جاتیں-

لیکن سال گزرتے گئے- کولکا بڑا ہوکر ایک طاقتور اور اچھی شکل و صورت کا لڑکا بن گیا اور بیساکھیاں اس کے لئے رکاوٹ بن گئیں- اس کی عمر کے دوسرے لڑکے کلب سے اپنی دوست لڑکیوں کو لےکر ان کے گھروں تک پہنچانے جانے لگے تھے لیکن کولکا کو اکیلے جانا پڑتا، پیروں سے کھرچنے کی سی آواز پیدا کرتے ہوئے دونوں بیساکھیوں کے ساتھ جن کی مثال ایسے ساتھیوں کی سی ہوتی جن سے محبت نہ ہو-

کولکا کی تیز ذہین آنکھیں کسی سوچ میں کھوئی کھوئی سی رہنے لگیں-

ہر سال پڑوسیوں کا کوئی لڑکا یا کئی لڑکے فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوتے... انہیں ہمیشہ بڑی دھوم دھام سے رخصت کیا جاتا- کولکا ان مواقع پر عموماً اپنے گھر کے دروازے کے سامنےوالے چھتے کے نیچے کھڑے ہوکر تختوں کے کسی شگاف سے جھانکتے ہوئے لڑکوں کے رخصت کئے جانے کا منظر دیکھتا- اس کا جی چاہتا تھا کہ فوجی تربیت کے لئے اسے بھی طلب کیا جائے-

ایک دن کولکا کے باپ اندرئی ورانتسوف نے جو اجتماعی فارم کا ایک مستری تھا بیٹے کو اس حالت میں دیکھ لیا... وہ چپ‌چاپ اس کے قریب سے گزرتا ہوا مکان میں داخل ہونےوالا تھا لیکن کولکا نے اس کے قدموں کی آہٹ سن لی اور مڑکر اس کی طرف دیکھا-

"کیوں بھئی، کیا کر رہے ہو؟" اس کے باپ نے یونہی رواروی میں پوچھا- کولکا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا-

"کچھ نہیں- بس یونہی دیکھ رہا ہوں" اس نے کہا اور اپنی بنچ پر جا بیٹھا (یہاں بیٹھ کر وہ چھوٹی بڑی گھڑیوں کی مرمت کیا کرتا تھا- یہ کام اس نے گاؤں میں اتفاقیہ طور پر آنےوالے ایک شخص سے سیکھا تھا) -

وقت گزرتا گیا-

اور جو بات ہر شخص کے ساتھ ہوتی ہے کولکا کے ساتھ بھی ہوئی: وہ محبت میں مبتلا ہو گیا-

سڑک کے ٹھیک اس پار رنگے ہوئے کواڑوں‌والے چھوٹے سے ایک مکان میں گلاشکا نام کی ایک لڑکی رہتی تھی جو بہت زور زور سے بولتی تھی- اسے کولکا ہر روز اپنی کھڑکی سے دیکھا کرتا تھا- اس کے قدموں میں بلا کی پھرتی تھی اور وہ صبح سے رات تک چاروں طرف بھاگتی دوڑتی رہتی: کبھی تہہ‌خانے کو جاتی، کبھی ہنسوں کو بھگانے کے لئے باغ میں جا پہنچتی اور کبھی کسی پڑوسی کے یہاں جاکے اس کی سور کی شکایت کرتی جو غذا کی تلاش میں ترکاری کی کیاریوں میں زمین کریدتا تھا... اس طرح تمام دن اس کی آواز سڑک کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گونجتی رہتی-

ایک دن کولکا اسے دیکھ رہا تھا- تب یونہی اس کے ذہن
ں خیال آیا کہ اگر وہ اتنی زیادہ خوبصورت نہ ہوتی... تو
ماید وہ اس سے شادی کر سکتا- اس دن کے بعد سے وہ ہر روز
لاشکا کے بارے میں سوچنے لگا- زندگی عذاب جان ہو گئی-
وئی نامعلوم قوت اسے اپنی بنچ سے اٹھنے اور دروازے کے
امنےوالے چھتے کے نیچے آ کھڑے ہونے پر مجبور کر دیتی تھی-
"گلاشکا!" وہ چلاکر لڑکی سے کہتا، "تم شادی کب کروگی
رق برق کپڑے پہن کر؟! تمہاری شادی کی تقریب میں مجھے
م ازکم اپنے ذوق و شوق کی تکمیل کا موقع تو ملےگا!"
"کولیا، مجھ سے کوئی شادی ھی نہیں کرےگا!" باتونی
لاشکا جواب دیتی- "میں تو بہت دنوں سے شادی کی خواہاں
ہوں!"

"تو تم اس قسم کی لڑکی ہو" کولکا نے دل ھی دل میں
سوچا اور اس کی کسی سوچ میں کھوئی رہنےوالی بھوری
آنکھیں احساس محبت سے نرم پڑ گئیں-

جولائی کا آسمان گاؤں کے اوپر نیلی آگ کی طرح دھکتا
رہتا- بڑھتی ہوئی تمازت کی دھند مسرت اور شادمانی سے
متعلق پریوں کی کہانیوں جیسی تصاویر تخلیق کرتی، سرخ
تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ آفتاب دریاؤں میں غوطے لگاتا اور
شفق دھیرے دھیرے تاریکی میں تبدیل ہو جاتی- اور راتیں
بےحد خاموش ہوتیں، بالکل سانس روکے ہوئے، نہایت ھی شدت
کے ساتھ پرسکوت...

گرمیوں میں کولکا ایک چھوٹے سے شیڈ میں سویا کرتا تھا
جس کی ایک دیوار سڑک کی جانب تھی-

ایک شام کو اسے سڑک پر محبت میں مبتلا ایک جوڑے
کے قدموں کی آہٹ سنائی دی- چلتے چلتے وہ دونوں اس کی
دیوار کے پاس ٹھہر گئے اور کولکا کے سینے میں اس کا دل
اچانک اچھل پڑا- کسی طرح وہ فوراً ھی جان گیا کہ ان دونوں
میں سے ایک گلاشکا تھی، حالانکہ خاموش تھے- وہ لیٹا ہوا ان
کی بےمعنی سرگوشیوں اور ہنسی کی دبی دبی آوازوں کو
سنتا رہا- اس رات اس نے اپنی بیساکھیوں پر لعنت بھیجی،

تکیے میں سر چھپاکر آنسو بہائے اور سوچا کہ اس طرح زندگی بسر ہونے سے رہی!

اجالا ہوا تو سیدھا مقامی ڈاکٹر کے یہاں پہنچا جس سے وہ اچھی طرح واقف تھا- دونوں اکثر ساتھ ساتھ شکار کھیلنے اور مچھلیاں مارنے جایا کرتے تھے-

"اتنے سویرے تم یہاں کیسے آ دھمکے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

کولکا دروازے کے سامنے دھلیز پر بیٹھ گیا اور اپنے بیساکھی سے زمین کو کریدنے لگا...

"آپ کے پاس کارتوس کی کچھ فالتو ٹوپیاں تو نہ پڑی ہوں گی - میری ختم ہو گئی ہیں-"

"کارتوس کی ٹوپیاں؟ مجھے دیکھنا ہوگا" ڈاکٹر گھر کے اندر گیا اور لمحہ بھر بعد مٹھی بھر ٹوپیاں لے کر لوٹا-

"یہ لو-"

کولکا نے ٹوپیاں جیب میں ڈال لیں اور سگریٹ سلگائی... اس نے ڈاکٹر کو کچھ عجیب غور کے ساتھ دیکھا، اپنے ہونٹ سکوڑکر ان پر ایک طنزیہ مسکراہٹ بکھیری اور خود کو اٹھاکر اپنے پیروں پر کھڑا کیا-

"ٹوپیوں کے لئے بہت بہت شکریہ-"

"کوئی بات نہیں- جب جی چاہے آ جایا کرو- میں خود شکار کھیل کر لطف اندوز ہوتا لیکن..." ڈاکٹر نے اپنا گنجا سر کھجلایا- "مجھے اگست تک چھٹی نہیں مل سکتی-"

کولکا گیٹ سے تھوڑی ہی دور آگے تک جاکر ٹھہر گیا اور دیر تک کھڑے کھڑے سڑک کو گھورتا رہا-

پھر وہ مڑا اور واپس لوٹ گیا-

"اپنی ٹوپیاں رکھ لیجئے" اس نے ڈاکٹر سے کہا- "میرے پاس بہت سی ہیں-"

ڈاکٹر کی بھنویں تن گئیں:

"تمہاری بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے-"

کولکا کے چہرے سے تفکر ظاہر ہونے لگا-

"ذرا میرے اس پاؤں کو دیکھئے تو... میں مصنوعی پیر آزمانا چاہتا ہوں- لنگڑاتے لنگڑاتے بہت دن ہو چکے-"

"اچھا تو یہ بات ہے" ڈاکٹر نے کولکا کی آنکھوں میں
ہانکا اور خود کو نادم اور گھبرایا ہوا محسوس کیا- "تو
در آؤ نا-"

دونوں نے ساتھ ساتھ پیر کا جائزہ لیا-

"تمہیں یہاں کچھ محسوس ہوتا ہے؟"

"جی ہاں-"

"اور یہاں؟"

"ذرا پھر سے دبائیے... جی ہاں، محسوس ہوتا ہے-"

"ہو سکے تو اسے ذرا حرکت دو- ایک بار پھر- اب ایک
ف کو- اچھا تو جتنا زیادہ ممکن ہو اسے ہلاتے ڈلاتے رہو-
یک ہے" ڈاکٹر سیدھا کھڑا ہو گیا- "بھئی، میرا مشورہ
ہ کہ تم مصنوعی پیر آزما کے دیکھو- اس وقت قطعی طور پر
کچھ کہنا مشکل ہے لیکن بہرحال گنجائش ہے- کوشش کر
کھو- تم کو اس جگہ تک اپنا پیر کٹوا دینا ہوگا، سمجھ
ے ہو نا؟"

"جی ہاں، میں سمجھ رہا ہوں-"

"مصنوعی پیر کو آزماؤ- ہو سکتا ہے کہ شروع میں تم
لنے کے قابل نہ ہو سکو- اس کے لئے کچھ مشق کی ضرورت
گی- سمجھے؟"

کولکا گھر چلا گیا اور شہر کے اسپتال کو جانے کے سلسلے
ں سفر کا سامان باندھنے لگا- اس نے طے کیا کہ اپنی ماں کو
چھ نہیں بتائے گا- لیکن باپ کو پکارکر باہر گھر کے احاطے میں
یا اور اپنے فیصلے کی وضاحت کی:

"میں اپنا پیر کٹوانے جا رہا ہوں-"

"کیا مطلب؟" اندرئی نے بیٹے کو گھورا-

"میں مصنوعی پیر کو آزمانا چاہتا ہوں-"

ایک ہفتہ بعد کولکا کا پیر کاٹ دیا گیا- اب پیر کی جگہ
رف ایک ستائیس سنٹی‌میٹر لمبا ٹھنٹھ باقی رہ گیا-

جیسے ہی زخم کسی حد تک بھر گیا اس نے پلنگ پر چادر
نیچے اس ٹھنٹھ کو ہلانا ڈلانا شروع کر دیا- مشق کے
ور پر-

اس کا باپ اسے دیکھنے آیا، بیٹے کے پلنگ کے پاس د
تک بیٹھا رہا... لیکن اس نے اس ٹھنٹھ کو نہیں دیکھ
پاؤں یوں تو بیکار تھا لیکن بہرحال پاؤں تو تھا- اب تو کچھ
نہیں تھا-

اسپتال سے کولکا سیدھا شہر "این" کو گیا-

اس کے کہیں پندرہ دن بعد وہ گھر واپس لوٹا... ا
ساتھ تھیلے میں کوئی لمبی سی چیز لئے ہوئے-

ماں نے جب دیکھا کہ اس کے بیٹے کے صرف ایک ہی
رہ گیا ہے تو وہ ہانپنے لگی- کولکا ہنس پڑا...

اس نے تھیلا کھولا اور وارنش کئے ہوئے، چمکدار مصنو
پیر کو نکال‌کر فرش پر رکھ دیا-

"یہ لیجئے- یہ رہا پیر!"

مصنوعی پیر کا ہر ایک نے بڑی دلچسپی سے جائزہ لی
کولکا الگ تھلگ کھڑا مسکراتا رہا: وہ اس پیر کو گھر لوٹ
وقت راستے میں اچھی طرح دیکھ چکا تھا-

"افوہ! کتنا چمکدار ہے..." اس کی ماں نے کہا-

اس کے باپ نے اسے اٹھاکر ایک مستری کی نگاہ سے ا
کے ایک ایک حصے کا جائزہ لیا-

"اس کی بناوٹ بہت اچھی ہے" اس نے رائے ظاہر کی
"یہ بوڑھے کوزما کے لکڑی کے موٹے اور بھدے پیر جیسا نہیں-

مصنوعی پیر سب کو پسند آیا، خود کولکا کی طرح
شخص کو یقین تھا کہ اتنے اچھے پیر سے تو کوئی احمق بھ
چل سکتا تھا- اس کی تیاری میں بہت زیادہ تکنیکی مہارت
کام لیا گیا تھا- یہ بہت ہی مضبوط تھا، اس کی ساخت بھ
اچھی تھی اور اپنی وارنش، پیچوں اور بندوں کے ساتھ بے
چمکدار تھا-

"اسے استعمال کب سے کروگے؟" اس کے باپ
مصنوعی پیر کو ایک ہاتھ میں اٹھاکر وزن کا اندازہ لگا
ہوئے پوچھا-

"جیسے ہی پیر کا زخم پوری طرح اچھا ہو جائے گا- اسپت
میں مجھ سے کہا گیا ہے کہ عجلت سے کام نہ لوں-"

یہ ایک تاریک رات تھی- صرف موسم گرما کے بجلی کے وندے کسی کسی وقت دوری پر لپک جاتے تھے-

کولکا سونے کے لئے عام وقت سے بہت پہلے ہی اپنے شیڈ یں آ گیا اور بستر پر لیٹ کر انتظار کرنے لگا- دھیرے دھیرے مام آوازیں ڈوب گئیں اور گاؤں میں سناٹا چھا گیا-

اس نے مزید کچھ دیر تک انتظار کیا، پھر لیمپ روشن کرکے صنوعی پیر کے پٹے باندھنے لگا- اس کام سے فرصت پاکر اس ے سگریٹ سلگائی اور بیٹھے بیٹھے کش لیتے ہوئے اپنے نئے پیر و دیکھتا رہا-

"کتنا اچھا پیر ہے یہ!" اور وہ مسکرانے لگا-

اس نے سگریٹ کے بچے ہوئے ٹرے کو احتیاط کے ساتھ پھینک دیا اور کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اچانک ایک سمت کو کچھ اتنی شدت سے لڑکھڑایا جیسے کہ نشے میں دھت ہو- اس نے پلنگ پکڑ لیا اور تب کہیں جاکر اپنا توازن برقرار رکھ سکا- اس نے اپنا اچھا والا پیر ایک قدم آگے بڑھایا لیکن بائیں پیر نے جس میں مصنوعی عضو بندھا ہوا تھا، حرکت نہ کی- اسے لگا کہ وہ گرنے ہی والا ہے اور اس نے ایک بار پھر پلنگ کا سہارا لیا- آخر پلنگ کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے اس نے کسی نہ کسی طرح اپنے بائیں پیر کو آگے بڑھایا- اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا-

"کوئی فکر کی بات نہیں- مجھے اس پر کچھ محنت کرنی ہوگی" اس نے اپنے آپ سے کہا-

اس نے ایک بار پھر کوشش کی لیکن بائیں پیر نے ذرا بھی حرکت نہ کی- تب اس نے اپنے دائیں پیر سے ایک لمبا قدم اٹھایا اور بائیں پیر کو آگے بڑھانے کی کوشش میں اپنے پورے جسم کو آگے کی طرف بڑھایا- وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا اور دیر تک پڑا رہا، انگلیوں سے مٹی کے فرش کو کریدتا رہا- بایاں پیر بالکل غیرمتحرک تھا- اسے نصف قدم تک بھی حرکت نہیں دی جا سکتی تھی-

"اچھی بات ہے- کاہل شیطان کہیں کے- بات صرف اتنی ہے کہ میں تمہیں استعمال کرنے کا عادی نہیں" ہاتھوں اور

گھٹنے کی مدد سے وہ بہ‌دقت تمام کھڑا ہو گیا اور ایک بار پھ
کوشش کی- پھر کوشش کی لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا-
کولکا تھک گیا-

"اب سگریٹ پینے کی ضرورت ہے" اس نے بڑی تلخی ک
ساتھ بلند آواز سے کہا- اسے اب کامیابی کی کوئی امید نہ تھ
لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ڈر رہا تھا- وہ ناکامی ک
اعتراف کر ہی نہیں سکتا تھا! اس کا تو تصور بھی نہیں ک
جا سکتا تھا!

اس نے ایک سگریٹ پی اور ایک بار پھر اپنے مصنوعی
پیر سے چلنے کی نہایت ہی اضطراری اور ہیجانی کیفیت ک
ساتھ کوششیں کیں- یہ کوششیں بھی بےسود ثابت ہوئیں
بالکل لاحاصل-

کولکا شدید غصے کی حالت میں گالیاں بکنے لگا اور بستر
پر لیٹ گیا- اس کی نگاہ پلنگ سے اوپر دیوار سے لٹکی ہوئی
بندوق پر پڑی... اس نے خود کو کھڑا کیا اور ایک بار پھ
بائیں پیر کو حرکت دینے کی کوشش کی-

"تجھے چلنا پڑےگا، کتا کہیں کا- اب چل بھی... چل نا
کاہل کتا کہیں کا!" وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑایا-

اس وقت تک ٹھنٹھ مصنوعی پیر کی رگڑ سے بری طرح چھل
چکا تھا اور اس میں ایسی جلن پیدا ہو گئی تھی جیسے یہ کوئی
بہت بڑا زخم ہو- کولکا نے پٹے کھول کر مصنوعی پیر کو الگ
کر دیا اور گرم گوشت کو ہوا دینے لگا- پھر درد جھیلتے ہوئے
اس نے دوبارہ پٹے باندھ لئے-

"اچھا تو اب؟.. چل بھی!.. ایک بار پھر؟ نہیں!"
اب اجالا ہو رہا تھا-

"سور" کولکا نے کہا اور بستر پر لیٹ گیا- اس نے آنکھیں
بند کر لیں تاکہ کچھ دیکھ نہ سکے- ایک چکنا، بھیانک چہرہ
جس کے ہونٹوں پر حقارت کا تبسم چھایا ہوا تھا اس کے اوپر
منڈلانے لگا- کولکا نے آنکھیں کھول دیں... "سڑا ہوا سور
کہیں کا" اس نے دھیرے دھیرے دوہرایا اور دیوار پر سے
بندوق اتار لی...

اس کے باپ کو سانحے کی اطلاع دوسرے دن شام کو ہوئی (وہ کچھ فالتو پرزوں کے سلسلے میں علاقے کے مرکز کو گیا ہوا تھا) – واپسی پر وہ گھوڑا گاڑی پر گھر کے قریب پہنچا اور لوگوں نے اسے اس واقعے کے بارے میں بتایا تو اس نے فوراً ہی اپنے گھوڑے کا رخ موڑ دیا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا ہسپتال روانہ ہو گیا–

"آپ اس وقت اس کے پاس نہ جائیں تو اچھا ہوگا" ڈاکٹر نے صورتحال کی وضاحت کی– "اس وقت تو وہ..."

اندرئی نے ڈاکٹر کو ایک طرف ڈھکیل دیا اور تیزی سے وارڈ میں داخل ہو گیا–

کولکا پٹیوں میں لپٹا لپٹایا پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا... وہ اتنا زرد ہو چکا تھا کہ دیکھنے میں کوئی اجنبی لگتا تھا– اس کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی تھی– وارڈ میں آیوڈین کی بدبو پھیلی ہوئی تھی–

اس کے باپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے بیٹے کی موت کے خوف سے اسے ٹھنڈا پسینہ چھوٹنے لگا–

"تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا– میں سیدھا نشانہ لگا دیتا... تم تو خود بھی... شکار کھیلنے جاتے رہے ہو–" یہ کہتے ہوئے اندرئی کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا– اس نے پیشانی سے پسینہ پونچھا اور پلنگ کے قریب اسٹول پر بیٹھ گیا–

کولکا نے پہلو کی طرف سے اسے دیکھا... اس کے لبوں نے جنبش کی...

"زیادہ درد ہو رہا ہے؟"

کولکا نے آنکھیں بند کر لیں: ہاں، درد زیادہ تھا–

"اوہ!.." اس کا باپ کھڑا ہوا اور وارڈ سے باہر نکل گیا–

"دیکھئے اس وقت صورتحال یہ ہے– سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ زندہ رہنے کے لئے وہ خود کتنا زیادہ خواہاں ہے– آپ سمجھ رہے ہیں نا؟ خود نظام جسم کو چاہئے کہ وہ..."

باپ نے جو صدمے سے پاگل ہوا جا رہا تھا ڈاکٹر کو اس کے کوٹ کے کالروں سے پکڑ کر بھینچ لیا:

"تو آخر تم یہاں کس کام کے لئے ہو؟ نظام جسم!..
"آپ کو اس طرح کی حرکت نہ کرنی چاہئے- مجھ
چھوڑئے- ہمارے بس میں جو کچھ بھی ہے ہم کریں گے-"
اندرئی نے ڈاکٹر کو چھوڑ دیا- وہ وارڈ کو واپس جا
ہی والا تھا لیکن دروازے پر ٹھہر گیا- لمحہ بھر تک چپ چا
کھڑا رہا اور پھر اسپتال سے چلا آیا- کافی دور تک چلنے ک
بعد اسے یاد آیا کہ وہ تو گھوڑا گاڑی پر اسپتال آیا تھا- واپس
لوٹ کر وہ گاڑی پر چڑھ گیا اور گھوڑے پر کوڑا جمایا...
کولکا کی ماں بستر پر پڑی تھی- صدمے نے اسے علیل ک
دیا تھا-
"کیا حالت ہے اس کی؟" شوہر گھر کے اندر داخل ہو
تو اس نے نحیف آواز سے دریافت کیا-
"وہ مر گیا تو تم پر آفت نازل ہوگی- میں تمہاری جان ل
لوں گا- کلہاڑی اٹھا کے تمہیں قتل کردوں گا" اندرئی مایوسی
اور پریشانی کے باعث زرد پڑ گیا تھا اور اس پر جنونی کیفیت
طاری تھی- اس کی بیوی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی-
"اوہ میرے خدا، جنت کے خدا..."
"جنت کے خدا... تم اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے
ہو!.. تم تو میرے لئے تندرست بیٹا بھی نہ پیدا کر سکیں جس
کے دونوں پیر ہوتے! میں تمہارے اس دیوتا کی گردن مرو
دوں گا- یہ لو، ابھی!" اندرئی نے مقدس نکولاس کی تصویر کو
اس کی جگہ سے پھاڑ کر نکالا اور فرش پر پھینک دیا- "اب
وہ ٹھیک ہے سڑا ہوا حرامی کہیں کا!"
"پیارے اندرئی! اوہ میرے خدا... اس نے گلاشکا کی وجہ
سے یہ قدم اٹھایا- وہ اس ناگن کی محبت میں مبتلا ہو گیا
تھا... اس کے دماغ میں جب تک یہ کیڑا نہیں سمایا تھا تب
تک وہ کتنا اچھا لڑکا تھا-"
اندرئی چند لمحوں تک اپنی بیوی کو بےحسی سے
گھورتا رہا-
"کون گلاشکا؟"
"گلاشکا! یہاں پاس پڑوس میں ایک ہی تو گلاشکا ہے-"

اندرئی مڑکر گلاشکا کے گھر کی طرف بھاگا۔
"چچا اندرئی، اوہ... لیکن اس نے یہ کیا کیسے؟ محض میری وجہ سے؟ اب ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں؟"
"اس کی حالت سنبھل سکتی ہے..." اندرئی نے اپنے گال پر ہاتھ پھیرا۔ "اس کی حالت سنبھل سکتی ہے اگر کوئی اس سے کہے... اگر تم اس سے کہو کہ وہ جیسا بھی ہے تم اس سے شادی کر لوگی - تم اس سے یہ بات کہہ دو، چاہے جھوٹ ہی کیوں نہ ہو؟"
گلاشکا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
"یہ بات تو میں نہیں کہہ سکتی - مجھے اس کی حالت پر افسوس ہے۔ واقعی بےحد افسوس لیکن میں تو کسی دوسرے سے وعدہ کر چکی ہوں۔"
اندرئی اٹھ کھڑا ہوا۔
"اچھا، کم‌ازکم اپنا یہ رونا دھونا تو بند ہی کر دو۔ آخر یہ تم سب نے کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر رونا چیخنا شروع کر دیتی ہو؟ کسی سے کہنا نہیں کہ میں یہاں آیا تھا" اور وہ اسپتال روانہ ہو گیا۔

کولکا اب بھی اسی حالت میں لیٹا، چھت کو گھور رہا تھا۔ اس کے بازو بغل میں سیدھے سیدھے پھیلے تھے۔
"میں ابھی گھر گیا تھا..." اندرئی نے اپنا کھردرا ہاتھ محرابی شکل میں تنے ہوئے گھٹنے پر پھیرا اور لانگ بوٹ کا اوپری حصہ سیدھا کیا۔ "گھر جاتے ہوئے میں گلاشکا کے یہاں بھی گیا تھا..."
کولکا نے باپ کو حیرت سے دیکھا۔
"وہ تمہارے لئے رو رہی ہے۔ کہتی ہے: "وہ اتنا احمق کیسے ہو گیا! اس نے کبھی مجھ سے کہا کیوں نہیں، میں اس سے خوشی خوشی شادی کر لیتی..."
کولکا کے رخساروں پر ہلکی سی سرخی چھا گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور انہیں بند کئے رہا۔
اس کا باپ بیٹھا انتظار کرتا رہا، انتظار کرتا رہا... اس

کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا بیٹا کچھ سننا کیوں نہیں چاہتا۔

"میرے بیٹے" اس نے دھیمے سے کہا۔

"مت کہئے" کولکا کے ہونٹوں سے بمشکل آواز نکلی۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ "جھوٹی باتیں مت کہئے، ابا.. جو کچھ ہو چکا ہے اسی پر میں بےحد شرمندہ ہوں۔"

اندرئی اٹھا اور وارڈ سے چلا آیا۔ اداسی سے اس کے شانے نڈھال اور جھکے ہوئے تھے۔

گیٹ سے ابھی وہ کچھ ہی دور تک آگے گیا تھا کہ اس کی ملاقات گلاشکا سے ہوئی۔ وہ اسپتال کی سمت دوڑتی چلی رہی تھی۔

"میں اس سے کہہ دوں گی، چچا اندرئی... اگر اس طرح اس کی طبعیت سنبھل سکتی ہے تو کہہ دوں گی۔ میں کہوں گی کہ شادی کو راضی ہوں۔ کسی طرح اس کی طبعیت تو سنبھلے۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں" اندرئی نے کہا اور اپنے لانگ بوٹوں کو تلخی کے ساتھ گھورنے لگا۔ "یہ کہے بغیر ہی اس کی طبعیت سنبھل جائے گی۔ جھوٹ بول کر ہم اس کی حالت کچھ اور خراب کر دیں گے۔"

کولکا کی جان بچ گئی۔

دو ہفتے کے اندر ہی وہ پلنگ پر بیٹھا اسپتال کی ایک چھٹی سے اس گھڑی کی چھان‌بین کر رہا تھا جو اس کے ایک پڑوسی نے اسے دیکھنے کے لئے دی تھی۔

چمکیلی دھوپ کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھی اور باہر اگست کی دوپہر پر زندگی کی خاموش اور پرسکون موسیقی نے جادو سا کر رکھا تھا۔ ہوا میں باغ کی پودینے کی قسم کی پتیوں اور دھوپ سے تپتی، رنگی ہوئی آہنی چھت کی مہک بسی ہوئی تھی۔ اسپتال کے احاطے میں گرمی سے پریشان ایک مرغ بار بار بانگ دے رہا تھا۔

"یہ مرغ بلاسبب تھوڑی یہ ساری چیخ پکار مچائے ہوئے

ے" کسی نے کہا- "دراصل ایک مرغی نے اس غریب کو چوٹ
ے دی ہے- میں نے خود دیکھا ہے، ایک لال رنگ کے مرغ نے
کو اس مرغی کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور ساتھ لے کے
چلتا بنا-"

"اس موقعے پر یہ مرغ کیا سوچ رہا تھا؟"

"وہ...؟ وہ بیچارا تو پڑوس والے گھر کے باغ میں کسی
ام سے گیا ہوا تھا-"

کولکا تکیے میں سر گڑاتے ہوئے دھیمے سے ہنس پڑا-

کوئی پوچھتا کہ آخر یہ سب ہوا کیسے تھا تو کولکا کا
چہرہ شرم سے سرخ پڑ جاتا-

"یہ ایک ناگہانی واقعہ تھا" وہ دھیرے سے جواب دیتا
اور اپنی نظریں گھڑی پر جما دیتا-

اس کا باپ ہر روز اسے دیکھنے آتا تھا... وہ کافی دیر تک
پلنگ کے قریب اسٹول پر بیٹھا اپنے بیٹے کو گھڑی کی مرمت
کرتے ہوئے دیکھتا رہتا-

"گھر کے حالات کیسے ہیں؟" کولکا نے پوچھا-

"تقریباً معمول کے مطابق ہی ہیں- سنو تم یہ چھوٹا پہیا
کہیں کھو دوگے..."

باپ نے بہت ہی چھوٹا سا پہیا کمبل کی تہوں سے ڈھونڈھ
کر نکالا اور اسے بیٹے کے حوالے کر دیا-

"اسے پنڈولم کہتے ہیں-"

"کتنا چھوٹا سا ہے! اتنے چھوٹے پرزے جانے کیسے بنائے
جاتے ہیں!"

"فیکٹری میں لوگ سب کچھ کر سکتے ہیں-"

"میری تو زندگی خطرے میں ہو تب بھی ایسا کوئی پرزہ
نہ بنا سکوں-"

کولکا مسکرایا-

"آپ نہیں بنا سکتے لیکن فیکٹری کے لوگ بنا سکتے ہیں-"

اندرئی بھی مسکرایا اور اپنے گھٹنے کو اس انداز سے
تھپتھپایا جیسے وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا ہو-

"جی ہاں، فیکٹری میں لوگ ضرور بنا سکتے ہیں..."

میں ایسا کیوں ہوں؟

اس کی بیوی اسے "چودیک" کہا کرتی تھی اور کبھی کبھی محبت کے ساتھ بھی اسے اسی نام سے پکارتی تھی۔

چودیک میں ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی واقعے سے دوچار ہوتا رہتا تھا۔ وہ کب چاہتا تھا کہ یہ واقعات پیش آئیں۔ اسے تو ان واقعات کے نتیجے میں مشکلات اور تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مگر وہ کرتا بھی تو کیا۔ الجھنیں پیدا ہی ہوتی رہتی تھیں۔ یہ باتیں چھوٹی اور معمولی نوعیت کی ہوتیں، پھر بھی اسے پریشان کر دیتی تھیں۔

اس کے محض ایک ہی سفر کے واقعات کو لے لیجئے۔

ایک موسم گرما میں اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی تعطیل اپنے بھائی کے یہاں گزارےگا جو یورال علاقے میں رہتا تھا۔ دونوں نے تقریباً بارہ سال سے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ فیصلے کے بعد اس نے سامان باندھنا شروع کر دیا۔

"مچھلی کا وہ چارا* کہاں ہے؟" چودیک نے اسٹور روم سے چیختے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم" اس کی بیوی نے جواب دیا۔

---

*دھات کا چمکیلا اور گھومتا ہوا پرزہ جو مچھلی پکڑنے میں چارے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ مترجم

"ذرا دیر پہلے سب کے سب یہاں رکھے تھے!" چودیک نے
اپنی گول سفید آنکھوں سے جو کچھ نیلاہٹ لئے ہوئے تھیں
بیوی کو ذرا برہمی کے انداز سے دیکھنے کی کوشش کی-
"اب وہی ایک غائب ہے-"
"دیکھنے میں کس طرح کا ہے؟"
"یہ پائیک مچھلی کے لئے ہے-"
"میں نے غلطی سے اسے تل ڈالا ہوگا-"
چودیک نے ذرا دیر تک کچھ نہ کہا-
"تمہیں لگا کیسا؟"
"کیا؟"
"اس کا ذائقہ عمدہ تھا نا؟ ہا، ہا،ہا!" اسے ہنسی مذاق
کے معاملے میں کوئی خاص دخل نہ تھا- ویسے ظریف الطبع
ہونے کو اس کا جی بہت چاہتا رہتا تھا- "منہ میں کوئی دانت
بچا کہ نہیں؟ یہ ڈورالومین کا بنا ہوا ہے!.."

...سفر کی تیاری میں بہت زیادہ وقت لگا اور اس کا
سلسلہ آدھی رات تک جاری رہا-
لیکن اگلی صبح کو بہت سویرے ہی چودیک ہاتھ میں
سوٹ کیس سنبھالے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا گاؤں سے گزر
رہا تھا-
"یورال علاقے کو جا رہا ہوں! یورال کو!" اس نے ا
لوگوں کو بتایا جو پوچھتے تھے کہ وہ کہاں جا رہا ہے- یہ
جواب دیتے وقت اس کے گول مٹول بھرے بھرے چہرے او
گول گول آنکھوں سے طویل مسافتوں کے سلسلے میں بڑ
بےفکری کا رویہ جھلکتا تھا جیسے کہ اسے لمبے سفر کے تصو
سے ذرا بھی تشویش نہ ہو- "یورال علاقے کو جا رہا ہوں
کبھی کبھی گھر سے نکل‌کر کچھ گھومنا پھرنا بھی تو چاہئے-"
یورال علاقے سے ابھی وہ بہت زیادہ فاصلے پر تھا- اسے
بہت ہی طویل راستہ طے کرنا تھا-
وہ بخریت شہر پہنچ گیا جہاں اسے ٹکٹ خریدنا اور ٹرین
پر سوار ہونا تھا-

ٹرین کی روانگی میں ابھی دیر تھی- اس کے پاس کافی
قت تھا اس لئے اس نے اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے لئے
ند تحائف خریدنے کا فیصلہ کیا مثلاً مٹھائیاں، ادرک پڑی ہوئی
یٹھی ٹکیاں وغیرہ... وہ غذائی اشیا کی ایک دکان میں
اخل ہوکر قطار میں لگ گیا- اس کے سامنے ایک آدمی ملائم
لٹ ہیٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا اور ہیٹ‌والے اس آدمی کے آگے
یک موٹی تازی عورت کھڑی تھی جس نے ڈھیروں لپ‌اسٹک
ھوپ رکھی تھی- عورت اس آدمی سے بڑی تیزی اور جوش کے
ساتھ نیم‌سرگوشی کے انداز میں باتیں کر رہی تھی-

"ذرا سوچو نا کتنی بدتمیزی اور بےشعوری کی بات ہے! میں جانتی ہوں کہ اسے شاید شریانوں میں سختی پیدا ہو جانے کی شکایت ہو گئی تھی- مگر کسی نے کبھی بھی نہیں کہا کہ اسے سبکدوش ہو جانا چاہئے- لیکن اب اس نئے آدمی نے آتے ہی—اسے انچارج ہوئے ابھی پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس نے کہا: "الیکساندر سیمیونچ، کیا تم نہیں سمجھتے کہ اب تمہیں سبکدوش ہو جانا چاہئے؟ کتنا ڈھیٹ ہے یہ آدمی!"

ہیٹ‌والے آدمی نے مطلوبہ جواب دیا:

"ہاں، آج‌کل لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں- اس کی شریانیں پہلے کی جتنی اچھی نہیں رہیں تو آخر اس سے فرق کیا پڑتا ہے- سومباتیچ کے بارے میں کیا کہوگی؟ وہ تو ہمیشہ اپنے مکالمے بھولتا رہتا ہے اور وہ عورت، کیا نام ہے اس کا؟.."

چودیک شہر میں رہنےوالے تمام افراد کی بڑی عزت کرتا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ تقریباً تمام افراد کی بڑی عزت کرتا تھا- کیونکہ وہ ہلڑ ہنگامہ کرنےوالوں اور دکانوں کے ملازمین کی جن سے اسے کچھ خوف محسوس ہوتا تھا عزت نہیں کرتا تھا-

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے کچھ مٹھائیاں، ادرک پڑی ہوئی میٹھی ٹکیاں اور چاکلیٹ کی تین ٹکیاں خریدیں- اس کے بعد قطار سے ایک طرف ہٹ گیا تاکہ ان سب چیزوں کو اپنے سوٹ‌کیس میں رکھ سکے- اس نے فرش پر اپنا سوٹ کیس کھولا

اور ایک بار کاؤنٹر کی طرف دیکھا- قطار میں کھڑے ہوئے افراد کے پیروں کے درمیاں پچاس روبل کا ایک نوٹ پڑا ہو تھا- سبز رنگ کا نوٹ جسے ہر شخص نظرانداز کئے ہوئے تھا چودیک خوشی سے کانپنے لگا اور اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اس نے بڑی عجلت میں تاکہ کوئی دوسرا پہل نہ کر دے، ذہن پر زور ڈالا اور سوچا کہ قطار میں کھڑے ہوئے لوگوں کو نوٹ کے بارے میں بتانے کا سب سے زیادہ پرمذاق اور دلچسپ طریقہ کیا ہو سکتا ہے-

"بھئی، آپ لوگ بھی بس کمال ہی کر رہے ہیں!" اس نے بلند اور پرمسرت آواز سے کہا-

تمام نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں-

"ہماری طرف کے لوگ تو اس طرح رقم نہیں پھینکا کرتے-"

نوٹ کی موجودگی کے انکشاف سے لوگوں میں ایک طرح کی سنسنی سی پھیل گئی- یہ کوئی تین روبل یا پانچ روبل کا معاملہ تو تھا نہیں- یہ تو پچاس روبل تھے، پورے پندرہ دنوں کے کام کی اجرت- اور نوٹ کا کوئی مالک نہیں تھا-

چودیک نے سوچا کہ شاید یہ نوٹ اس آدمی کا ہو جو ہیٹ پہنے ہوئے تھا-

اس نے نوٹ کو کاؤنٹر پر نمایاں طور سے رکھ دینے کا فیصلہ کیا-

"ابھی کوئی بھاگا ہوا آئےگا اور نوٹ کی ملکیت کا دعوا کرےگا" سامان فروخت کرنےوالی لڑکی نے خیال ظاہر کیا-

چودیک بڑی خوشگوار ذہنی کیفیت کے ساتھ دکان سے باہر نکلا- وہ بار بار سوچ رہا تھا کہ اس معاملے سے نپٹنے میں اس نے بڑی ذہانت دکھائی- "ہماری طرف کے لوگ تو اس طرح رقم نہیں پھینکا کرتے! بڑے اچھے انداز سے میں نے یہ بات کہی تھی نا؟" لیکن اتنے ہی میں بالکل اچانک اس کے ٹھنڈا پسینہ چھوٹنے لگا- اس نے گاؤں میں سیونگ بینک سے جو رقم نکالی تھی وہ دو نوٹوں پر مشتمل تھی: ایک تو پچاس روبل کا نوٹ تھا اور دوسرا پچیس روبل کا- پچیس روبل‌والا نوٹ تو اس

ے صبح کو بھنا لیا تھا، پچاس روبل‌والا نوٹ اس کی جیب میں
ونا چاھئے- اس نے جیب میں اسے ٹٹولا مگر کہیں پتہ نہ چلا-
سب جیبیں کھنگال ڈالیں لیکن نوٹ غائب تھا-

"ارے، وہ تو میرا نوٹ تھا!" اس نے تقریباً چیختے ہوئے
ہا- "وہ تو خود میری اپنی رقم تھی!"

صدمے سے اس کا دل تڑپ اٹھا- پہلے تو اس کا جی چاھا
ہ وہ لوٹ جائے اور کہے: "شہریو، یہ میرا نوٹ ھے- میں نے
ج ھی سیونگ بینک سے رقم نکالی تھی: ایک پچیس روبل کا
وٹ اور دوسرا پچاس روبل کا- پچیس روبل‌والا نوٹ میں نے
بھی بھنایا ھے اور دوسرا نوٹ لاپتہ ھے" لیکن بعد میں اس نے
سوچا کہ اس کے اس انکشاف سے لوگوں کو بہت حیرت ھوگی
ور بہت سے لوگ خیال کریں گے کہ نوٹ کا اصلی مالک اسے
ینے نہیں آیا- اس لئے اب وہ اسے ھتھیانا چاھتا ھے- نہیں،
ہ خود کو کاغذ کے اس سڑے ھوئے ٹکڑے کا دعویدار ھونے پر
مجبور نہیں کر سکتا- اور پھر یہ بھی تو ممکن ھے کہ لوگ اسے
نوٹ واپس کرنے سے انکار کر دیں-

"آخر میں ایسا کیوں ھوں؟" چودیک نے بلند آواز میں
اپنے آپ سے سوال کیا- "اب میں کیا کروں؟"

اسے گھر واپس جانا ھوگا، اس نے سوچا-

بینک سے نکالے ھوئے اس نوٹ کی محض دور سے ایک
جھلک دیکھنے کے لئے وہ دوبارہ دکان تک گیا لیکن دروازے ھی
پر کھڑا رہ گیا، اندر داخل ھونے کی ھمت نہ پڑی- اس نے
سوچا کہ نوٹ کو دیکھ کر اسے بےحد تکلیف ھوگی اور ھو سکتا
ھے کہ اس کا دل اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے-

گھر لوٹتے ھوئے بس میں وہ بڑی نرمی کے ساتھ دل ھی دل
میں گالیاں دوھراتا رھا- دراصل وہ اپنی بیوی سے ھونےوالے
جھگڑے کے لئے اپنے اندر قوت پیدا کر رھا تھا-

ان لوگوں نے اپنی بچت کی رقم سے مزید پچاس روبل
نکالے-

چودیک خود اپنے احساس‌کمتری سے جس کی اس کی بیوی
نے ایک بار پھر وضاحت کر دی تھی، کچلا اور دبا ھوا آخرکار

ٹرین پر سوار ہو گیا لیکن اس کی یہ افسردگی اور بےدا
دھیرے دھیرے ختم ہو گئی- ٹرین شور مچاتی ہوئی آگے بڑھتی
رہی- درخت، جنگل اور گاؤں تیزی سے نگاہوں کے سامنے آتے
اور گزرتے رہے... طرح طرح کے لوگ ٹرین پر سوار ہوتے
اور اترتے رہے اور لوگوں نے ایک دوسرے کو طرح
طرح کے قصے سنائے... چودیک نے بھی ایک قصہ، چہرے
سے دانش‌ور دکھائی دینےوالے ایک کامریڈ کو سنایا۔
وہ لوگ ٹرین کے گلیارے کے سرے پر کھڑے سگریٹ پی
رہے تھے-

"اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہمارے گاؤں کے نزدیک
واقع ایک گاؤں میں پیش آیا... ایک بےوقوف شخص نے جلتی
ہوئی لکڑی کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا اور اسے لےکر اپنی ماں کا
تعاقب شروع کر دیا- دراصل وہ نشے میں دھت تھا- وہ بیچاری
اس سے بچنے کے لئے بھاگ رہی تھی اور چلا چلا کر کہتی جاتی
تھی: "اپنے ہاتھوں کا خیال رکھنا! کہیں اپنے ہاتھوں کو نہ
جلا لینا، بیٹے!" اس حالت میں بھی وہ بیچاری اس کے بارے
میں سوچ رہی تھی... اور وہ تھا کہ برابر ماں کا پیچھا کئے
جا رہا تھا- شرابی کہیں کا- خود اپنی ماں کے پیچھے پڑ گیا
تھا! ذرا سوچو نا، کتنی بدتمیزی اور بےشعوری کی بات
تھی..."

"تم نے یہ قصہ خود ہی گڑھا ہے نا؟" چہرے سے دانش‌ور
دکھائی دینےوالے کامریڈ نے اپنی عینک کے اوپر سے چودیک
کو دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں دریافت کیا-

"میں نے خود گڑھا ہے؟ کیوں؟ ارے صاحب، یہ واقعہ
ریمنسکوئی میں پیش آیا تھا جو ہمارے گاؤں کے پاس، دریا کے
ٹھیک اس پار واقع ہے-"

دانش‌ور کامریڈ نے اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا اور
مزید بات‌چیت نہ کی-

ٹرین کا سفر تو ختم ہو گیا لیکن ابھی چودیک کو مقامی
طیارے میں ڈیڑھ گھنٹے تک پرواز کرنی تھی- اپنی زندگی میں
اس نے صرف ایک بار اور پرواز کی تھی لیکن یہ کافی عرصہ

پہلے کی بات تھی- وہ طیارے پر کچھ خوف اور تشویش کے ساتھ سوار ہو گیا اور سوچا کہ اس ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اس میں ضرور کوئی نہ کوئی گڑبڑی پیدا ہوگی- اس نے اپنے پڑوسی سے بات‌چیت شروع کرنے کی بھی کوشش کی لیکن اس کا پڑوسی اخبار پڑھ رہا تھا اور اخبار اس کے نزدیک کچھ اتنا دلچسپ تھا کہ وہ کسی آدمی کی بات سننے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا تھا- دراصل چودیک جس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا وہ یہ تھی: اس نے سن رکھا تھا کہ ہوائی جہاز کے سفر میں مسافروں کو کھانا کھلایا جاتا ہے مگر جانے کیوں کوئی شخص کچھ کھانے کو نہیں لا رہا تھا- اس کا فضا میں کھانا کھانے کو بہت جی چاہ رہا تھا- یونہی بس جذبۂ تجسس کی تسکین کے لئے-

"مسافروں کو کھانا کھلانے کی سہولت ختم کر دی گئی ہوگی" اس نے فیصلہ کیا-

چودیک نے نیچے پہاڑوں کے جیسے بادلوں کے سلسلے کو دیکھا لیکن فیصلہ نہ کر پایا کہ یہ منظر خوبصورت ہے کہ نہیں- اس کے چاروں طرف لوگ حیرت کے ساتھ کہہ رہے تھے: "اخاہ! کتنا خوبصورت ہے!" لیکن جہاں تک چودیک کا تعلق تھا اس کے دل میں اس مضحکہ‌خیز خواہش کے سوا اور کوئی جذبہ نہ تھا کہ وہ ان بادلوں پر اچھلے کودے جیسے کہ یہ روئی کے گالے ہوں- وہ دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ آخر اس منظر کو دیکھ کر مجھے حیرت کیوں نہیں ہو رہی ہے- میرے نیچے پانچ کلومیٹر اونچی خلا ہے- اس نے اپنے ذہن کی آنکھوں سے زمین پر پانچ کلومیٹر کی لمبائی ناپی- اس کے بعد خود کو حیرت میں ڈالنے کے لئے اس لمبائی کو کھڑا کیا- پھر بھی اسے حیرت نہ ہوئی-

"آدمی بھی کیسی کیسی چیزیں ایجاد کرتا ہے!" اس نے اپنے پڑوسی سے کہا-

پڑوسی نے اس کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں اور اخبار الٹ پلٹ کر آواز پیدا کرتا رہا-

"سب لوگ اپنی اپنی پیٹیاں باندھ لیں!" ایک خوبصورت

نوجوان عورت نے اعلان کیا- "ہم لوگ زمین پر اترنے ہی وا
ہیں-"

چودیک نے فرمانبرداری کے ساتھ اپنی سیٹ کی پیٹی باند
لی لیکن اس کے پڑوسی نے اس اعلان کی ذرا بھی پروا نہ کی
چودیک نے احتیاط سے کہنی مارتے ہوئے اسے اپنی طرف
متوجہ کیا:

"وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنی سیٹوں کی پیٹیا
باندھ لیں-"

"فکر نہ کرو". اس کے پڑوسی نے جواب دیا- اس نے اخبا
ایک طرف رکھ دیا، سیٹ پر پیچھے ٹیک لگا لی اور کچھ اس
انداز میں جیسے کوئی بات یاد کر رہا ہو کہا: "بچے زندگی ک
پھول ہیں- انہیں سر کے بل کھڑا کیا جانا چاہئے-"

"اس سے تمہارا آخر مطلب کیا ہے؟" چودیک نے پوچھا
اخبار پڑھنےوالا مسافر زور سے ہنس پڑا لیکن اس نے کچ
کہا نہیں-

طیارے کی بلندی میں بڑی تیزی سے کمی واقع ہوئی، جل
ہی زمین بہت قریب آ گئی اور پیچھے کی طرف بھاگتی ہوئی
معلوم ہوئی لیکن ابھی تک طیارے کے زمین چھونے کا دھچکا
نہیں محسوس ہوا تھا- جیسا کہ بعد میں زیادہ باخبر افرا
نے وضاحت کی، دراصل ہواباز طیارے کے اترنے کی پٹی سے آگے
نکل گیا تھا- آخرکار دھچکا لگا اور تمام مسافر بری طرح اچھلے
کہ ان کے دانتوں کے ٹکرانے اور کٹکٹانے کی آوازیں تک سنی
جا سکتی تھیں- اخبار پڑھنےوالا اپنی سیٹ پر اچانک تیزی
سے ایک جانب جھوک کھا گیا، اپنے گنجے سر سے پہلے چودیک
کو اور بعد میں بغلی کھڑکی کو ٹکر ماری اور پھر فرش پر
ڈھیر ہو گیا- اس ساری اچھل کود کے دوران اس کے منہ سے
ایک لفظ بھی نہ نکلا اور چودیک کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ
کسی اور نے بھی کچھ نہ کہا- وہ خود بھی خاموش رہا- طیارہ
رک گیا- سب سے پہلے جن مسافروں کے حواس بجا ہو گئے
انہوں نے کھڑکیوں سے باہر جھانک کر پتہ لگایا کہ طیارہ آلو
کے ایک کھیت میں اترا ہے- ہواباز جس کے چہرے پر ندامت

ور غصے کے جذبات چھائے ہوئے تھے، اپنے کیبن سے نکلا اور
ھر نکلنے کے دروازے کی طرف لمبے لمبے قدموں سے بڑھنے
گا- کسی نے اس سے بڑی احتیاط کے ساتھ پوچھا:
"ایسا لگتا ھے کہ طیارہ آلو کے کھیت میں اتر گیا ھے؟"
"تمہیں خود نہیں دکھائی دیتا کیا؟" ھواباز نے ترکی بہ
رکی جواب دیا-
اب جبکہ خوف کے جذبات ختم ھو چکے تھے نسبتاً زیادہ
وش و خرم رھنےوالے مسافروں نے ھنسی مذاق شروع کر دیا-
اخبار پڑھنےوالا گنجا مسافر اپنے مصنوعی دانتوں کے
یٹ کو تلاش کر رھا تھا... چودیک نے اپنی پیٹی کھول دی
ور خود بھی اس کے مصنوعی دانتوں کے سیٹ کو تلاش
رنے لگا-
"یہ تو نہیں ھے؟!" اس نے خوش و خرم لب و لہجہ میں
ہا اور مصنوعی دانتوں کا سیٹ اخبار پڑھنےوالے کے حوالے
ر دیا-
اس مسافر کے سر پر بالوں سے خالی جگہ تک سرخ
ڑ گئی-
"کیا تمہیں اسے اپنے ھاتھوں سے چھونا چاھئے!" اس نے
چیختے ھوئی کہا-
چودیک حیرت میں پڑ گیا-
"لیکن اور کس طرح اٹھاتا؟"
"اب میں اسے ابالوں گا کہاں؟ بتاؤ نا، کہاں؟"
چودیک اس سوال کا بھی جواب نہ دے سکا-
"میرے ساتھ آؤ" آخر اس نے تجویز پیش کی- "میرا بھائی
یہاں رھتا ھے- ھم اسے اس کے گھر میں ابال سکتے ھیں... کیا
تمہیں ڈر ھے کہ میں نے اس پر جراثیم بکھیر دئے ھوں گے؟
مجھ میں کسی طرح کے جراثیم نہیں پائے جاتے-"
اخبار پڑھنےوالے نے حیرت سے اسے گھورا اور چیخنا
چلانا بند کر دیا-
ھوائی اڈے پر چودیک نے بیوی کو بھیجنے کے لئے تار کا
مضمون تیار کیا:

"میں زمین پر اتر گیا- تمہارے سینے پر ارغوانی رن
کا ایک چشمہ پھوٹا- مجھے کبھی نہ بھولنا، میری پیاری گروشہ
واسیاتکا-"

تار بھیجنےوالی نے جو ایک سنجیدہ خوبصورت عورت تھی
تار کو پڑھا-

"بہتر ہوگا کہ اسے ذرا مختلف ڈھنگ سے لکھئے- آپ
اچھے خاصے آدمی ہیں، کوئی کنڈر گارٹن سے نکلے ہوئے بچ
تو ہیں نہیں" اس نے تجویز پیش کی-

"لیکن آخر کیوں؟" چودیک نے پوچھا- "میں تو اپنے
خطوط میں یونہی لکھتا ہوں- وہ میری بیوی ہے!.. شاید آپ نے
سوچا ہوگا کہ..."

"خط میں جو جی چاہے، لکھ سکتے ہیں لیکن تار تو ترسیل
کے لئے ہوتا ہے- یہ کھلی ہوئی تحریر ہوتی ہے-"

چودیک نے تار کو ازسرنو لکھا:

"زمین پر اتر گیا- سب خیریت ہے- واسیاتکا-"

تار بھیجنےوالی نے دو الفاظ خود درست کر دئے- "زمین
پر اتر گیا" کی جگہ اس نے "پہنچ گیا" اور واسیاتکا کی جگہ
"وسیلی" لکھ دیا-

"زمین پر اتر گیا... آخر آپ خود کو خلاباز سمجھتے
ہیں کیا؟"

"خیر، ٹھیک ہے" چودیک نے کہا- "جیسا آپ چاہتی ہیں
ویسا ہی کر دیجئے-"

چودیک جانتا تھا کہ اس کے ایک بھائی ہے دمیتری اور تین
بھتیجے... لیکن جانے کیسے وہ اس حقیقت کو بھول ہی گیا تھا
کہ اس کے بھائی کی کوئی بیوی بھی ہوگی جو رشتے میں اس
کی بھابھی ہوئی- اسے اس نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا اور
اسی بھابھی کی وجہ سے اس کی ساری تعطیل بےکیف ہوکر رہ
گئی- جانے کیوں وہ چودیک کو دیکھتے ہی ناپسند کرنے لگی-

اس روز شام کو دونوں بھائیوں نے کچھ شراب پی اور
چودیک نے لرزتی ہوئی آواز سے گیت چھیڑنے کے اپنے بہترین
انداز میں گانا شروع کر دیا:

پاپولر کا درخت، پاپولر کا درخت...

اس کی بھابی صوفیہ ایوانوونا نے دروازہ ذرا سا کھول کر سر اندر کیا اور بڑی بدمزاجی کے ساتھ پوچھا:

"آپ شور نہ مچائیں تو کیا آپ کو برا لگےگا؟ آپ اسٹیشن پر تو ھیں نہیں-" پھر اس نے دروازہ بند کر لیا-

اس کے بھائی دمیتری کو ندامت محسوس ھوئی-

"بات یہ ھے کہ بچے سو رھے ھیں نا- ویسے وہ بڑے اچھے مزاج کی ھے- واقعی-"

ان دونوں نے کچھ اور شراب پی اور اپنی کم‌سنی کے ایام کو، ماں‌باپ کو یاد کرنے لگے...

صبح کو چودیک کی آنکھ کھلی تو فلیٹ خالی تھا- اس کا بھائی کام پر جا چکا تھا، بھابی بھی اپنے کام پر چلی گئی تھی- دونوں بڑے بچے احاطے میں کھیل رھے تھے اور سب سے چھوٹے بچے کو نرسری اسکول پہنچا دیا گیا تھا-

چودیک نے بستر درست کیا، منھ ھاتھ دھویا اور سوچنے لگا کہ اپنی بھابی کو خوش کرنے کے لئے اسے کیا کرنا چاھئے- اس اثنا میں اس کی نگاہ بچوں کی ایک گاڑی پر پڑی اور اس نے طے کیا: "بس اسی میں اپنا کمال دکھاؤں‌گا- میں ان کی گاڑی رنگ دوں‌گا-" اپنے گھر میں اس نے آتشدان اتنے عمدہ ڈیزائن کے ساتھ رنگا تھا کہ ھر شخص نے تعریف کی تھی- اس نے بچوں کا رنگ کا بکس اور برش تلاش کیا اور اپنے کام میں جٹ گیا- ایک گھنٹے میں اسے فرصت مل گئی اور گاڑی دیکھنے میں کچھ اتنی بدل گئی کہ پہچانی نہیں جا سکتی تھی- اس کے اوپری حصے پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک چودیک نے پرواز کرتی ھوئی سارسوں کی تصویریں بنا دی تھیں- نچلے حصے پر طرح طرح کے پھول بنے تھے، کچھ گھاس، ایک مرغ مرغی اور ان کے بچے... اس نے بچوں کی اس گاڑی کا چاروں طرف سے جائزہ لیا اور سوچا کہ کتنے پیارے مناظر بنا دئے ھیں، بس دیکھنے سے تعلق رکھتے ھیں- اب یہ گاڑی کاھے کو رھی، یہ تو تصویر ھے، تصویر! اس نے اپنی بھابی کا تصور کیا، کتنی

خوش ہوگی وہ اسے دیکھ کر- اور چودیک دل ہی دل میں ہنس پڑا-

"اور تم لوگ دیہات کے رہنےوالوں کو گنوار کہتے ہو" وہ اپنی بھابی سے صلح کرنا چاہتا تھا- "چھوٹا بچہ اس گاڑی میں بیٹھےگا تو ایسا لگےگا کہ باسکٹ میں ایک پھول رکھا ہے-"

دن بھر چودیک شہر میں گھومتا رہا، دکانوں کی کھڑکیوں کو دیکھتا رہا- اس نے اپنے ایک بھتیجے کے لئے ایک موٹر بوٹ کھلونا خریدا، سفید رنگ کا، بہت ہی خوبصورت، اس میں چھوٹی سی سرچ لائیٹ بھی لگی ہوئی تھی- اس نے سوچا کہ وہ اسے بھی رنگ دےگا-

بھائی کے مکان پر وہ شام کو تقریباً ٦ بجے پہنچا- باہری دھلیز کے زینے طے کرتے ہوئے اسے بھائی کے اپنے بیوی سے جھگڑا کرنے کی آوازیں سنائی دیں- دراصل سارا ہلڑ ہنگامہ بیوی ہی کر رہی تھی- اس کا بھائی تو اسے سمجھانے بجھانے اور غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا-

"کون سی ایسی اہم بات ہو گئی!.. ہوگا اب جانے بھی دو، سونیا... فکر مت کرو..."

"اسے اس گھر سے کل تک بہرحال چلا جانا چاہئے!" صوفیہ ایوانوونا نے چیختے ہوئے کہا- "میں اس مسخرے کو اپنے یہاں اب ایک دن بھی نہ ٹھہرنے دوں گی!"

"اچھی بات ہے، بہت اچھا!.. سونیا..."

چودیک تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا... مگر سوال یہ تھا کہ وہ جاتا بھی تو کہاں جاتا- اسے ایک بار پھر تکلیف ہوئی- لوگ اس سے نفرت کرتے تھے تو ہمیشہ اسے بڑی تکلیف ہوتی تھی- وہ خوف‌زدہ بھی ہو جاتا تھا- ایسا لگتا تھا جیسے ہر چیز کا خاتمہ ہو گیا ہو- وہ سوچتا کہ ان حالات میں زندہ رہنے سے کیا حاصل؟ وہ چاہتا تھا کہ ان لوگوں سے جو اس سے نفرت کرتے تھے یا جو اس پر ہنستے تھے جتنی بھی دور ممکن ہو چلا جائے-

"آخر وہ کون سی بات ہے جس نے مجھ کو ایسا بنا دیا ہے" اس نے باغ میں شیڈ کے نیچے بیٹھے ہوئے بڑی تلخی سے

سرگوشی کے انداز میں اپنے آپ سے کہا- "مجھے اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ بھابی آرٹ کو نہ سمجھ سکےگی-"

اندھیرا ہونے تک وہ شیڈ کے نیچے بیٹھا رہا- اس کا دل اب بھی اسی درد سے تڑپ رہا تھا- آخر دمیتری شیڈ میں آیا اور اسے وہاں اپنے بھائی کو بیٹھے دیکھ کر ذرا بھی حیرت نہ ہوئی- ایسا لگتا تھا جیسے کہ اسے پہلے سے معلوم ہو-

"بات یہ ہے..." اس نے کہا- "اسے ایک بار پھر غصہ آ گیا ہے... وہ بچوں کی گاڑی ہے نا... تم نے جو کچھ کیا وہ نہ کرنا چاہئے تھا-"

"میں نے تو سوچا تھا کہ وہ پسند کرےگی- میں یہاں سے فوراً ہی چلا جاؤں گا، میرے بھائی-"

اس کے بھائی دمیتری نے ٹھنڈی سانس بھری- اور پھر کچھ بھی نہ کہا-

چودیک گھر واپس لوٹا تو بڑی لطیف، گرم بارش کا چھینٹا پڑ رہا تھا- وہ بس سے باہر نکلا، اپنے نئے جوتے اتار لئے اور گرم، گیلی زمین پر دوڑنے لگا- اس کے ایک ہاتھ میں سوٹ‌کیس تھا اور دوسرے میں جوتے- وہ اچھلتا کودتا، بلند آواز سے گاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا:

پاپولر کا درخت، پاپولر کا درخت...

نصف آسمان صاف اور نیلا ہو چکا تھا اور قریب ہی آفتاب منڈلا رہا تھا- بارش دھیمی ہو چلی تھی اور اس کے بڑے بڑے قطرے پانی کے چھوٹے چھوٹے گڈھوں میں گرتے تھے تو ان پر چھوٹے بڑے بلبلے ابھر آتے تھے-

چودیک پھسلا اور گرتے گرتے بچا-

...اس کا نام وسیلی ایگوریچ کنیازیف تھا- عمر انتالیس سال تھی- وہ گاؤں میں سینماپروجیکٹر چلاتا تھا- اسے سراغرسانوں اور کتوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا- بچپن میں وہ سراغرساں بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا-

زندگی میں ایک بار

وہ لوگ فالتو پرزے لینے کے لئے شہر
ے تھے... اس موقعے پر سرگئی دوخانین ایک دکان میں
ا جہاں اس نے عورتوں کے لانگ بوٹوں کا ایک نہایت ھی
اندار جوڑا دیکھا اور اپنے ذھنی سکون سے ھاتھ دھو بیٹھا:
بونکہ اچانک اس کے دل میں ان بوٹوں کو اپنی بیوی کے لئے
ریدنے کی خواھش کروٹیں لینے لگی- اس نے سوچا کہ زندگی
ں ایک ھی بار کیوں نہ سہی وہ اسے صحیح معنوں میں کوئی
مدہ چیز نذر کر سکتا ھے — کوئی ایسی چیز جو واقعی
ہت خوبصورت ھو اور یہ بوٹ موزوں‌ترین چیز ھیں...
س نے تو خوابوں میں بھی کبھی ایسے بوٹ نہ حاصل کئے
وں گے-

سرگئی کچھ دیر تک ان بوٹوں کو ستائش بھری نظروں
ے دیکھتا رھا، اس کے بعد دکان کے کاؤنٹر کا شیشہ
پنی انگلی کے ناخن سے کھٹکھٹایا اور خوش‌وخرم لہجے میں
ریافت کیا:

"آپ کو آنکھوں میں ان چکاچوند ڈالنےوالوں کی کیا
یمت ادا کی جائے؟"

"کون چکاچوند ڈالنےوالے؟" سامان فروخت کرنےوالی
ڑکی نے جس کے کچھ پلے نہیں پڑا تھا پوچھا-

"ارے وہ کیا رکھے ھوئے ھیں- وہ بوٹ-"

"ھونہہ، چکاچوند ڈالنےوالے... پینسٹھ روبل-"

"لعنت ہو!" سرگئی نے یہ کہنے کے لئے منہ کھولا ۔
اس کے بجائے اس نے کہا: "ہاں- اور ان میں ڈنک کی ...
تیزی بھی ہے-"

سامان فروخت کرنےوالی لڑکی نے اسے نفرت بھری نظرو
سے دیکھا اور سرگئی نے سوچا کہ یہ لڑکیاں بڑی چڑچڑی
کی ہوتی ہیں- موٹے اناج کا ایک پیکٹ بھی فروخت کریں گ
تو کچھ اس طرح کا تاثر دیں گی جیسے کوئی بھولا ہوا قرض
چکا رہی ہوں-

خیر ہوگا، ان لڑکیوں کے رویے پر دھیان ہی کیوں د
جائے- سرگئی کے پاس پینسٹھ روبل موجود تھے- پینسٹھ ہ
کیوں، پچھتر روبل تھے لیکن... وہ باہر نکل کر سڑک پر آگیا
سگریٹ سلگائی اور سوچنے لگا- صاف ظاہر تھا کہ وہ بو
گاؤں کے کیچڑوالے راستوں کے لئے نہیں بنے تھے- اس کی بیو
تو بس انہیں دیکھا کرےگی... باہر نکلنے کے لئے پہنےگی بھی
مہینے میں مشکل سے ایک بار اور وہ بھی کیچڑ میں نہیں
صرف اس وقت جبکہ راستے خشک ہوں گے- لیکن انہیں پا
وہ کتنی خوش ہوگی! وہ بھی کیا لمحہ ہوگا جب وہ اپنے بیگ
سے بوٹوں کو باہر نکالےگا اور کہےگا: "یہ تمہارے لئ
لایا ہوں-"

سرگئی ایک اسٹال پر جو دکان سے زیادہ دور نہ تھی
گیا اور بیر کے لئے قطار میں کھڑا ہوگیا-

اس نے بیوی کی آنکھوں میں بوٹوں کو دیکھتے ہی پید
ہونےوالی چمک کا تصور کیا اور سوچا کہ وہ بعض اوقات بالکل
بچوں کی جیسی معصوم ہو جاتی ہے- اتنی خوش ہو جاتی ہ
کہ لگتا ہے آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں گے- کتنی اچھی عورت
ہے- پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ ہماری بیویوں کو کتنی
مشکلات جھیلنی پڑتی ہیں، بچوں کی فکر اور گھر کی دیکھبھال
اس سب کا جھیلنا کوئی معمولی کام تھوڑی ہے، بڑی ہمت
چاہئے- میرا کیا، میں تو کچھ دیر کے لئے تمام الجھنوں سے
خود کو الگ کر سکتا ہوں: کبھی کام میں مصروف ہوکر تو
کبھی کسی کے ساتھ کچھ مےنوشی کرکے- لیکن یہ بیچاری ہماری

ہاں... ان کے لئے تو صبح سے شام تک ہر وقت الجھنیں ہی
جھنیں سامنے ہوتی ہیں- قطار میں کھڑے ہوئے لوگ دھیرے
یرے آگے بڑھ رہے تھے- جن لوگوں کو بیر مل چکی وہ بار
. اپنے مگ پھر سے بھرانے کے لئے چلے آ رہے تھے- سرگئی
نے خیالوں میں کھویا رہا-

بےشک صورتحال ایسی نہیں کہ وہ ننگے پاؤں چلتی
رتی ہو- حالات قطعی اتنے خراب نہیں، اس لئے یہ سوچنا
ں غلط ہے کہ اسے بوٹوں کی شدید ضرورت ہے- گاؤں کے
قی لوگوں کے حالات جیسے ہیں ویسے ہی اس کے بھی ہیں-
ہر آخر ایسی کیا بات ہے کہ وہ خواتین کے لانگ بوٹ پہن کر
راتی پھرے! اس میں کوئی شک نہیں کہ دیکھنے میں
، بوٹ بہت ہی عمدہ ہیں- لیکن ان کی قیمت تو ہماری مالی
یثیت سے کہیں زیادہ ہے- میں اس کے لئے یہ بوٹ خرید لوں
ے بہت ممکن ہے کہ سب سے پہلے وہ خود ہی غصے کا اظہار
رکے مجھے لاجواب کر دے- وہ کہےگی کہ اتنی زیادہ قیمت ادا
رکے تم جو یہ بوٹ لائے ہو وہ میرے کس کام کے ہیں؟ تمہیں
ے لڑکیوں کے لئے کچھ خریدنا چاہئے تھا مثلاً اوورکوٹ یا کوئی
ور چیز- سردیاں شروع ہونےوالی ہیں-

آخرکار سرگئی کی باری آئی- اس نے دو مگ بیر خریدی،
یٹھنے کے لئے ایک پرسکون گوشہ تلاش کیا اور دھیرے دھیرے
یر کی چسکیاں لیتے ہوئے سوچنے لگا-

"ہاں، زندگی گزشتہ پینتالیس برسوں سے کچھ یونہی
زرتی رہی ہے- تم دل ہی دل میں برابر سوچتے رہے ہو کہ
یک نہ ایک دن حالات قدرے بہتر ہو جائیں گے اور ہم لوگ
زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں گے- لیکن سال گزرتے جاتے ہیں
یہاں تک کہ بالکل اچانک قبر میں اترنے کا وقت آ جائےگا اور
ب تمہیں احساس ہوگا کہ ساری زندگی کسی چیز کا انتظار
کرتے کرتے بیت گئی- لیکن بھاڑ میں جائے سارا جنجال، آخر ہم
انتظار کیوں کرتے رہیں؟ سوال یہ ہے کہ موقع ملے تو مسرت
کیوں نہ دی جائے؟ اور موقع مل گیا ہے- رقم تمہارے پاس
موجود ہے: بوٹوں کا نہایت ہی شاندار جوڑا فروخت ہو رہا

ہے، اسے خرید لو اور کسی کا دل خوش کر دو! لڑکیوں
ابھی شادی کرنے کی عمر نہیں آئی- وہ کسی عمدہ اور خا
چیز کے بغیر بھی کام چلا سکتی ہیں- زندگی میں ایسے موا
روز روز تھوڑی ملتے ہیں-"
سرگئی دکان کو واپس گیا-
"بھئی اٹھائیے گا ذرا ان کو دیکھیں تو" اس نے کہا-
"کیا؟"
"ارے، وہی بوٹ-"
"آپ انہیں دیکھ کر کیا کریں گے؟ کس سائز کے جو
چاہئیں؟"
"سائز تو مجھے معلوم نہیں لیکن میں انہیں دیکھ کر اندا
لگا لوں گا-"
"کیا خوب، سائز معلوم نہیں اور خریداری کرنے چا
ہیں- ارے، انہیں پہن کر دیکھنا ہوگا، یہ سونے کے کمرے ک
چپلیں تو ہیں نہیں-"
"اس بات کا تو مجھے قیمت ہی سے اندازہ ہو گیا ہے-
"تو پھر انہیں دیکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا- ہے نا؟
"فرض کیجئے میں انہیں خریدنا چاہتا ہوں تو؟"
"آپ خرید کیسے سکتے ہیں جبکہ سائز تک معلو
نہیں ہے-"
"آپ کو اس سے مطلب؟ میں انہیں ایک نظر دیکھ
چاہتا ہوں-"
"اس کا مطلب میرا وقت ضائع کرنا ہوگا- ہر شخص کسی
چیز کو محض دیکھنے کے لئے طلب کرتا رہے تو..."
"کان کھول کے سن لیجئے، میری جان" سرگئی نے اس کی
بات کاٹتے ہوئے غصے میں کہا- "میں آپ سے اپنی جانگھیا
دکھانے کو نہیں کہہ رہا ہوں کیونکہ میں اسے دیکھنا نہیں
چاہتا- میں تو صرف وہ بوٹ دکھانے کو کہہ رہا ہوں جو اس
کاؤنٹر پر فروخت ہو رہے ہیں-"
"یہاں بدتمیزی کا مظاہرہ مت کیجئے! شراب پی کر احمق
ہو گئے ہیں اور اس کے بعد یہ سب شروع کر رہے ہیں..."

"میں تو کچھ بھی نہیں شروع کر رہا ہوں- اور پھر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے کیا پیا ہے- کیا آپ نے میری ضیافت کی تھی؟"

سامان فروخت کرنےوالی لڑکی نے ایک بوٹ اس کے سامنے پھینک دیا- سرگئی نے اسے اٹھایا- الٹا پلٹا، اس کے چمڑے کو سہلایا، روغن لگے ہوئی تلے کو انگلی کے ناخن سے تھپتھپایا اور اس نرم اور چکنے بوٹ کے اندر بڑی احتیاط کے ساتھ ہاتھ داخل کیا-

"بالکل پروں کے گدے کی طرح ملائم ہے" اس نے مسرت کے ساتھ سوچا-

"پورے پینسٹھ روبل؟" اس نے دریافت کیا-

سامان فروخت کرنےوالی لڑکی نے غصے سے بھری ہوئی خاموشی سے اسے گھورا-

"اوہ میرے خدا، وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے" سرگئی نے حیرت کے ساتھ سوچا- "احمق کتیا کہیں کی!"

"میں انہیں خرید لوں گا" اس نے عجلت میں کہا اور سوچا کہ اس طرح کم از کم اس کا غصہ تو کچھ ٹھنڈا ہی پڑ جائے گا اور احساس ہوگا کہ میں اسے بےمقصد نہیں پریشان کر رہا تھا- "رقم آپ کو ادا کر دوں یا ڈسک پر ادا کرنی ہوگی؟"

لڑکی نے جو اب بھی اسے گھورے جا رہی تھی دھیمے سے کہا:

"ڈسک پر-"

"پورے پینسٹھ روبل یا کچھ کوپیک بھی؟"

لڑکی اسے گھورتی رہی اور جب سرگئی نے ذرا قریب سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اس نے دیکھا کہ وہ نفرت سے سفید ہو رہی تھیں- وہ کچھ گھبرا سا گیا... کوئی اور سوال نہ پوچھا، بوٹ رکھ دیا اور قیمت ادا کرنے کے لئے مقررہ ڈسک پر چلا گیا- "اسے آخر کون سی بات پریشان کر رہی ہے؟ دماغ چل گیا ہے کیا، اس قدر مشتعل کیوں ہو رہی ہے؟ اس طرح تو وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہ سکے گی-"

قیمت پورے پینسٹھ روپل نکلی- سرگئی کو رقم جمع کرنےوالی ڈسک پر جو رسید ملی تھی اسے اس نے سامان فروخت کرنےوالی لڑکی کو دے دیا- اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی ہمت نہ پڑی تو اس نے اپنی نظریں لڑکی کے سپاٹ سینے سے ذرا کچھ اوپر جما دیں جہاں اوپری پوشاک کے گردن کے نیچے کھلے ہوئے حصے سے اس کی ہنسلی کی ہڈیاں مرغی کی دو ٹانگوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں- وہ ضرور کسی بیماری میں مبتلا ہے" سرگئی نے ترس کھاتے ہوئے سوچا-

لیکن لڑکی رسید اٹھائے بغیر اسے گھورے چلی جا رہی تھی- سرگئی نے نظریں اٹھائیں تو اس نے دیکھا کہ اب لڑکی کی آنکھوں میں نفرت کے ساتھ ہی ساتھ ایک عجیب قسم کا اطمینان بھی جھلک رہا تھا- وہ اس کی طرف کچھ اس انداز سے دیکھ رہی تھی جیسے کسی نہایت ہی وحشی آدمی کو دیکھ رہی ہو- ایک ایسے آدمی کو جو ہر شخص پر کتوں کی طرح غرایا ہو، جس نے ہلٹر ہنگامہ کیا ہو اور بعد میں گرکر اپنی کمر توڑ لی ہو-

"مہربانی کرکے بوٹ مجھے دے دیجئے-"

"سامان کاغذ میں لپیٹنےوالے کاؤنٹر پر ملیں گے" اس نے دھیمے سے کہا-

"وہ کاؤنٹر کہاں ہے؟" سرگئی نے بھی دھیمے سے پوچھا- اسے کچھ ایسا لگا جیسے وہ خود بھی سپاٹ سینےوالی اس لڑکی سے اس کے روئیں روئیں سے، اس کی جانگھیا سے لےکر ہنسلی کی پتلی پتلی ہڈیوں اور چپٹی ناک تک ہر چیز سے نفرت کرنے لگا ہو- جہاں تک اس کی چپٹی ناک کا تعلق تھا اس پر وہ انگلی اندر کی طرف جھکا کر ناخن سے دو ایک زوردار ضربیں لگانا پسند کرتا-

جواب دئے بغیر وہ اسے گھورتی رہی-

"سامان کاغذ میں لپیٹنےوالا کاؤنٹر آخر ہے کہاں؟" سرگئی نے مسکراتے ہوئے اس سے آنکھیں چار کیں- "بتائیے نا؟ اور سنئے میری جان، مجھے اس طرح نہ دیکھئے، میں شادی شدہ آدمی ہوں- مجھے معلوم ہے کہ میں اس قسم کا آدمی ہوں جس

پر تمام عورتیں جان چھڑکتی ہیں لیکن اس سے حاصل؟ آپ کو مایوسی کا شکار ہونا پڑےگا اور بس- اچھا تو بتائیے نا وہ کاؤنٹر کہاں ہے؟"

لڑکی کا چھوٹا سا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا...

سرگئی سامان کاغذ میں لپیٹنےوالا کاؤنٹر تلاش کرنے کے لئے وہاں سے چل دیا-

"آخر یہ سب کاہے کے لئے تھا" اس نے حیرت سے سوچا- "میں نے بھی اس لڑکی سے کیا خوب بدلہ لیا! بہرحال اس سے وہ یہ سبق سیکھ ہی لےگی کہ بلاسبب غصے سے پاگل نہ ہونا چاہئے- ہونہہ، کتنے شدید غصے میں بھری ہوئی کھڑی ہے-"

اس نے بوٹ لے لئے اور گھر لوٹنے کے سفر کے سلسلے میں نقل‌وحمل ڈپو کو، اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا (یہ لوگ اپنی لاریوں میں شہر آئے تھے- دو دوسرے ڈرائیور اور ایک مستری) -

دکان میں ہونےوالے واقعے کے بعد اب سرگئی کا غصہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا- ویسے بھی وہ ان لوگوں کو بوٹ دکھانا چاہتا تھا-

وہ ڈپو کی نگرانی سے متعلق دفتر (واچ آفس) میں یہ سوچتا ہوا داخل ہوا کہ فوراً ہی ہر شخص یہ جاننا چاہےگا کہ اس کے دفتی کے بڑے ڈبے میں کیا ہے- لیکن نہ تو کسی نے ڈبے کی طرف توجہ کی اور نہ ہی سرگئی کی طرف- ہمیشہ کی طرح وہ لوگ بحث میں الجھے ہوئے تھے- شہر میں انہوں نے ایک نوجوان پادری کو سڑک سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا اور اب وہ یہ حساب لگانے میں مصروف تھے کہ اس بدمعاش کی آمدنی کیا ہوگی- ویتکا کبیاکوف جس کا رنگ زرد تھا، چہرے پر چیچک کے داغ تھے اور بڑی بڑی اداس آنکھیں، اپنی چیخ پکار سے دوسروں کو خاموش کئے ہوئے تھا- لیکن اس وقت بھی جبکہ وہ چلا چلا کر باتیں کر رہا تھا، ہر شخص کی توہین کر رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح اداس دانش‌مندی کی جھلک برقرار تھی- ایسا لگتا تھا جیسے وہ آنکھیں خود ویتکا کو مایوسی اور اداسی کے ساتھ دیکھ رہی ہوں-

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے پاس ایک کار ہے جسے وہ خود نہیں بلکہ ڈرائیور چلاتا ہے؟!" فطرتی چیختے ہوئے کہہ رہا تھا (ویتکا کا نام بگاڑ کر فطرتی کر دیا گیا تھا) - "ان لوگوں کو تو تربیت کے زمانے میں بھی ایک سو پچاس روبل کا ماہانہ وظیفہ ملتا ہے! سمجھے کہ نہیں؟ وظیفہ!"

"ان لوگوں کے پاس کاریں ہوتی ہیں- یہ تو ٹھیک ہے لیکن نوجوان پادریوں کے پاس نہیں ہوتیں- تم آخر مجھے بتانا کیا چاہتے ہو؟ جن پادریوں کی کاریں چلانے کے لئے ڈرائیور بھی ملتے ہیں انہیں... انہیں کیا کہا جاتا ہے؟.."

"ہونہہ- انہیں کیا کہا جاتا ہے؟.. تم کو تو جیسے سب کچھ معلوم ہو، ہے نا؟"

"اچھا تو تم کو کیا معلوم ہے؟ تم ہمیشہ اس طرح چیختے چنگھاڑتے کیوں ہو؟"

"اس کے دروازے کا بازو ایک پادری کا رشتےدار ہے-"

"سمجھے کہ نہیں؟.. ایک سو پچاس روبل کا وظیفہ! سمجھے؟"

"جن کی کاریں چلانے کے لئے ڈرائیور ملتے ہیں انہیں... انہیں شاید عیسائی مبلغ کہا جاتا ہے؟ نہیں، مبلغ نہیں- انہیں کیا کہا جاتا ہے؟.."

"سنا تم لوگوں نے؟ کیا بات کہی، عیسائی مبلغین کے پاس ایسی کاریں ہوتی ہیں جنہیں چلانے کے لئے ڈرائیور ملتے ہیں! کیا اوندھی کھوپڑی پائی ہے! تم تو خود ہی عیسائی مبلغ ہو!"

"ایک سو پچاس روبل بطور وظیفہ ملتا ہے؟ تو آخر تنخواہ کتنی ہوتی ہوگی؟"

"کیا پانچ سو روبل ماہانہ کمانا چاہتے ہیں؟"

سرگئی اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا تھا حالانکہ وہ چاہتا تو دلیل پیش کر سکتا تھا- کسی نوجوان پادری کے لئے پانچ سو روبل ماہانہ یقیناً بہت زیادہ رقم تھی لیکن اس سلسلے میں اس وقت بحث کرنے کا جی نہیں چاہتا تھا... وہ تو ان لوگوں کو بوٹ دکھانا چاہتا تھا- اس نے ڈبے سے بوٹ نکالے اور ان کا جائزہ لینے لگا- اس کا خیال تھا کہ اب وہ اپنے اس

ہونہار پادری کا قصہ ختم کر دیں گے اور خاموش ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ وہ لوگ خاموش نہ ہوئے۔ بس اچٹتی نظروں سے انہیں دیکھ لیا۔ ایک ڈرائیور نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرگئی نے ایک بوٹ اسے تھما دیا۔ ڈرائیور نے (سرگئی اسے نہیں جانتا تھا) مضبوط انگلی کے ناخن سے بوٹ کے تلے کو تھپتھپایا۔ اس کے بعد اس نے اندرونی حصے میں جو برف کی طرح سفید اور پروں کی طرح ملائم تھا اپنا کندہ ہاتھ داخل کرنے کی کوشش کی۔ سرگئی نے بوٹ چھین لیا۔

"تم یہ اپنا بھاری بھرکم پسٹن کہاں ٹھونس رہے ہو؟"

ڈرائیور ہنس پڑا۔

"یہ کس کے لئے لیا ہے؟"

"اپنی بیوی کے لئے۔"

اور اب ان لوگوں نے بحث کا سلسلہ ختم کر دیا۔

"کس کے لئے؟" فطرتی نے پوچھا۔

"کلاوکا کے لئے۔"

"ذرا دیکھیں تو..."

بوٹ ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں پہنچتا رہا! سب نے اوپری چمڑے پر انگلیاں پھیریں، تلے کو انگلیوں کے ناخنوں سے تھپتھپایا... لیکن کسی نے بھی اس کے اندرونی حصے کو چھونے اور محسوس کرنے کی ہمت نہ کی۔ صرف بالائی حصہ کچھ دور تک کھول دیا اور سفید روئیں دار خول کے اندر جھانک کر دیکھا۔ ایک نے تو جانے کیوں اس کے اندر پھونک بھی ماری۔ سرگئی کے دل میں ایک غیرمعمولی فخر کا جذبہ کروٹیں لینے لگا۔

"قیمت کتنی ادا کرنی پڑی؟"

"پینسٹھ۔"

"کتنی؟!"

"پینسٹھ..."

وہ سب کے سب بڑی حیرت سے سرگئی کو گھورنے لگے۔ وہ کچھ گھبرا سا گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"پینسٹھ روبل؟!"
"کیا تمہارا خیال ہے میری مراد کوپیک سے تھی؟"
"کیا تم ڈینگ مار رہے ہو؟"
سرگئی نے فطرتی کے ہاتھ سے بوٹ لے لیا-
"بھئی، اس بار سرگئی نے بڑا کارنامہ انجام دیا!" فطرتی نے کہا- "لیکن یہ بوٹ اس کے کس کام کے ہیں؟"
سرگئی کو اب خود اپنی حماقت کا احساس ہو چلا تھا، اس لئے اسے غصہ آ گیا:
"وہ انہیں پہنےگی!"
"تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟"
"کچھ بھی نہیں" سرگئی خود کو پرسکون اور پراعتماد حالت میں رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ اندر ہی اندر کانپ رہا تھا- اس کے ذہن میں یہ خیال بڑی مضبوطی سے جم‌کر رہ گیا تھا کہ بوٹوں کی قیمت موٹر اسکوٹر کی قیمت کے نصف کے برابر ہوئی: موٹر اسکوٹر کی قیمت کی آدھی، موٹر اسکوٹر کی قیمت کی آدھی- وہ جانتا تھا کہ بوٹوں کی قیمت موٹر اسکوٹر کی قیمت کی آدھی تو کیا، آدھی کے کہیں قریب بھی نہیں تھی، پھر بھی اس کے ذہن میں یہ خیال کروٹیں لیتا رہا: "موٹر اسکوٹر کی قیمت کی آدھی-"
"کیا اس نے تم سے لانگ بوٹ خریدنے کو کہا تھا؟"
"وہ مجھ سے کیوں کہتی- میں نے خود ہی خرید لئے-"
فطرتی، وہ لعنتی، حاضردماغ اور غمگین فطرتی، مسکرانے لگا-
"وہ تمہیں بتائےگی کہ تم نے کس لئے خریدے ہیں-"
"وہ ان بوٹوں کو پہنےگی کب؟" ان لوگوں نے ہنس ہنس کر سرگئی سے پوچھا- "چاروں طرف تو گھٹنوں گھٹنوں تک کیچڑ ہوتا ہے اور تم اس کے لئے یہ بوٹ لے جا رہے ہو جن کی قیمت پینسٹھ روبل ہے- آخر تمہیں ہوا کیا تھا؟"
"یہ سردیوں کے بوٹ ہیں-"
"لیکن سردیوں میں انہیں پہن‌کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟"

"اور ویسے بھی یہ تو شہر میں رہنےوالی کسی لڑکی کے پیروں کے لئے بنے ہیں- کلاوکا کے پیروں میں آئیں گے ہی نہیں- یہ بالکل یقینی بات ہے- وہ کس سائز کے جوتے پہنتی ہے؟ یہ بوٹ تو بس اس کی ناک میں فٹ ہوں گے، پیروں کا کیا سوال-"

"وہ کس سائز کے جوتے پہنتی ہے؟"

"اوہ، بھاڑ میں جاؤ!.." سرگئی کو غصہ آگیا- "تم لوگوں کو اس کی فکر کیوں ہو؟"

اس بات پر ایک اور قہقہہ بلند ہوا-

"ہمیں افسوس ہے، سرگئی پیارے! ظاہر ہے کہ وہ پینسٹھ روبل تمہیں سڑک پر نہیں پڑے ملے تھے- ہے نا؟"

"نہیں- میں نے یہ رقم کمائی تھی اور اسے جس طرح چاہتا تھا خرچ کر دیا ہے- اب یہ بات یہیں پر ختم ہو جانی چاہئے-"

"تمہیں آخر اتنا غصہ کس بات پر آ رہا ہے- تم سے ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے اور ہم نے تمہیں اس کے بارے میں بتا دیا ہے- مشتعل ہونے کی کوئی وجہ نہیں-"

"میں مشتعل نہیں ہو رہا ہوں- تمہارا چہرہ البتہ نیلا پڑ گیا ہے- مجھے کوئی پریشانی نہیں-"

"میرا چہرہ اگر نیلا پڑ گیا ہے تو اس کی کیا پروا- میں تو اسے بہت جلد ٹھیک کر سکتا ہوں- صرف دو ایک گلاس شراب پینی ہوگی اور میں بالکل معمول کے مطابق ہو جاؤں گا- لیکن جہاں تک تمہارا تعلق ہے ان بوٹوں کی خریداری کے باعث تمہیں پورے ایک مہینے بےتحاشا کام کرنا پڑے گا-"

"تم آخر میری وجہ سے اپنے دل کو اتنا فکرمند کیوں کر رہے ہو؟ صحیح معنوں میں بڑی فکر کرنےوالے ہو نا؟ کوئی تمہیں اس حالت میں دیکھے تو سمجھے کہ میں نے وہ رقم تم سے ادھار لی تھی- تم آخر بیٹھے بیٹھے کاہے کی فکر کر رہے ہو؟ ہونہہ، بیچارہ، بدمعاش کہیں کا، بیٹھا پریشان ہو رہا ہے یہاں تک کہ اپنا چہرہ نیلا کر لیا-"

"میں فکرمند ہوں کیونکہ مجھ سے احمق لوگ نہیں دیکھے جاتے- مجھے ان کی حالت پر افسوس ہوتا ہے..."
"بڑا آیا افسوس کرنےوالا! ہونہہ، اسے افسوس ہے!"
"ہاں، مجھے افسوس ہے-"
"خیر، جاؤ اور اپنے چہرے کو معمول کے مطابق بناؤ-"
"اور تم میرے ساتھ آؤگے نا؟ ان بوٹوں کی روانگی کا جشن مناؤ نا-"
ان لوگوں نے اس طرح کی باتچیت کچھ دیر اور جاری رکھی، اس کے بعد گھر کے لئے روانہ ہو گئے-
راستے میں سرگئی کو مستری نے قطعی طور پر قائل کر دیا (دونوں ایک ہی لاری میں سفر کر رہے تھے) -
"بیوی نے یہ رقم تمہیں کس کام کے لئے دی تھی؟" مستری نے پوچھا- اس نے یہ سوال بدنیتی یا خباثت سے نہیں دریافت کیا تھا- "کسی اور چیز کے لئے دی تھی؟"
سرگئی مستری کی عزت کرتا تھا اس لئے اس کے سوال پر ناراض نہیں ہوا-
"نہیں، کسی اور چیز کے لئے نہیں دی تھی- اب ہمیں اس کے متعلق بات نہ کرنی چاہئے-"
وہ لوگ گاؤں پہنچے تو شام ہو رہی تھی-
سرگئی نے لوگوں سے رخصت ہونے یا گھر لوٹنے کی خوشی میں وادکا کی چسکیاں لینے میں وقت نہیں ضائع کیا... وہ سیدھا گھر چلا گیا-
وہ گھر پہنچا تو کلاودیا اور اس کی بیٹیاں کھانا کھا رہی تھیں-
"تمہیں لوٹنے میں دیر ہو گئی، ہے نا؟" کلاودیا نے کہا- "میں سوچ رہی تھی کہ تم رات کو وہیں ٹھہر جاؤگے-"
"بھئی ہوا یہ کہ جب تک ہم لوگوں نے سامان لیا اور اسے ڈپو تک لے گئے اور جب تک اسے لوگوں نے الگ الگ علاقوں کے لئے بنڈلوں میں باندھا..."
"پاپا، آپ نے کچھ خریدا بھی؟" اس کی بڑی بیٹی گروشا نے پوچھا-

"تمہاری مراد کس چیز سے ہے؟" گھر لوٹتے وقت سرگئی نے فیصلہ کیا تھا اگر کلاودیا نے اس پر ناراض ہونا شروع کیا اور کہا کہ بوٹ بہت مہنگے ہیں، تمہیں کوئی اور چیز خریدنی چاہئے تھی تو وہ سیدھا کنویں کے پاس جاکر انہیں اس کے اندر پھینک دے گا۔

"بھئی کچھ بھی۔ کوئی بھی چیز خریدی؟"

"ہاں، خریدی ہے" یہ بات برف کے کسی سوراخ میں سر کے بل غوطہ لگانے کی جیسی تھی اور خود اس نے غوطہ لگایا تھا۔

تینوں نے مڑکر میز کے پاس سے جہاں وہ بیٹھی تھیں اس کی طرف دیکھا۔ اس نے جس انداز سے "ہاں، خریدی ہے" کہا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مکان کے مالک نے جو چیز خریدی ہے وہ چار روبل کی شال یا گوشت کا قیمہ بنانے کی مشین نہ تھی۔ وہ اس کی طرف مڑیں اور انتظار کرنے لگیں۔

"میرے بیگ میں ہے" سرگئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سگریٹ کے لئے جیب ٹٹولنے لگا۔ وہ اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دراصل یہ بہت ہی دشوار دن تھا: ان بوٹوں نے اسے بالکل بےدم کرکے رکھ دیا تھا۔

کلاودیا نے بیگ کے اندر سے ڈبا اٹھایا اور ڈبے سے بوٹوں کی جھلک دکھائی دی... برقی روشنی میں یہ آنکھوں میں کچھ اور زیادہ چکاچوند ڈالنےوالے ثابت ہوئے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ڈبے میں رکھے ہوئے ہنس رہے ہوں۔ اور کلاودیا پر کیا بیت رہی تھی؟.. سرگئی نے ایک بار جوش میں جنبش کی لیکن پھر کرسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے سردی سے جم کر رہ گیا ہو۔ اس کی بیٹیاں اچھل کر فرش پر کھڑی ہو گئیں اور ہانپنے اور ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگیں۔

"اوہ میرے خدا! یہ کس کے لئے ہیں؟"

"تم کس کے لئے سمجھتی ہو؟ تمہارے لئے!"

"خدا کی رحمت!.." کلاودیا نے پیر سے سلیپر اتار پھینکی اور کچھ یوں دھڑام سے پلنگ پر بیٹھی کہ وہ چرمرانے

لگا... شہر میں استعمال کئے جانےوالے ان شاندار بوٹوں میں سے ایک بوٹ بےباکی کے ساتھ مضبوط کسان عورت کے پیر میں چڑھنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحہ پھنس کر رہ گیا- سرگئی کو کچھ ایسا لگا جیسے اس کے سینے میں خنجر اتر گیا ہو- بوٹ اب آگے نہیں چڑھ رہا تھا... اس کا اوپری حصہ بہت تنگ تھا-

"یہ کس سائز کے ہیں؟"

"اڑتیس-"

نہیں، بوٹ پیر پر نہیں چڑھ رہا تھا- سرگئی نے کھڑے ہو کر اسے پکڑا اور کھینچنے کی کوشش کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی-

"مگر یہ تو میرے ہی سائز کے ہیں-"

"یہ، اس جگہ تنگ ہیں- پنڈلی پر-"

"میرے پیر کتنے بڑے ہیں!"

"ذرا ٹھہرو! کوئی بہت باریک موزہ پہن کر تو کوشش کرو-"

"کیا فائدہ! تم دیکھ نہیں رہے ہو؟.."

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں..."

"کیا مصیبت ہے! میرا پیر کتنا بڑا ہے!"

لمحہ بھر کے اندر ہی سب کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا-

"اوہ میری جان!" کلاودیا نے ٹھنڈی سانس بھری- "یہ بھی کوئی پیر ہے! کتنی قیمت ادا کرنی پڑی تھی؟"

"پینسٹھ" سرگئی نے سگریٹ سلگائی- اس نے سوچا کہ شاید کلاودیا نے قیمت نہیں سنی- "ان پر پینسٹھ روبل صرف ہوئے-"

کلاودیا نے بوٹ کی طرف دیکھا اور غیرارادی طور پر اپنی ہتھیلی اس کے چکنے بالائی حصے پر پھیری- اس کی آنکھوں میں، اس کی پلکوں پر آنسو لرزنے لگے... ہاں اس نے ان کی قیمت اچھی طرح سن لی تھی-

"اوہ، مارو گولی میرے ان پیروں کو!" اس نے کہا- "زندگی میں ایک بار میری تقدیر چمکی اور اب یہ بوٹ میرے فٹ نہیں ہو رہے ہیں! اوہ!"

سرگئی کو محسوس ہوا کہ ایک اور خنجر— اذیت کا، ترس کا، کسی حد تک نظرانداز کی ہوئی محبت کا خنجر اس کے سینے میں اتر گیا- اس نے اپنا ہاتھ بیوی کے اس ہاتھ پر رکھ دیا جو بوٹ کو سہلا رہا تھا- پھر اس نے بیوی کے ہاتھ کو آہستہ سے دبایا- ان کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں- کلاودیا شرمیلےپن اور آہستگی سے ہنسی اور اس نے اپنا سر ہلایا جیسے وہ اپنی جوانی کے ایام میں ہلایا کرتی تھی- شرارت‌آمیز اور مردانے انداز سے لیکن فخر اور خودداری کے ساتھ-

"بھئی گروشا، تم خوش‌قسمت ہو" اس نے بوٹ اپنی بیٹی کی طرف بڑھایا- "لو، ذرا اسے پہنو تو-"

لڑکی خوشی سے پھولی نہ سمائی-

"ہاں، یہ ٹھیک ہے!" سرگئی نے کہا اور سر کو اسی انداز سے جنبش دی جس سے اس کی بیوی نے اپنا سر ہلایا تھا- "تم دسویں جماعت میں نمایاں کامیابی حاصل کروگی تو یہ بوٹ تمہیں مل جائیں گے-"

کلاودیا قہقہہ مارکر ہنس پڑی-

... سونے کے لئے بستر پر جانے سے قبل سرگئی عام طور پر باورچی‌خانے کے دروازے کے پاس ایک نیچے اسٹول پر ذرا دیر بیٹھ کر آخری سگریٹ پیا کرتا تھا- اس رات بھی اس نے یہی کیا... وہ وہاں بیٹھا سگریٹ پیتا اور سوچتا رہا- بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سوچتا نہیں اپنی خریداری مہم کے تجربے کو ذہن میں دوہراتا رہا... اس کی غیرمتوقع اور جیسا کہ اب اسے محسوس ہو رہا تھا لطیف معنویت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا- اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر اب کوئی چیز ایسی خوشگوار کیفیت کو، ایسے نادر اور قیمتی لمحے کو بےلطف کر دے-

کلاودیا بہترین کمرے میں بستر ٹھیک کر رہی تھی-

"تم آ نہیں رہے ہو کیا!" اس نے آواز دی-

وہ جان بوجھ کر انتظار کرتا رہا یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اس کے بعد کیا کہتی ہے۔

"سرگئی، پیارے!"

سرگئی کھڑا ہوا، سگریٹ کے ٹرے پر تھوکا اور اندر داخل ہو گیا۔ آپ ہی آپ مسکراتا ہوا، سر ہلاتا ہوا... لیکن اس نے یہ نہیں سوچا کہ اس کی بیوی کے اتنا زیادہ پیار جتانے کے پیچھے بوٹوں کی خریداری کا ہاتھ ہے۔ نہیں، اس محبت کا سبب وہ بوٹ نہ تھے۔ وہ اتنی محبت سے اس لئے پیش آ رہی تھی کہ... خیر ہوگا، یہ بڑی لطیف بات تھی۔

حرفِ آخر

"میں سب سے پہلے ادیب ہوں..."
وسیلی شوکشن نے اپنے بارے میں کہا تھا لیکن قارئین سب سے پہلے حیرت میں ڈال دینے اور دلوں پر چھا جانےوالے فلمی اداکار شوکشن سے متعارف ہوئے جو اپنی مثال آپ تھے- فلم "دو فیودور" کا بنیادی کردار جو فلمی میدان میں ان کا پہلا کارنامہ تھا اس کا بین ثبوت ہے- اس کے بعد انہوں نے ناظرین کو دوسرے نسبتاً کہیں زیادہ متاثر کرنےوالے اور ناقابل فراموش فلمی کرداروں کے تحفے پیش کئے- "...فلم "جھیل کے کنارے" میں سب سے اہم بات وسیلی شوکشن کی ذات ہے- اس فلم میں وہ محض ایک اداکار ہی نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے، نہایت ہی معتبر انسان کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں جو تمام انسانی صفات کا پیکر ہے- اس فلم میں اداکاری کا روسی اسکول اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا ہے اور اس کا کسی دوسری چیز سے تقابل نہیں کیا جا سکتا-" اس خیال کا اظہار نامور سوویت ڈرامہ‌نویس الیکسئی آربوزوف نے کیا ہے- "فلم 'جھیل کے کنارے، میں مرکزی کردار کی بلندپایہ اداکاری کے سلسلے میں وسیلی شوکشن کو سوویت یونین کے ریاستی انعام سے نوازا گیا تھا- اس کے علاوہ انہوں نے "آتش‌دان کی دکانیں"، سرخ گچھےدار پھولوں کا درخت" اور "انہوں نے مادر وطن کے لئے جنگ کی" وغیرہ فلموں میں اداکاری کے جوہر دکھائے..."

فلمی ہدایت‌کار کی حیثیت سے بھی شوکشن کی سرگرمیوں کا آغاز بڑی آب‌وتاب اور بڑے بےنظیر انداز میں ہوا تھا- ان کی خود اپنی کہانی پر مبنی فلم "ایسا نوجوان لڑکا رہتا ہے" کی سوویت یونین میں نمائش بڑی کامیاب رہی اور وینس میں منعقد ہونےوالے فلمی میلے میں اس فلم کو میلے کے اعلاترین انعام "طلائی شیر" سے نوازا گیا- ایک دوسری فلم "آپ کا بیٹا، آپ کا بھائی" جس کی ہدایت‌کاری کے فرائض شوکشن نے انجام دئے تھے روسی فیڈریشن کے ریاستی انعام سے سرفراز کی گئی- "نرالے لوگ"، "آتشن‌دان کی دکانیں" اور "سرخ گچھےدار پھولوں کا درخت" نامی فلموں نے توثیق کر دی کہ سوویت فلمی آرٹ میں وسیلی شوکشن کا خاصا اہم اور ثمرآور مکتبۂ فکر موجود ہے- تاہم وسیلی شوکشن "سب سے پہلے ادیب" ہیں- ان کے مختصر افسانوں کا پہلا مجموعہ "گاؤں کے باشندے" قارئین اور ناقدین کے لئے یکساں طور پر گہری دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا- پھر ان کے افسانوں کے مجموعوں "وہاں، دوری پر" ، "ہم ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے ہیں" ، "کردار" اور "چاندنی رات کی صحبتیں" اور ان کے ناولوں "دی لیوبیونس" اور "میں آپ کو نجات دلانے آیا ہوں" نے ان کی اس پہلی کامیابی کو مستحکم جگہ عطا کی اور انہیں سوویت یونین کے سب سے بااستعداد اور اعلا تخلیقی صلاحیتوں کے مالک اہل قلم کی صف میں شامل کر دیا-

شوکشن کے افسانے پڑھتے وقت قارئین براہ راست ایک مکان سے دوسرے مکان تک کا راستہ پاتے اور عام لوگوں اور ان کے مصائب، مسرتوں اور پریشانیوں سے واقفیت حاصل کرتے ہیں- وسیلی شوکشن نے رسم و رواج کی عکاسی کو جو روسی کلاسیکی ادب میں ترگینف کے عہد میں بےحد مقبول ہوئی تھی جیسے پھر سے زندہ کر دیا اور اسے ظرافت اور شوخ تمسخر کی وہ چاشنی عطا کی جو خاص شوکشن ہی سے منسوب ہوکر رہ گئی-

وسیلی شوکشن نے جلد ہی، صرف ۴۵ سال کی عمر میں زندگی کو خیرباد کہا- ان کا ۱۹۷۴ء کے موسم خزاں میں

انہوں نے مادر وطن کے لئے جنگ کی" نامی فلم کی عین شوٹنگ
ے دوران انتقال ہو گیا جو میخائیل شولوخوف کی اسی نام کے
اول پر مبنی ہے- اس فلم میں شوکشن نے اندرے لوپاخین کا،
حنت‌کش اور سپاہی کا کردار ادا کیا- وہ اپنی زندگی میں
ھی ایسے ھی تھے-

شوکشن نے اپنی زندگی کا سفر بہت ھی دشوار راھوں سے
شروع کیا- انہوں نے فسطائیت کے خلاف حب‌الوطنی کی جنگ
ے برسوں میں نشوونما پائی، سولہ سال کی عمر میں اجتماعی
ارم کے کھیتوں میں کام کرنے لگے اور بعد میں ایک ٹریکٹرساز
کارخانے میں مزدور کی حیثیت سے کام کیا- شوکشن نے اپنی
غیرمعمولی صلاحیت اور استعداد کی بنا پر اسکول کی تعلیم
مقررہ مدت سے کم ھی مدت میں مکمل کر لی، پھر اسکولی بچوں
کو ادبیات کی تعلیم دی اور ھیڈماسٹر کے عہدے پر فائز ھوئے...
۱۹۵۴ء میں انہوں نے سینماٹوگرافی کے کل‌یونین ریاستی
انسٹی‌ٹیوٹ میں داخلہ لیا اور ۳۰ سال کی عمر میں تعلیم
و تربیت سے فارغ ھو گئے لیکن اس پر شاید ھی افسوس
کیا جا سکتا ھے- وہ زبردست صلاحیتوں کے مالک تھے اور ان
کا دماغ غیرمعمولی طور پر زندگی کے عمیق علوم سے مالامال
تھا- اپنی ھر نئی تصنیف میں وہ نئی بلندیوں کو چھوتے رھے-
ان کے پاس لوگوں سے کہنے کے لئے بہت کچھ تھا اور وہ اچھی
طرح جانتے تھے کہ انہیں یہ کام کس طرح انجام دینا ھے-
لوگوں نے بھی نہایت ھی گہری اور بڑھتی ھوئی دلچسپی سے
شوکشن کو سراھا اور انہیں اپنے دلوں میں بسا لیا-

وسیلی شوکشن کو ۱۹۷۴ء میں (وفات کے بعد) لینن
انعام دیا گیا جو انہیں فلمی آرٹ کے میدان میں گزشتہ برسوں
میں انجام دئے گئے تخلیقی کارناموں کے لئے ملا-

اس کتاب میں قارئین وسیلی شوکشن کے انتقال سے قبل
کے دس برسوں میں لکھے ھوئے ۱۶ بہترین افسانوں سے
روشناس ھوں گے-

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے متعلق آپ کی قیمتی رائے اور آئندہ مطبوعات کی تجاویز اور مشوروں کا بصد شکریہ خیرمقدم کرے گا۔

براہ کرم اپنے تبصرے اور مشورے
مندرجہ ذیل پتے پر بھیجئے:
دارالاشاعت ترقی کی شاخ
۳۰- نوائی اسٹریٹ
تاشقند- سوویت یونین

30, Navoi Street,
Tashkent, U.S.S.R.